مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

نمبر (۸۳۵)

رجسٹرڈ ایل

# الفضل قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

# The ALFAZL QADIAN.

۲۶ نومبر ۱۹۳۳ء

قیمت چار آنہ




## مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم

### بلسان المسیح الموعود علیہ السلام

يا للفتى ما حسنه وجماله ... ريّاه يُصبي القلب كالريحان

وجه المهيمن ظاهر في وجهه ... وشئونه لمعت بهذا الشان

فلذا يُحبّ ويستحق جماله ... شغفا به من زمرة الأخدان

سَجُحٌ كريم باذل خِلُّ التقى ... خرق وفاق طوائف الفتيان

فاق الورى بكماله وجماله ... وجلاله وجنانه الريّان

لا شك أن محمدا خير الورى ... ريق الكرام ونخبة الأعيان

تمّت عليه صفات كل مزية ... ختمت به نعماء كل زمان

انسانی دماغ بھی اللہ تعالیٰ نے عجیب قسم کا بنایا ہے۔ کئی کئی حالتوں میں سے وہ گزرتا ہے۔ ایک وقت فلسفہ کے دلائل اسے الجھا رہے ہوتے ہیں۔ تو دوسرے وقت وجدان کی ہوائیں اسے اُڑا رہی ہوتی ہیں۔ ایک وقت علم کے غوامض اسے نیچے کیطرف کھینچ رہے ہوتے ہیں۔ تو دوسرے وقت عشق کی بلندیاں اسے اوپر کو اٹھا رہی ہوتی ہیں۔ انہی حالتوں میں سے ایک حالت مجھ پر طاری تھی۔ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر غور کر رہا تھا۔ میری عقل اسکی حد بندی کرنا چاہتی تھی۔ کہ میرا دل میرے ہاتھوں سے نکلنے لگا۔ اس بحر ناپیدا کنار کی شناوری نے میری فکر کو سب قیود سے آزاد کر دیا۔ اور وہ زمانہ اور مکان کی قید سے آزاد ہو کر اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر پرواز کرنے لگا۔

## آسمان کے لئے رحمت

میری نگہ آسمانوں کی طرف گئی۔ اور میں نے روشن سورج اور چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھا۔ وہ کیسے خوش منظر تھے۔ وہ کیسے دل لبھانے والے تھے۔ انکی ہر ہر شعاع محبت کی چمک سے درخشاں تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے جھلملیوں سے کوئی معشوق محو نظارہ ہے۔ میرا دل اس نظارہ کو دیکھکر بے تاب ہو گیا۔ مجھے اس روشنی میں کسی کی صورت نظر آ رہی تھی۔ کسی ازلی ابدی معشوق کی۔ جو سب حسنوں کی کان ہے۔ مجھ پر بالکل اسی کی سی حالت طاری تھی۔ جس نے کہا ہے ؎

چاند کو کل دیکھکر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

نہ معلوم میں اس خیال میں کب تک محو رہتا۔ کہ میں نے عالم خیال میں دیکھا۔ سورج کی روشنی زرد۔ دھیمی پڑنے لگی۔ چاند اور ستارے مٹتے ہوئے معلوم ہونے لگے۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ وجود جو انکی چمک دمک کا باعث تھا۔ ناراض ہو کر پیچھے ہٹ گیا ہے۔ اور بجز دکھ جھانکنے والے کے چہرہ کے نور سے محروم ہو گیا ہے۔ وہ زندہ نظر آنے والے کُرّے بیجان مٹی کے ڈھیر نظر آنے لگے۔ میں گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے؟ کہ میری نظر نیچے کی گہرائیوں میں اپنے ہم جنس انسانوں پر پڑی۔ میں نے دیکھا ہزاروں لاکھوں بظاہر عقلمند نظر آنے والے انسان سر کے بل گرے ہوئے یا گھٹنے ٹیک کر بیٹھے ہوئے گڑگڑا گڑگڑا کر اور رو رو کر دعائیں کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ اے سورج دیوتا! مجھ پر نظر کر۔ میرے اندھیرے گھر کو اپنی شعاعوں سے منور کر۔ میری بیوی کی بے اولاد گود کو اولاد سے بھر دے۔ اور میرے دشمنوں کو تباہ کر۔ کوئی کہتا۔ اے چندر ماتا! میری تاریکی کی گھڑیوں کو اپنے نور سے روشن کر۔ اور غموں اور رنجوں کو ہمارے گھر سے دور کر۔ کوئی کہتا۔ اے ستارو! تم خوشیوں کا موجب اور میری راحتوں کا منبع ہو۔ اے زہرہ! تو محبت سے ہمارے گھروں کو بھر دے۔ اور ہمارے پیاروں کے دل ہماری طرف پھیر دے۔ اور اے مریخ! تو ہم پر ناراض نہ ہو۔ اور مصیبتوں کی گھڑیاں ہم پر نہ لا۔ اپنا غصہ ہمارے دشمنوں کی طرف پھیر دے۔

میرا دل اس گھناؤنے نظارہ کو دیکھ کر سخت گھبرا گیا۔ اور میں نے کہا۔ انسان نے کیسی خوبصورت چیزوں کو کیسا گھناؤنا بنا دیا ہے۔ جب عاشق محبوب کے چہرے کی بجائے اس کی نقاب سے عشق کرنے لگتا ہے۔ جب اس کے حقیقی حسن کو بھلا کر وہ اس کے لباس کی زیبائش پر فریفتہ ہونے لگتا ہے۔ تو محبوب اس لباس سے نکل جاتا ہے۔ اور خالی لباس عاشق کیطرف پھینک دیتا ہے۔ کہ جاؤ اسے دیکھا کرو۔ مگر وہی لباس جو معشوق کے جسم پر خوبصورت کا مجموعہ نظر آتا تھا۔ اب کیسا برا۔ کیسا بھدا نظر آتا ہے۔

میں نے کہا۔ یہی حال آسمان کے اجسام کا ہے۔ جبتک ان میں ازلی ابدی محبوب کا چہرہ دیکھا جائے۔ وہ کیسے خوبصورت نظر آتے ہیں۔ کیسے شاندار۔ کیسے باعظمت۔ اور جب خود انکی ذات مقصود ہو جائے۔ ان کی عظمت کس طرح برباد ہو جاتی ہے۔ ہیئت دان کس طرح بے رحمی سے انکو چیر پھاڑ کر ایک دھاتوں کا تودہ ایک گیسوں کا مجموعہ ثابت کر دیتے ہیں۔ میں نے اس خیال کے پیدا ہونے پر پہلے تو حسرت سے آسمانوں کیطرف اور ان کے کھوئے ہوئے حسن کیطرف دیکھا۔ اور پھر انسان اور اس کی گم شدہ عقل کی طرف نظر کی۔ میں اسی حال میں تھا۔ کہ ایک نہایت دلکش نہایت سریلی آواز دلوں کو مسحور کر دینے والی۔ افکار کو اچک لینے والی میرے کانوں میں پڑی۔ اسنے پر جلال و شاندار لہجہ سے کہا۔ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ بلکہ صرف اللہ کو جو ایک ہی ہے۔ اور جس کا قبضہ ان سب فلکی اجرام پر اور دوسری چیزوں پر ہے۔ سجدہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ اس نے سورج کو بھی پیدا کیا ہے اور چاند کو بھی۔ اور ستاروں کو بھی۔ اور یہ سب اس کے ایک ادنےٰ اشارے کے تابع اور خادم ہیں۔ یاد رکھو کہ وہی پیدا کرتا اور اسی کا حکم چلتا ہے۔

وہ آواز کیسی مؤثر کیسی موہ لینے والی تھی۔ زمین کی حالت یوں معلوم ہوئی۔ جیسے کسی پر سکتہ پڑ جاتا ہے۔ انسان یوں معلوم ہوا جیسے سوتے ہوئے جاگ پڑتے ہیں۔ ندامت۔ شرمندگی اور حیا کے ساتھ تمتماتے ہوئے چہروں کے ساتھ لوگ اٹھے۔ اور اپنے پیدا کرنے والے کے آگے جھک گئے۔ آسمان پھر خوبصورت نظر آنے لگا۔ ازلی ابدی معشوق نے پھر سورج۔ چاند اور ستاروں کی جھلملیوں میں سے دنیا کو جھانکنا شروع کیا۔ پھر دنیا کا ذرہ ذرہ جلال الٰہی کا منظر بن گیا۔ ہیئت دانوں کے سب استدلال اور سب دلیلیں حقیر نظر آنے لگیں۔ صاحب دل بول اٹھے۔ تم اپنی گیسوں اور دھاتوں کے نظریوں کو اپنے گھر لیجاؤ۔ تم چھلکے کو تو دیکھتے ہو۔ مغز پر نگہ نہیں ڈالتے۔ تم ان دھاتوں کے طوماروں اور گیسوں کے مجموعوں کے پیچھے نہیں دیکھتے۔ کس کا حسن چمک رہا ہے؟ کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے؟ میں نے دیکھا۔ چاند کہ جسے ہیئت دان کہتے ہیں۔ کہ ہزاروں سال کے تغیرات کے ماتحت مردہ ہو چکا ہے۔ خوشی سے چمک رہا تھا۔ اسے اس سے کیا کہ وہ سرد ہے یا گرم۔ مردہ ہے یا زندہ۔ اسکا ذرہ ذرہ تو اس خوشی سے دمک رہا تھا۔ کہ وہ اب اٰیَۃٌ مِّنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ کہلوائے گا۔ کسی چیز نے میرے دل میں ایک چٹکی لی۔ اور میں نے ایک آہ بھری۔ پھر میں نے کہا۔ یہ آواز تو ان اجرام فلکی کے لئے ایک رحمت ثابت ہوئی۔

## فرشتوں کے لئے رحمت

پھر میری نظر اور بھی بلند ہوئی۔ اور میں نے عالم خیال میں اوپر آسمانوں پر ایک مخلوق دیکھی جو نہائت خوبصورت اور نہائت پاکیزہ تھی۔ ان کے چہرے میں نے عالم کشف اور رؤیاء میں دیکھے ہوئے تھے۔ میں نے عالم خیال میں بھی انکی ویسی ہی شکل دیکھی۔ وہ مجھے نہائت بھولے بھالے وجود نظر آئے۔ لطیف اجسام کے جن کو صرف روحانی آنکھ دیکھ سکتی ہے

پاکیزہ صورت اور پاکیزہ سیرت محنتی اور کام کرنے والے۔ ایسے کہ ان کو وقت کے آنے جانے کا کچھ علم ہی نہ ہوتا۔ ان کا ہر لحظہ گویا آقا کی خدمت کے لئے رہن تھا۔ وہ مشینیں تھیں۔ جو مالک کے اشارہ پر چلتی ہیں۔ مگر میں نے اپنے فلکی آنکھ سے دیکھا۔ کہ انکے خوبصورت چہرں پر افسردگی کے آثار تھے انکی تازگی میں بھی ایک جھلک پژمردگی کی تھی۔ میں نے اس کے سبب کی تلاش کی مگر آسمان پر کوئی بات مجھے نظر نہ آئی۔ جو اسکا موجب ہوتی۔ ان کا آقا ان سے خوش تھا اور وہ اپنے آقا سے خوش۔ پھر انکی افسردگی کا کیا باعث تھا؟ میں نے پھر زمین پر نظر کی۔ اور ایک دل دہلانے والا نظارہ دیکھا۔ بلند عمارتیں دیکھیں جو ان فرمانبردار روحوں کے نام پر بنائی گئی تھیں میں نے انمیں ان کے مجسمے دیکھے جن کی لوگ پوجا کر رہے تھے۔ میں نے بھاری بھرکم جسموں والے بڑی بڑی جٹوں والے لوگ دیکھے۔ جو نہائت سنجیدہ شکل بنائے ہوئے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ گویا سب دنیا کا علم سمٹ کر انکے دماغوں میں جمع ہوگیا ہے۔ اپنے گرد و پیش بیٹھے ہوئے لوگوں کو اس لہجہ میں کہ گویا وہ ایک بڑے راز کی بات انہیں بتا رہے ہیں۔ ایسی بات کہ جسے دوسرے لوگ عمر بھر کی جستجو اور بیسیوں سال کی تپسیا کے بعد بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ کہہ رہے تھے کہ فرشتے اصل میں خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اور جو کام خدا تعالیٰ سے کرانا ہو اسکا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ ان خدا کی بیٹیوں کو قابو کیا جائے۔ اور وہ بزعم خود ایسی عبادتیں جن سے فرشتے قابو آتے ہیں۔ لوگوں کو بتاتے تھے لوگوں کے چہرے خوشی سے جگمگا رہے تھے۔ اور ان کے دل اُن عظیم روحانی کا خزانہ لٹانے والوں پر قربان ہو رہے تھے۔ پھر میری ایک اور طرف نگہ پڑی۔ میں نے دیکھا۔ ویسے ہی جبّوں والے کچھ اور لوگ اپنے عقیدتمندوں کے جمگھٹ میں ایک کوئیں کے پاس کھڑے ہوئے کچھ راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔ وہ انہیں بتا رہے تھے۔ جس طرح ایک گہرا راز بتایا جاتا ہے۔ کہ اس کوئیں میں ہاروت ماروت دو فرشتے ایک فاحشہ سے عشق کرنے کے جرم میں قید کئے گئے تھے۔ کچھ جبہ پوش تو اصرار کر رہے تھے۔ کہ وہ اب بھی اسجگہ قید ہیں۔ اور بعض تو یہانتک کہتے تھے کہ ان کے کسی استاد نے انکو الٹے لٹکے ہوئے دیکھا بھی ہے۔ جسے سنکر کئی عقیدتمندوں کے جسم پر جھرجھری آجاتی تھی۔ تب مجھے معلوم ہوا۔ کہ انسانی گناہ نے فرشتوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ میں اسی حیرت میں تھا کہ میں نے پھر وہی آواز دلکش۔ موثر شیریں آواز محبت اور جلال کی ایک عجیب آمیزش کے ساتھ بلند ہوتی ہوئی سنی۔ اسنے کہا۔ فرشتے خدا کے بندے ہیں نہ کہ بیٹیاں۔ اور وہ پوری طرح اس کے فرمانبردار ہیں۔ کبھی بھی اس کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے۔ لوگوں میں پھر بیداری پیدا ہوئی۔ بہت سے لوگ خواب غفلت سے چونکے۔ اور اپنے پہلے عقائد پر شرمندہ اور نادم ہوئے۔ کئی اونچی عمارتیں جو خدا کی بیٹیوں کے نام سے کھڑی کی گئی تھیں۔ گرا دی گئیں۔ اور انکی جگہ خدائے واحد و قہار کی عبادت گاہیں کھڑی کی گئیں۔ وہ کوئیں جو فرشتوں کے گناہوں کی یادگار تھے اجاڑ ہوگئے۔ زائرین نے انکی زیارت ترک کر دی۔ میں نے دیکھا فرشتے خوش تھے۔ گویا ان کے لباسوں پر گندے چھینٹے پڑ گئے تھے۔ جسے دھونے والے نے دھو دیا۔ میرے دل سے پھر ایک آہ نکلی۔ اور میں نے کہا یہ آواز ان فرشتوں کے لئے بھی ایک رحمت ثابت ہوئی۔

## زمانہ کے لئے رحمت

میری نظر یہاں سے اٹھکر زمانہ کی طرف گئی۔ میں نے کہا وقت کتنا لمبا ہے؟ کب سے یہ فرشتے کام کر رہے ہیں؟ کب سے سورج اور اس کے ساتھ کے سیارے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں؟ کون بتا سکتا ہے۔ کہ زمانہ جو کچھ بھی ہے اسنے کسقدر تغیرات دیکھے ہیں؟ کس طرح اور کب سے یہ خوشی اور غم کا پیمانہ بنا رہا ہے۔ اگر وہ جاندار شے ہوتا۔ تو ایک بے اندازہ زمانہ تک اللہ کی مخلوق کی خدمت میں لگا رہنے پر اسے کسقدر فخر ہوتا! میں اسی خیال میں تھا۔ کہ مجھے زمانہ کے چہرہ پر بھی دو داغ نظر آئے۔ مجھے کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے سنائی دیئے۔ کہ زمانہ غیر فانی ہے۔ زمانہ خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ابدی ہے۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے سنائی دیئے۔ کہ زمانہ ظالم ہے۔ اس نے میرا فلاں رشتہ دار مار دیا۔ زمانہ برا ہے اسنے مجھ پر فلاں تباہی وارد کر دی۔ میں نے کہا اگر زمانہ زندہ شے ہوتی۔ تو وہ ان باتوں کو سنکر ضرور ملول ہوتا۔ مگر معاً وہی آواز پھر بلند ہوئی۔ اسنے کہا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زمانہ ہمارے آدمیوں کو مارتا اور تباہ کرتا ہے یا وہ خدا ہے غلط کہتے ہیں انہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں۔ مارنا اور جلانا تو خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ وہ جبتک کسی چیز کو جو زندہ رکھنا ہے۔ وہ زندہ رہتی ہے۔ اور زمانہ اس کے ساتھ بمنزلہ ایک کیفیت کے رہتا ہے۔ اور پھر اس نے کہا۔ زمانہ کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کی صفات کا ایک ظہور ہے۔ پس تم جو اسے گالیاں دیتے ہو۔ درحقیقت خدا تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہو۔ میرا دل اِس آواز والے کے اور بھی قریب ہوگیا۔ اور میں نے محبت بھرے دل سے کہا۔ یہ آواز تو زمانے کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

## زمین کے لئے رحمت

زمانہ سے ہٹ کر میری نگہ کرۂ ارض پر پڑی۔ میں نے کہا۔ ہماری دنیا دوسرے کرّوں سے کچھ کم خوبصورت نہیں۔ بلکہ بظاہر زیادہ ہے۔ کیونکہ وہاں سے تو صرف روشنی آتی ہے۔ اور یہاں روشنی کے علاوہ قسم قسم کے سبزے اور رنگ رنگ کے نظارے اور پھولوں سے ڈھنپی ہوئی بلند پہاڑیاں اور کلیلیں کرتی ہوئی ندیاں اور اچھلتے ہوئے چشمے اور سایہ دار وادیاں اور پھلوں سے لدے ہوئے درخت۔ اور پھولوں سے لدی ہوئی جھاڑیاں۔ اور لہلہاتے ہوئے کھیت۔ اور غلوں سے بھرے ہوئے کھلیان۔ اور چہچہاتے ہوئے پرندے۔ اور ناز و رعنائی سے بھاگتے ہوئے چوپائے۔ اور نہ معلوم کیا کیا کچھ بھرا پڑا ہے۔ مجھے اُسوقت زمین کچھ ایسی خوبصورت نظر آئی۔ کہ درندوں اور وحوش اور سانپوں اور بچھوؤں اور دوسرے زہریلے کیڑوں اور پھڑوں اور طاعون کے چوہوں تک میں مجھے خوبصورتی ہی خوبصورتی نظر آنے لگی۔ میں نے خیال کیا۔ کہ شیر بیشک وحشی جانور ہے۔ اور کبھی کبھی انسانوں کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے۔ لیکن اگر شیر نہ ہوتا۔ تو شیر افگن کہاں سے پیدا ہوتے۔ اگر بہادر شیر انسان کی بہادری کی آزمائش کے لئے نہ ہوتا۔ تو بہادری کی آزمائش کا یہی ذریعہ رہ جاتا۔ کہ لوگ بنی نوع انسان پر حملہ کر کے اپنی شجاعت کی آزمائش کرتے۔ اور یہ جانور تو زندہ ہی نہیں مر کر بھی ہمارے کام آتا ہے۔ اسکی چربی اور اسکے ناخن اور اسکی کھال علاجوں اور زینت و زیبائش میں کیسی کار آمد ثابت ہوتی ہے۔

مجھے سانپ کے زہر سے زیادہ اس کے گوشت کے فوائد نظر آنے لگے۔ اور میں نے کہا۔ کہ اگر سانپ نہ ہوتا۔ تو ہمارے اطبا، قرص افعی کہاں سے ایجاد کرتے؟ اور اگر بچھو نہ ہوتا۔ تو یہ گردوں کی پتھریوں کے مریض اپریشن کے بغیر کس طرح آرام پاتے؟ میں نے مچھر کو صرف کثرت رطوبت کا ایک الارم پایا۔ بیچارا چھوٹا سا جانور کس طرح رات دن ہمیں بیدار کرتا اور بتاتا ہے۔ کہ گھر میں نالیاں گندی رہتی ہیں۔ شہر کی بدروئیں میلے سے بھری رہتی ہیں۔ لوگ پانی جیسی نعمت یونہی ضائع کر رہے ہیں۔ غرض رات دن ہمیں اپنے فرض سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ جب ہم ہوشیار ہی نہیں ہوتے۔ اور سستی کا دامن نہیں چھوڑتے۔ تو بیچارا غصہ میں آکر کاٹتا ہے۔ بیماری اتنی مچھر سے تو پیدا نہیں ہوتی۔ جتنی کثرت رطوبت سے جتنی گندی نالیوں کے تعفن سے بدروؤں کی غلاظت اور بے احتیاطی سے [illegible] پانی سے۔ غرض مجھے ہر شے میں اس کے پیدا کرنے والے کا حسن نظر آنے لگا۔ ہر ذرہ میں ازلی ابدی [illegible] [illegible] نگاہ میری نئی آبادیوں کی طرف اٹھ گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ لوگ پہاڑیوں۔ دریاؤں۔ پتھروں۔ درباؤں۔ جانوروں کے آگے سجدے کر رہے [illegible] اور خنزیر کو بھول کر جھک کر فدا ہو رہے [illegible] [illegible] محبت منتقل ہوگئی۔ اور میرا دل متنفر ہوگیا اور مجھے شیر سانپ [illegible] پانی میں [illegible] نظر آنے لگے۔ اور [illegible] مرغزار اور [illegible] زمین کے چہرے کی داغ [illegible] نظر آنے لگی اور میں نے [illegible] کہ یہ زمین تو ایک دن [illegible] [illegible] مجھے یوں معلوم ہوا [illegible] یہاں کی ہر شے مردہ ہے۔ اور [illegible] ایک [illegible] کی مانند ہیں کہ باوجود ہزاروں بناوٹوں اور تزیینوں کے [illegible] اور بدسیرتی چھپ نہیں سکتی۔ مگر میں اسی حالت میں تھا۔ کہ پھر وہی آواز بلند ہوئی۔ پھر وہی شیریں دل میں چبھ جانے والی آواز اونچی ہوئی۔ اور اسنے کہا۔ یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے۔ سب کچھ انسان کے نفع کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے پہاڑ اور اس کے دریا اور اس کے چرند اور پرند اور اسکے میوے اور اسکے غلے سب کا مقصود یہ ہے کہ انسان کے اخلاق میں تموج پیدا ہو۔ اور وہ ان امانتوں کے بہترین استعمال سے اپنے پیدا کرنے والے کا قرب حاصل کرے۔ اس زمین کی اچھی نظر آنے والی اور بظاہر بری نظر آنے والی سب اشیا انسان کے لئے امتحان ہیں۔ پس مبارک ہے وہ جو ان سے فائدہ اٹھاتا اور اپنے پیدا کرنے والے کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ یوں معلوم ہوا۔ گویا اس دنیا کے ذرہ ذرہ کے سر پر سے بوجھ اتر گیا۔ یہی جہان ایک جنت نظر آنے لگا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اگلے جہان کی جنت اس جنت کا ایک تسلسل ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔ بہت سے لوگ جنہوں نے اس آواز کو سنا۔ اپنی غلطیوں سے پشیمان ہو کر شرک و بدعت

توبہ کرکے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف دوڑ پڑے۔ پھر دنیا خدا کے جلال کا ظہور گاہ بن گئی۔ پھر کسی کی تجلیاں ایسی نظر آنے لگ گئیں۔ اور میں نے ایک آہ بھر کر کہا۔ کہ یہ آواز ہماری زمین کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی ۔

## انسانیت کیلئے رحمت

جب میں نے تمام مخلوقات میں سے انسان کی عادتوں کو دیکھا۔ اور اس کی غلطیوں کے ساتھ اسکی توبہ پر نظر کی۔ اور اسکی ناکامیوں کے ساتھ اسکی متواتر جد و جہد کا معاینہ کیا۔ تو میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ اور میں نے کہا۔ اِس خوبصورت دنیا میں ایسی اچھی مخلوق کیسی بھلی معلوم دیتی ہے۔ کس طرح دل کھینچتی ہے۔ مگر جب میں اس سرور سے تسکین حاصل کر رہا تھا یکدم میری نگہ چند لوگوں پر پڑی۔ جنہوں نے سیاہ جبّے پہن رکھے تھے۔ جن کی بڑی بڑی داڑھیاں اور موٹی موٹی تسبیحیں اور سنجیدہ شکلیں انہیں مذہبی علماء ثابت کر رہی تھیں انکے گرد ایک جمگھٹا تھا۔ کثرت سے لوگ انکی باتوں کو سنتے اور ان سے متاثر ہوتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ دنیا کے اکثر لوگ ان کی توجہ کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ انکے چہروں سے علم کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ اور انکی باتوں سے درد اور محبت کی بو آتی تھی۔ انہوں نے سب لوگوں کو مخاطب کیا۔ اور کہا کہ اے بدبخت انسانو! تم کیوں خوش ہو؟ آخر کس امید پر تم جی رہے ہو؟ کیا تم کو اُس جہنم کے گڑھے کی خبر نہیں جو تمہارے [illegible] تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے۔ وہ نہ بجھنے والی آگ جو [illegible] بھڑک رہی ہے۔ وہ تاریکی جس کے سامنے اس دنیا کی تاریکیاں [illegible] معلوم ہوتی ہیں۔ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ پھر تم کیوں خوش ہو؟ تم کس [illegible] سے نجات کے طالب ہو۔ اور تمہارا دل کس طرح اسکی تمنا کر سکتا ہے۔ تم [illegible] کہ پاک اور ناپاک کا جوڑ نہیں؟ اور ماننی کا [illegible] کسی کے اختیار میں نہیں۔ تم میں کون ہے کہ جو کہے کہ وہ پاک ہے؟ اور نہ خدا تعالیٰ سے ملنے کا مستحق ہو؟ اور تم میں سے کون ہے کہ جو کہے کہ وہ پاک ہو سکتا ہے؟ کیونکہ شریعت پاک نہیں ناپاک [illegible] ہے۔ حکم برابر [illegible] نافرمان بناتا ہے۔ کون ہے جو تمام حکموں پر عمل کر سکتا ہو؟ اور جس نے ایک ادنیٰ سے حکم کی بھی نافرمانی کی وہ باغی بن گیا۔ کیا حد سے [illegible] ایک قطرہ ناپاکی کا ناپاک نہیں کر دیتا؟ پھر تم کس طرح خیال کر سکتے ہو کہ تم پاک ہو یا پاک ہو سکتے ہو؟ کیا تم کو یاد نہیں۔ کہ تمہارے اب آدم نے گناہ کیا اور خدا کے قصور کو بھول گیا اور شیطان نے اسکو اور اسکی بیوی حوا کو جو تمہاری ماں تھی ورغلایا اور گنہگار کر دیا تم جو انکی اولاد ہو کس طرح خیال کر سکتے ہو کہ انکے گناہ کے ورثہ سے حصہ نہ لو گے؟ کیا تم امید کرتے ہو کہ انکی دولت پر تو تم قابض ہو جاؤ اور ان کے قرضے ادا نہ کرو؟ انکی نیکیاں تو تم کو مل جائیں اور انکے گناہ میں تم حصہ دار نہ ہو؟ اور جب گناہ تم کو ورثہ میں ملا ہے۔ تو تم اس ورثہ کی لعنت سے کیونکر بچ سکتے ہو؟ تم خیال کرتے ہو کہ خدا تعالے تم کو معاف کر دیگا؟ نادانو! تم کو یاد نہیں کہ وہ رحم کرنے والا بھی ہے اور عدل کرنے والا بھی؟ اسکا رحم اس کے عدل کے مخالف نہیں چل سکتا پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری خاطر اپنے عدل کو بھول جائے؟

میں نے دیکھا۔ انکی تقریروں میں مایوسی کی لہر اسقدر زبردست تھی۔ کہ امیدوں کے پہاڑوں کو اڑا کر لے گئی۔ جو چہرے خوشیوں سے تمتما رہے تھے۔ حرمان و یاس سے پژمردہ ہو گئے۔ دنیا اور اس کے باشندے ایک کھلونا اور وہ بھی شکستہ کھلونا نظر آنے لگے۔ مگر ذرہ سانس لیکر ان علماء نے پھر گرجکر لوگوں کو مخاطب کیا۔ اور کہا۔ مگر تم مایوس نہ ہو۔ کہ جہاں تمہاری امیدوں کو توڑا گیا ہے۔ وہاں ان کے جوڑنے کا بھی انتظام موجود ہے۔ اور جہاں ڈرایا گیا ہے۔ وہاں بشارت بھی مہیا کی گئی ہے۔ خدا کے عدل نے تم کو سزا دینی چاہی تھی۔ مگر اس کے رحم نے تم کو بچا لیا۔ اور وہ اس طرح کہ اسنے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا۔ کہ تا وہ بے گناہ ہو کر صلیب پر لٹکایا جائے اور سچا ہو کر جھوٹا قرار پائے۔ چنانچہ وہ مسیح کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوا۔ اور یہود نے اسے بلا کسی گناہ کے صلیب پر لٹکا دیا۔ اور وہ تمام ایمان لانے والوں کے گناہ اٹھا کر انکی نجات کا موجب ہوا۔ پس تم اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہ اٹھا لے گا۔ اس طرح خدا کا عدل بھی پورا ہو گا اور رحم بھی۔ اور دنیا نجات پا جائیگی۔ میں نے دیکھا۔ کہ مایوسی پھر دور ہو گئی۔ اور لوگ خوشیوں سے اچھلنے لگے۔ اور ساری دنیا نے ایسی خوشی کی جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں ملتی۔ اور لوگ آئے اور صلیب کو جو ان کی نجات کا موجب ہوئی۔ روتے ہوئے چمٹ گئے۔ وہ بیتاب ہو کر کبھی اسکو بوسہ دیتے اور کبھی اسکو سینے سے لگاتے۔ اور ایک دیوانگی کے جوش سے انہوں نے اس چیز کا خیر مقدم کیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اس جوش کے سرد ہونے پر بعض لوگ [illegible] خوش [illegible] تھے۔ اور آپس میں کہتے تھے کہ یہ تو بیشک معلوم [illegible] گناہ [illegible] سے انسان نہیں بچ سکتا۔ لیکن امید کا پیغام کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر خدا کے لئے عادل ہونا ضروری ہے۔ تو اسکا بیٹا بھی ضرور عادل ہوگا۔ اور اگر گنہگار کے گناہ کو معاف کرنا عدل کے خلاف ہے تو بیگناہ کو سزا دینا بھی تو عدل کے خلاف ہے۔ پھر کس طرح ہوا کہ خدا کے بیٹے نے دوسروں کے گناہ اپنے سر پر لے لئے۔ اور خدا نے اس بے گناہ کو پکڑ کر سزا دیدی؟ پھر انہوں نے کہا کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ موت کو تو گناہ کی سزا بتایا گیا تھا۔ جب گناہ نہ رہا تو موت کیونکر رہ گئی؟ گناہ کے معاف ہونے پر موت بھی تو موقوف ہو جانی چاہیئے تھی۔ پھر بعض لوگوں نے کہا۔ کہ ہم سے تو اب بھی گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ اگر ورثہ کا گناہ دور ہو گیا تھا۔ تو گناہ ہم سے باوجود بچنے کی کوشش کے کیوں ہو جاتا؟ جب بعض دوسروں نے انکو دلیری سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم سے بھی اور ہم سے بھی؟

پھر میں نے عالم خیال میں دیکھا۔ کہ اُن لوگوں نے کہا کہ خدا نے ہم کو کیوں پیدا کیا؟ انسانیت جو اسقدر اعلیٰ شے سمجھی جاتی تھی کیسی ناپاک ہے؟ کس طرح گناہ سے اسکا بیج پڑا اور گناہ میں اس نے پرورش پائی۔ اور گناہ ہی اس کی خوراک بنی۔ اور گناہ ہی اسکا اوڑھنا اور بچھونا ہوا۔ ایسی ناپاک شے کو وجود میں لانے کا مقصد کیا تھا؟ یہ جنت کیا شے ہے اور کس کے لئے ہے؟ کیونکہ ہم کو تو مایوسی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور دوزخ کے سوا کسی شے کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ وہ انہی فکروں میں تھے۔ کہ پھر وہی شیریں اور درست کر دینے والی آواز جو کئی بار پہلے دنیا کے عقدے حل کر چکی تھی۔ بلند ہوئی۔ پھر اس آواز کی صداؤں سے پُرکیف نغمے پیدا ہو کر دنیا پر چھا گئے۔ پھر ہر شخص گوش بآواز ہو گیا۔ پھر ہر دل رجاء و امید کے جذبات سے دھڑکنے لگا۔ وہ آواز بلند ہوئی۔ اور اس نے دنیا کو اس بارہ میں ایک طویل پیغام دیا۔ جس کے مطلب اور مفہوم کو میں اپنے الفاظ میں اور اپنی تمثیلات سے ادا کرتا ہوں۔

اسنے کہا۔ جو کسی کے دل میں ناامیدی پیدا کرتا ہے۔ وہ اس کے ہلاک کرنے کا ذمہ وار ہے۔ ایمان کی کیفیت خوف و امید کی چاردیواری کے اندر ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ بھی تب جب امید کا پہلو خوف پر غالب ہو۔ پس جو امید کو دور کرتا ہے۔ وہ گناہ کو مٹاتا نہیں بڑھاتا ہے۔ اور خطرہ کو کم نہیں زیادہ کرتا ہے۔ آدم نے بیشک خطا کی لیکن وہ ایک بھول تھی۔ دیدہ و دانستہ گناہ نہ تھا۔ لیکن یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ باپ جو کچھ کرے بیٹے کو اسکا ورثہ ملے۔ اگر یہ ہوتا تو جاہل ماں باپ کے لڑکے ہمیشہ جاہل رہتے۔ اور عالموں کے عالم۔ مسلول ماں باپ کے بچے ہمیشہ مسلول نہیں ہوتے۔ نہ کوڑھیوں کے بچے ہمیشہ کوڑھی ہوتے ہیں۔ بعض باتوں میں ورثہ ہے۔ اور بعض میں ورثہ نہیں۔ اور جہاں ورثہ ہے وہاں بھی خدا تعالیٰ نے ورثہ سے بچنے کے سامان پیدا کئے ہیں۔ اگر ورثہ سے بچنے کے سامان نہ ہوتے۔ تو تبلیغ اور تعلیم کا مقصد کیا رہ جاتا؟ کافروں کے بچوں کا ایمان لے آنا بتاتا ہے۔ کہ ایمان کے معاملہ میں خدا تعالیٰ نے ورثہ کا قانون جاری نہیں کیا۔ اگر ایسی بھی ورثہ کا قانون جاری ہوتا۔ تو مسیح کی آمد بھی بیکار جاتی۔ اسنے کہا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو نیک طاقتیں دیکر پیدا کیا ہے۔ پھر بعض انسان ان طاقتوں کو ترقی دیتے ہیں۔ اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور بعض انکو پاؤں میں روند دیتے ہیں۔ اور نامراد ہو جاتے ہیں۔ قانونِ شریعت بیشک سب کا سب قابلِ عمل ہے۔ لیکن نجات کی بنیاد عمل پر نہیں ایمان پر ہے۔ جو فضل کو جذب کرتا ہے۔ عمل اس کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور نہایت ضروری۔ لیکن پھر بھی وہ تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اور ذریعہ کی کمی سے چیز کا فقدان نہیں ہوتا۔ بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے۔ لیکن پانی سے وہ بڑھتا ہے۔ ایمان بیج ہے اور عمل پانی جو اسے اوپر اٹھاتا ہے۔ خالی پانی سے درخت نہیں اُگ سکتا لیکن بیج ناقص ہو۔ اور پانی میں کسی قدر کمی ہو جائے۔ تب بھی درخت اُگ آتا ہے۔ کسان ہمیشہ پانی دینے میں غلطیاں کر دیتے ہیں۔ لیکن اس سے کھیت مارے نہیں جاتے جبتک بہت زیادہ غلطی نہ ہو جائے۔ انسانی عمل ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ اور اسکی کمی اس میں نقص پیدا کرتی ہے۔ لیکن اس کی ایسی کمی جو شرارت اور بغاوت کا رنگ نہ رکھتی ہو۔ اور حد سے بڑھنے والی نہ ہو۔ ایمان کی کھیتی کو تباہ نہیں کر سکتی۔ اور شرارت و بغاوت بھی ہو۔ تو خدا کا عدل توبہ کے راستہ میں روک نہیں۔ عدل اسکو نہیں کہتے کہ ضرور سزا دیجائے۔ بلکہ اسکو کہتے ہیں کہ بیگناہ کو سزا نہ دیجائے۔ پس گنہگار کو رحم کرکے بخشنا اللہ تعالے کی صفت عدل کے مخالف نہیں۔ عین مطابق ہے۔ اگر عدل کے معنے یہ ہوں۔ کہ ہر عمل کی عمل کے برابر جزا ملے۔ تو بخشش اور نجات کے معنے ہی کیا ہوئے؟ اس طرح تو نہ صرف گناہ کا بخشنا عدل کے خلاف ہوگا۔ بلکہ عمل سے زیادہ جزا دینا بھی عدل کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ عدل کے معنے برابر کے ہیں۔ اور اگر یہ صحیح ہو تو کسی شخص کو اسکی عمر کے برابر ایام کے لئے ہی نجات دیجا سکتی ہے۔ اور وہ بھی اس کے اعمال کے وزن کے برابر۔ مگر اسے کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا۔ پھر نہ معلوم خدا تعالےٰ کی رحمت کو اس مسئلہ سے کیوں محدود کیا جاتا ہے؟ اسنے کہا۔ خدا مالک ہے۔ اور مالک کے لئے انعام اور بخشش

میں کوئی حدبندی نہیں۔ وہ بیشک وزن کرتا ہے۔ لیکن اسکا وزن اس لئے ہوتا ہے۔ کہ کسی کو اس کے حق سے کم نہ ملے۔ نہ اس لئے کہ اس کے حق سے زیادہ نہ ملے۔ مسیح بیشک بیگناہ انسان اور خدا کا رسول تھا۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ وہ دوسروں کا بوجھ اٹھائیگا۔ قیامت کے دن ہر شخص کو اپنی صلیب خود ہی اٹھانی ہوگی۔ اور جو خود اپنی صلیب نہ اٹھا سکے گا۔ وہ نجات بھی نہ پاسکے گا۔ سوائے اس کے کہ خدا کے فضل کے ماتحت اس کی بخشش ہو۔ اور خدا تعالےٰ خود کسی کا بوجھ اٹھالے۔ بس یہ مت کہو کہ انسان فطرتاً ناپاک ہے۔ ہاں وہ جو خدا کی دی ہوئی خلعت کو خراب کردے۔ وہ ناپاک ہے۔ ورنہ خدا کے بندے اس کے قرب کے مستحق ہیں اور قرب پاکر رہیں گے۔

میں نے دیکھا۔ اس آواز کا بلند ہونا تھا۔ کہ دلوں کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ خالق اور مخلوق کے تعلقات روشن ہوگئے۔ اور مایوسیاں امید سے بدل گئیں۔ لیکن ساتھ ہی خشیتِ الٰہی امید کے ہم پہلو آکر بیٹھ گئی۔ اور ہر غلط اتکال اور نامناسب استغنا کا دروازہ بند ہوگیا۔ جو ہمت ہار بیٹھے تھے۔ وہ از سر نو شیطان سے آزادی کی جدوجہد میں لگ گئے۔ اور جو حد سے زیادہ امید لگائے بیٹھے تھے۔ اور دوسروں پر اپنا بوجھ لادنے کی فکر میں تھے۔ انہوں نے دوڑ کر اپنے بوجھ اپنے کاندھوں پر رکھ لئے۔ دنیا کی بے چینی دور ہوگئی۔ اور اطمینان دلوں میں خیمہ زن ہوگیا۔ اور اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ انسانیت خوشی سے اچھل رہی تھی۔ میرے دل سے پھر اک آہ نکلی۔ ویسی ہی جیسے ایک معشوق سے دور پڑے ہوئے عاشق کے سینے سے نکلتی ہے۔ میں نے دور افق میں بعد زمانی کی غیر متناہی روکوں کو دیکھا۔ اور حسرت سے سر نیچے ڈال دیا۔ پھر جذبات سے بھرے ہوئے دل سے میری زبان سے نکلا۔ یہ آواز انسانیت کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

## نسلِ انسانی کے لئے رحمت

مجھے دل میں خیال گزرا کہ جس طرح یہ آواز انسانیت کے لئے رحمت ثابت ہوئی ہے۔ کیا انسانوں کے لئے بھی رحمت ہے؟ کیا انسان جسمانی لحاظ سے بھی اس سے کوئی نفع حاصل کرتا ہے اور اسکا محتاج ہے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ میں نے دیکھا۔ کچھ لوگ خدا تعالےٰ کی محبت میں سرشار لٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ اور رات اور دن اسی حالت میں عبادت کرتے ہیں۔ اور میں نے کچھ اور کو دیکھا کہ سخت سردی میں سرد پانیوں میں کھڑے ہوکر ذکر الٰہی میں مشغول ہیں۔ اور ایک اور جماعت کو میں نے گرمی میں بڑے بڑے الاؤ جلاکر ان میں بیٹھے ہوئے یاد محبوب میں ہوش و حواس سے گم پایا۔ اور بعض کو میں نے دیکھا کہ انہوں نے عہد کرلیا کہ ہم شادیاں نہیں کرینگے۔ اور عورت خاوند کا اور مرد بیوی کا منہ نہ دیکھیگا۔ اور بعض نے کہا۔ وہ اچھی چیزیں نہیں کھائیں گے۔ بلکہ ہر سال اپنی مرغوب اشیاء میں سے بعض کو ترک کرتے چلے جائیں گے۔ میں نے ان لوگوں کو اس حال میں دیکھا۔ اور میرا دل تردد میں پڑ گیا۔ ایک طرف انکی شاندار قربانی مجھے انکی قدردانی پر مائل کرتی تھی۔ اور دوسری طرف میرا دل سوال کرتا تھا۔ کہ کیا خدا تعالےٰ نے تمام حسن اور خوبی اس لئے پیدا کی ہے۔ کہ اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اور اسے ترک کیا جائے؟ اور کیا اس سے خود اللہ تعالےٰ پر اعتراض نہیں آتا۔ کہ اسنے سب کچھ بے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے؟ اور حقیقی فائدے کے لئے کچھ بھی نہیں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ میں نے پھر وہی آواز بلند ہوتی ہوئی سنی۔ مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے اس آواز کے مالک کی نگاہ دلوں کی گہرائیوں تک پہنچی ہے۔ اور انسانی فطرت کی گہرائیاں اس پر روشن ہوجاتی ہیں۔ یا جیسے کوئی دلوں کی واقف اور انسانی خواہشات سے آگاہ ہستی سب کچھ دیکھکر اسے بتاتی جاتی ہے۔ اور میں نے اس آواز کو جس کی شیرینی کو کوئی شیرینی نہیں پہنچ سکتی۔ اور جسکی دلکشی کے بالمقابل دنیا کے سارے راگ بے لطف نظر آتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ نادانو! تمہارے ظاہری تقدس تمہارے کام نہیں آسکتے۔ تقدس یہ نہیں کہ تم اپنے جسم کو تکلیف دو۔ تقدس یہ ہے کہ تمہارے دل صاف ہوں۔ اور بہادر وہ نہیں جو مخالفت سے خائف ہوکر بھاگ جائے۔ بہادر وہ ہے جو مخالفت کے میدان میں کھڑا ہوکر دشمن کی بات تسلیم نہ کرے۔ خدا نے جس چیز کو پاک بنایا ہے۔ اس سے گناہ نہیں پیدا ہوسکتا۔ گناہ تو خدا کے بنائے ہوئے حدود کو توڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اے نادانو! کیا تم یہ نہیں سوچتے۔ کہ خدا تعالیٰ نے صرف تم پر اپنے ہی حق تو مقرر نہیں کئے۔ جب اسنے تم کو مدنی الطبع بنایا ہے۔ تو اسنے تم پر اپنے دوستوں کے بھی اور اپنے ہمسائیوں کے بھی اور اپنی قوم کے بھی بلکہ اپنے نفس کے بھی حق رکھے ہیں۔ تم ان سب حقوق کو چھوڑ کر اگر رہبانیت کی زندگی بسر کرتے ہو۔ تو تم ایک نیکی کے ارادے سے دس بدیوں کے مرتکب ہوتے ہو۔ اور گناہ کی دلدل سے نکلنے کی بجائے اس میں اور بھی پھنس جاتے ہو۔ تمہارا شادیاں نہ کرنا تم میں عفت نہیں پیدا کرتا۔ اگر نسلِ انسانی کے فنا کا ہی نام نیکی ہوتا۔ تو خدا تعالےٰ انسان کو پیدا ہی کیوں کرتا؟ کیا تم اس کام میں نقص نکالتے ہو۔ جو خدا تعالیٰ نے کیا؟ اور اس کی پیدائش میں تغیر کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ نیکی یہ نہیں کہ تم نفس کو بلاوجہ دکھ دو۔ اور خدا داد ذرائع کی موجودگی میں دیواریں پھاند پھاند کر آؤ۔ بلکہ نیکی یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی بتائی ہوئی حدبندیوں کے اندر استعمال کرو۔ تا تمہارے اندر صالح خون پیدا ہو۔ اور تم نیک اعمال پر قادر ہوجاؤ۔

میں نے دیکھا۔ یہ بات اسقدر خوبصورت اور یہ نصیحت ایسی پاکیزہ تھی۔ کہ انسانوں کے مرجھائے ہوئے چہروں پر رونق آگئی اور وہ وحشت زدہ مخلوق جو اپنے سایوں سے بھی ڈر کر بھاگتی تھی۔ اسنے پھر انسانیت کا جامہ پہن لیا۔ اور خدا کی بنائی ہوئی خوبصورتی کو ایک نئی نگہ سے دیکھنا شروع کیا۔ وہ جو ہر شے کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور ہر حسن میں شیطان کا ہاتھ پوشیدہ دیکھتے تھے۔ اور دنیا کو دشمنوں سے گھرا ہوا خیال کرتے تھے اور اپنے آپکو تن تنہا سمجھتے ہوئے بوکھلائے ہوئے پھرتے تھے۔ میں نے دیکھا۔ ان کے چہروں سے اطمینان ظاہر ہونے لگا۔ بجائے ہر چیز کو زہر خیال کرنے کے تریاق کی خوبیاں بھی انہیں نظر آنے لگیں۔ اور بجائے اپنے آپکو دشمنوں میں گھرا ہوا محسوس کرنے کے وہ یہ محسوس کرنے لگے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر ان کے مددگار پیدا کئے ہیں۔ اور ہر پڑاؤ پر انکی رہنمائی کے لئے علامتیں لگائی ہیں۔ تب انہوں نے اپنی جلد بازیوں پر ندامت کا اظہار کیا۔ اور اپنی بیوقوفیوں پر افسوس کا اور خدا تعالےٰ کا شکر ادا کرنے لگے۔ کہ اسنے دنیا کو ہمارے دشمنوں سے نہیں بھرا۔ بلکہ دوستوں سے معمور کیا ہے۔ اور شکر و امتنان کے جذبے سے متاثر ہوکر اپنے مربی اور اپنے ہادی کے آگے سجدہ میں گر گئے۔ میرے دل سے اس پر پھر ایک آہ نکلی۔ اور میں نے کہا۔ کہ یہ آواز نسلِ انسانی کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

## گذشتہ انبیاء کیلئے رحمت

جب میں نے محسوس کرلیا کہ انسان فطرۃً نیک ہے اور اسمیں اعلےٰ ترقیات کے جوہر مخفی ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے قرب کی راہیں غیر محدود ہیں۔ تو میں نے کہا کہ آؤ دیکھیں انسان نے کیسے کیسے باکمال وجود پیدا کئے ہیں۔ اور نسلِ انسانی کے اعلیٰ نمونوں کا مطالعہ کریں۔ اور دیکھیں۔ انہوں نے کن کن کمالات کو حاصل کیا ہے اور کن بلندیوں تک پرواز کی ہے۔ اور میں عالم خیال میں ہندوؤں کی طرف مخاطب ہؤا۔ اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ آپ سب سے قدیم قوم ہیں۔ اور آپکا مذہب سب سے پرانا ہے۔ کیا آپکے مذہب میں کوئی باکمال لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں؟ مجھے یہ سنکر خوشی ہوئی کہ ہندو قوم میں بڑے بڑے باکمال لوگ گزرے ہیں۔ میرے سامنے انہوں نے ویدوں کے رشیوں کی تعریف کی۔ منو جی کی خبر دی۔ بیاس جی سے آشنا کیا۔ کرشن جی کے حالات سنائے۔ رام چندر جی کے واقعات سے آگاہ کیا۔ اور میرا دل انکی باتوں کو سنکر اور انکی دنیا کو نیک بنانے کی جدوجہد کو معلوم کرکے بہت ہی لطف میں آیا۔ تب میں نے ان سے سوال کیا۔ آپکے ہمسایہ میں بدھ مت والے بستے ہیں۔ کچھ ان کے بانی کی نسبت بھی مجھے خبر دیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو ایک دھوکا خوردہ انسان تھے۔ کچھ ایسے خدا رسیدہ آدمی نہ تھے۔ میں نے کہا کسی اور قوم کے بزرگ کا حال بتائیں لیکن انہوں نے یہی کہا کہ ہمارا مذہب سب سے قدیم ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے سب ہدایت ہمارے بزرگوں کی معرفت دنیا کو دیدی ہے۔ اسکے بعد اسے کسی اور الہام کے بھیجنے اور معرفت کا راستہ بتانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تب میں بدھ مت والوں کی طرف متوجہ ہؤا۔ اور ان سے اس مذہب کے بانی کے حالات پوچھے۔ انہوں نے بدھ جی کے جو حالات سنائے۔ وہ ایسے دلکش اور مؤثر تھے کہ میرا دل بھر آیا۔ اور انکی محبت میرے دل میں گڑ گئی۔ اور میں نے کہا۔ کہ آپکے مذہب کے بانی واقعہ میں بڑے آدمی تھے انہوں نے خود دکھ برداشت کئے۔ اور دوسروں کو سکھ دئے۔ خود تکالیف برداشت کیں۔ اور دوسروں کو آرام پہنچایا۔ اپنی زندگی کی ہر گھڑی کو بنی نوع انسان کی خیر خواہی میں صرف کیا۔ ان کے حالات بالکل کرشن جی اور رام چندر جی کی طرح کے ہیں۔ اور وہ بھی انہی کی طرح آسمان روحانیت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ پھر نہ معلوم ہندو لوگ انکو کیوں اچھا نہیں سمجھتے۔ اور ان کے حسن کی قدر نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپکو غلطی لگی ہے۔ ہمارے گوتم بدھ اور رامچندر جی اور کرشن جی میں کوئی مناسبت نہیں۔ آپ جو کچھ کرشن جی اور رام چندر جی کی نسبت سنتے ہیں وہ تو قصے اور کہانیاں ہیں۔ ہندوؤں کے بزرگ ہمارے مذہب کے بانی کی حقیقت تک کہاں پہنچ سکتے تھے؟ میں نے ہر چند اصرار کیا۔ کہ دونوں قوموں کے بزرگوں کے حالات آپس میں مشابہ ہیں اور انکے مخالفوں کے بھی۔ لیکن بدھ مت کے لوگ نہ مانے

اور نہ ملنے۔ اور میں زردشتیوں کیطرف متوجہ ہوا۔ اور ان سے پوچھا کہ کیا ان میں بھی کوئی بزرگ گزرا ہے؟ زردشتیوں نے اپنے بزرگ زردشت کے احوال سنائے جنکو سن کر میرے دل کی کلی کھل گئی اور میرا سینہ خوشی سے بھر گیا۔ کیونکہ اس مرد نیک سیرت کی زندگی ایک اعلیٰ درجہ کا سبق تھی۔ بدی کے خلاف اسکی جد و جہد۔ نیکی کے قیام کے لئے اسکی مساعی۔ بندوں کو خدا تعالےٰ کی طرف پھیر لانے کیلئے اسکی تگ و دو کچھ ایسی شاندار تھی۔ کہ منجمد خون میں بھی حرارت پیدا ہوتی تھی۔ ساکن دل بھی حرکت کرنے لگتا تھا۔ میں نے انکے احوال معلوم کئے اور بہت ہی فائدہ حاصل کیا۔ میں نے کہا۔ وہ بالکل کرشن۔ رامچندر بدھ کا نمونہ تھے۔ اور ہر اس قابل کہ ان کے نمونہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور انکے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کیجائے۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ان کے ماننے والوں نے اس بات کو بہت ہی برا مانا۔ اور اس قول میں اپنے بزرگ سردار کی ہتک محسوس کی۔ اور کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ہندوؤں کا تعلق تو بد ارواح سے ہے۔ آپ نے نہیں سنا کہ ان کا تعلق دیو سے ہے اور اہرمن سے۔ اور اگر آپ ہماری کتب پڑھیں تو آپکو معلوم ہوگا۔ کہ یہ بد ارواح کے نام ہیں۔ پھر آپ نے کس طرح ان لوگوں کے بزرگوں کو ہمارے آقا سے مشابہت دی۔ میری حیرت جو دوسری اقوام کے رویہ سے پہلے ہی ترقی پر تھی۔ اور بھی بڑھ گئی۔ اور میں تعجب و حیرت سے دوسری قوموں کیطرف متوجہ ہوا۔ میں نے یہود کو مخاطب کیا۔ اور ان سے انکے بزرگوں کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے ایک لمبا سلسلہ بزرگوں کا پیش کیا۔ انہوں نے دنیا کی ابتدا آدمؑ سے بیان کی۔ اور نوحؑ کے طوفان اور اس کی فتوحات کا ذکر کیا۔ پھر ابراہیمؑ اور اسکی کامیابیوں اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ اور داؤدؑ اور یسعیاہؑ اور عزراؑ اور ان کے علاوہ بیسیوں اور بزرگوں کے کارناموں کا ذکر کیا۔ انہوں نے خصوصیت سے موسیٰؑ کا ذکر کیا۔ کہ وہ بہت بڑے نبی تھے۔ اور ان کے ذریعہ سے دنیا میں شریعت تکمیل کو پہنچی۔ اور انہوں نے کہا کہ انکی شریعت کے احکام ایسے کامل ہیں کہ جبتک دنیا قائم ہے قائم ہیں۔ کوئی شخص ان کا ایک شوشہ بھی مٹا نہیں سکتا۔ میں نے دیکھا اس سلسلہ میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور داؤدؑ عظیم الشان انسان تھے۔ ابراہیمؑ کے حالات تو ایسے تھے کہ دل محبت اور پیار کے جذبات سے لبریز ہو جاتا تھا۔ اور موسیٰؑ کی قومی تربیت کی جد و جہد اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایک بچہ کی سی سادگی کے ساتھ رجوع ایسا دلکش نظارہ تھا۔ کہ وہاں سے ہلنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ مگر داؤدؑ کا عشق بھی کچھ کم دلآویز نہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ داؤدؑ کے ہر ذرہ میں محبت کی بجلی سرایت کر گئی تھی۔ اور انکی آواز کی ہر لہر میں موسیقی کی روح ناچتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ان کے درد انگیز نوحے نہ صرف اللہ تعالےٰ کی محبت کی گہرائیوں کا پتہ دیتے تھے بلکہ ان کے نشیبہ گیتوں میں ایک ایسے معشوق کی محبت کا بھی اظہار تھا جو ابھی دنیا میں پیدا نہ ہوا تھا مگر اہل بصیرت لوگوں کو اس کی انتظار تھی۔ اور وہ اپنی روحانی آنکھوں سے ہی دیکھ کر اس کے عاشق ہو رہے تھے۔ مجھے موسیٰؑ کی باتوں میں بھی یہ جھلک نظر آئی۔ مگر وہاں ایک ظلی ہیولا سا مجھے دکھائی دیا۔ اور داؤدؑ کے نغموں میں عشق کا ترنم اور محبت کا سوز پایا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ داؤدؑ نے ایک ہی وقت میں سورج چاند کو دیکھا۔ کبھی ایک کے جلال کو دیکھتے اور کبھی دوسرے کے جلال کو۔ وہ ایک کی قوت عاکسہ پر عش عش کرتے تو دوسرے کی قوت منعکسہ پر۔

میری روح یہود کے بزرگوں کے حالات معلوم کرکے بیحد مسرور ہوئی۔ اور اس نے خیال کیا۔ یہاں سے مجھے میری بے چینی کا علاج ملے گا۔ اور اس نے ان سے دریافت کیا۔ کہ آپ لوگوں کا خیال ہندوؤں اور بدھوں اور زردشتیوں کے بزرگوں کے متعلق کیا ہے؟ میری حیرت کی حد نہ رہی جب انہوں نے بھی مجھے یہ جواب دیا۔ کہ آپ ان لوگوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ وہ سب گمراہ لوگ تھے۔ الہام تو صرف عبرانی میں ہو سکتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی زبان بھی عبرانی ہے۔ اور جنت کی زبان بھی عبرانی۔ اور فرشتے بھی عبرانی زبان ہی بولتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا دعویٰ تو سنسکرت اور پراکرت اور پہلوی زبانوں میں الہام کا ہے۔ ان کے دعوے تو بالبداہت غلط ہیں۔ بعض لوگوں نے احتجاج کیا۔ کہ شیطان کی زبان بھی تو آپکے نزدیک عبرانی تھی۔ پھر جب شیطان سنسکرت پراکرت اور پہلوی جاننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈال لیتا تھا۔ تو فرشتے نیک باتیں کیوں نہیں ڈال سکتے تھے؟ اور جبکہ وہ لوگ بھی خدا تعالےٰ کی مخلوق تھے۔ تو ان کے لئے خدا تعالیٰ نے کیا کیا؟ مگر انہوں نے ان باتوں کی طرف توجہ نہ کی۔ اور کہا سب مخلوق ایک سی نہیں ہوتی۔ ہم خدا کی چنیدہ قوم ہیں۔ ہم اور دوسرے برابر نہیں ہو سکتے۔ میرا دل پھر اندر ہی اندر بیٹھنے لگا۔ مجھے پھر نور غائب ہوتا ہوا اور تاریکی پھیلتی ہوئی نظر آئی۔ اور میں افسردہ دلی سے عیسائیوں کی طرف مخاطب ہوا۔ میں نے عالم خیال میں ان سے بھی مسیحؑ کے متعلق سوال کیا۔ اور انہوں نے جو حالات ان کے سنائے وہ ایسے دردناک تھے۔ کہ میری آنکھوں میں بار بار آنسو آجاتے تھے۔ میں نے کہا۔ بیشک یہ بزرگ بھی بالکل دوسری اقوام کے بزرگوں کیطرح بہت بڑے پایہ کے تھے۔ مگر میری اس بات سے خوش ہونے کی بجائے وہ لوگ ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ آپ دوسرے بزرگوں کا ذکر نہ کریں۔ یہود سے باہر تو کوئی بزرگ ہوا ہی نہیں۔ اور یہود کے بزرگ بھی گو خدا تعالےٰ کی طرف سے تھے مگر تھے سب گنہگار ہی۔ آدمؑ سے لیکر داؤدؑ تک بلکہ یحییٰؑ تک ایک بھی پاک نفس نہیں گزرا۔ پاکیزگی صرف خدا تعالےٰ کے بیٹے کو حاصل ہے۔ جو مسیحؑ کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ میں نے کہا اور باقی قومیں؟ انہوں نے کہا وہ مسیحؑ پر ایمان لا کر بچ سکتی ہیں۔ میں نے کہا مسیحؑ کے بعد کے لوگ تو اس طرح بچ سکتے ہیں۔ پہلے لوگ کرشن۔ رامچندر۔ بدھ اور زردشت جیسے لوگ؟ وہ نیکیوں کے مجسمے وہ تقویٰ کی جیتی جاگتی تصویریں انکا کیا حال ہے؟ انہوں نے افسوس سے سر ہلایا۔ اور کہا۔ کوئی ہو نجات وہی پائیگا جو مسیحؑ کی بیگناہ موت پر ایمان لاتا ہے۔ چونکہ مسیحؑ کی قوم آخری قوم تھی۔ میرا دل مایوسی سے بھر گیا۔ اور میں نے کہا خدایا! یہ کیا بات ہے۔ تو نے حسن ہر جگہ پیدا کیا ہے لیکن ہر جگہ کی قوم دوسری جگہ کے حسن کو نہیں دیکھ سکتی۔ کیا یہ حسن ہی نہیں جسے میں حسن سمجھ رہا ہوں یا لوگوں کی نظروں کو کچھ ہو گیا؟ میں اسی خیال میں تھا۔ کہ پھر مجھے وہی پیاری آواز۔ وہ دلکش آواز۔ وہ سیدھا راستہ دکھانے والی آواز بلند ہوتی سنائی دی۔ اس نے کہا سنو اے دنیا کے بھولے ہوئے لوگو! دنیا کی کوئی قوم نہیں جس میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی نہ آئے ہوں۔ خدا تعالےٰ رب العالمین ہے کسی خاص قوم کا رب نہیں۔ وہ ظالم نہیں۔ اور ہوشیار کرنے کے بغیر سزا نہیں دیتا۔ پھر کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس کے عذاب تو ہر ملک میں آتے لیکن نبی ہر ملک میں نہ آتے؟ خدا تعالےٰ کی کوئی زبان نہیں۔ وہ زبانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسکا الہام بندوں کی زبان میں نازل ہوتا ہے۔ جس قوم کو وہ مخاطب کرتا ہے۔ اسی کی زبان میں وہ کلام کرتا ہے۔ کہ لوگ اس کی نازل کردہ ہدایتوں کو سمجھیں۔ خدا کے سب نبی برگزیدہ اور پاک تھے۔ انہیں تمہارے لئے نمونہ ہے۔ جو انہیں سے ایک کا بھی انکار کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی درگاہ سے راندا جاتا ہے۔ اور جو ان کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ برکت پاتا ہے۔ اور ہدایت حاصل کرتا ہے۔ میری روح اس آواز کو سنکر خدا تعالےٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئی۔ اور میں نے کہا۔ اے پیارے مالک! اگر یہ آواز تیری طرف سے بلند نہ ہوتی۔ تو میں تو تباہ ہو جاتا۔ مجھے تو نے حسن کو پہچاننے کا مادہ دیا ہے۔ اندھا حسن سے بیخبر رہ کر دنیا کی اس کیفیت سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا تھا جو میں نے دیکھی۔ لیکن میں جسے تو نے آنکھ دی تھی۔ اگر اس آواز کو نہ سنتا دیوانہ ہو جاتا۔ پاگلوں کیطرح کپڑے پھاڑ کر جنگلوں میں نکل جاتا۔ مجھے تو کرشنؑ۔ رامچندرؑ۔ بدھؑ۔ زردشتؑ! موسیٰؑ عیسیٰؑ میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ میرے لئے یہ عقدہ لاینحل تھا۔ کہ حسن موجود ہے۔ لیکن لوگ اسے نہیں دیکھتے۔ مگر تیرا شکر اور احسان ہے۔ کہ تو نے اس آواز کو بلند کیا۔ میرا دل اسوقت اس آواز والے کی محبت سے بھی استعدر لبریز ہوا کہ میں نے سمجھا۔ میرے صبر کا پیالہ ابھی چھلک جائے گا۔ میرے سینہ سے پھر ایک آہ نکلی۔ اور میں نے کہا۔ کہ یہ آواز تو سب دنیا کے بزرگوں کے لئے ایک رحمت ثابت ہوئی۔ اور میں نے بیتاب ہو کر اس آواز کے مالک کے دامن کو پکڑنا چاہا۔ لیکن میرے اور اس کے درمیان تیرہ صدیوں کا پردہ حائل تھا ایک قابو میں نہ آنے والا مانع۔ ایک بے بس کر دینے والا گزشتہ زمانہ۔ آہ! اے عزیزو! میں تم کو کیا بتاؤں۔ اسوقت میرا کیا حال تھا۔ ایک پیاس سے مرنے والے آدمی کے منہ سے پانی کا گلاس لگا کر جس طرح کوئی روک لے۔ وہ اس کی خنکی کو تو محسوس کرے۔ لیکن اس کی تراوت اس کے حلق کو نہ پہنچے۔ بالکل میرا یہی حال تھا۔ مجھے یوں معلوم ہوتا تھا۔ اس آواز کا صاحب بالکل میرے پاس ہے۔ اور باوجود اس کے اسکے اور میرے درمیان تیرہ صدیوں کا لمبا بُعد تھا۔ میں اس کے دامن کو چھوتا تھا۔ مگر پھر بھی پکڑ نہیں سکتا تھا۔ اسوقت میرا دل چاہتا تھا۔ کہ اگر مجھے داؤدؑ ہی مل جائیں۔ تو میں انہیں پکڑ کر گلے لگاؤں۔ اور پھر خوب روؤں۔ وہ مستقبل کے گلے کریں اور میں ماضی کے شکوے۔ کیونکہ انہیں اس امر کا شکوہ تھا۔ کہ وہ اس محبوب سے تیرہ سو سال پہلے کیوں پیدا ہو گئے؟ اور مجھے اس کا افسوس تھا کہ میں تیرہ سو سال بعد کیوں پیدا ہوا؟

## پہلی کتب کے لئے رحمت

میں نے بزرگان دین کی طرف توجہ کرنے کے بعد پہلی کتب کی طرف نگہ کی۔ اور میں نے خیال کیا۔ کہ بزرگ فوت ہو چکے۔ ان کے کارنامے لوگوں کے سامنے نہیں۔ اور شاید انسان انسان سے حسد بھی کرتا ہے۔ ممکن ہے حسد اور بغض کی وجہ سے لوگوں نے ان بزرگوں کی قدر نہ کی ہو۔ اور چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کی باتوں میں آگئے ہوں۔ اس لئے آؤ ہم ان کتب پر نظر ڈالیں جو آسمانی کہلاتی ہیں۔ اور ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگائیں۔ میں نے ویدوں پر

نگہ کی۔ اور انمیں بعض ایسے شاندار خیالات دیکھے۔ ایسے پاکیزہ جواہر پارے دریافت کئے۔ کہ میرے دل نے تسلیم کر لیا۔ کہ ان کو پیش کرنے والے رشی منی خدا تعالےٰ سے ہی سیکھ کر دنیا میں پیش کرتے تھے۔ اس کے کئی حصے میری سمجھ میں نہیں آئے۔ لیکن میں نے سمجھا۔ اتنے لمبے عرصہ میں انسانی دست برد بھی کتابوں کو کچھ کا کچھ بنا دیتی ہے۔ بہرحال ان میں مندرج خیالات کی عام تہہ نہائت پاکیزہ تھی۔ پھر میں نے گوتم بدھ کی پیش کردہ تعلیم کو دیکھا۔ تو اصولی طور پر اس کو بہت سے حسن سے پُر پایا۔ اگر وید وں میں محبت الٰہی کے جلوے نظر آ رہے تھے۔ تو بدھ کی تعلیم میں خدا تعالےٰ پر توکل اور اخلاقِ فاضلہ کے خوبصورت اصول نظر آئے۔ بیشک ان کی تعلیم میں بھی بہت سی باتیں میری عقل کے خلاف تھیں۔ گر اصولی طور پر میں اس امر کو سمجھ سکتا تھا۔ کہ وہ تعلیم آسمانی منبع سے ہی نکلی ہے۔ اور انسانی عقل اس کا سرچشمہ نہیں۔ گو یہ حق ہے۔ کہ انسان نے بعد میں کتر بیونت سے اس کے حسن کو کم کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ اس کے بعد میں زردشت کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس میں میں نے نہ صرف اخلاق کی اعلیٰ تعلیم پائی۔ بلکہ تدبیر کا پہلو نہائت روشن طور پر کام کرتا ہوا نظر آیا۔ بدھ میں صوفیت کی روح کام کر رہی تھی لیکن زردشت میں ایک معلم کی جو ایک بچہ کی کمزوریاں دیکھ کر اس کو تفصیلی ہدایات دیتا ہے۔ جن سے اس کے لئے اپنا کام عمدگی سے پورا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ میں نے اس میں دوسری تعلیمات کے مقابلہ میں مبدء کی نسبت معاد پر زیادہ زور پایا۔ اور اس میں یہ روح کام کرتی ہوئی دیکھی کہ زیادہ اِس خیال میں نہ پڑو۔ کہ تم کس طرح پیدا ہوئے۔ تم کدھر جا رہے ہو۔ اور مستقبل میں تم سے کیا پیش آنے والا ہے۔ اس کا زیادہ خیال کرو۔ میں نے دیکھا۔ کہ وہ تعلیم جنت اور دوزخ اور عالم برزخ اور حساب اور توبہ اور گناہ کی تلافی وغیرہ کے خیالات سے لبریز تھی۔ اور گو اس میں بھی انسانی دست اندازی کے اثر ہویدا تھے۔ لیکن یہ امر بھی بالبداہت ثابت ہوتا تھا کہ اس کا نزول اللہ تعالےٰ کی طرف سے تھا۔ اور زردشت ایک مدہ گو نہ تھے۔ جو فطرت کے رازوں کو ظاہر کر رہے ہوں۔ بلکہ خود ایک نَے تھے جس میں دوسرا شخص اپنی آواز ڈالتا ہے۔ اور جس سُر کے اظہار کے لئے چاہتا ہے۔ اسے کام میں لاتا ہے۔ پھر میں نے تورات اور اس کے ساتھ کی کتب پر نگاہ کی۔ اور انہیں خدا تعالےٰ کے جلال کے اظہار اور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات کے خیالات سے پُر پایا۔ میں نے دیکھا۔ کہ ان کتب میں اللہ تعالیٰ کی بندوں پر حکومت اور انکی مشکلات میں ان کی رہنمائی پر خاص زور تھا۔ اور اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا خدا تعالےٰ کوئی الگ بیٹھی ہوئی ہستی نہیں۔ بلکہ وہ ایسا بادشاہ ہے۔ جو روزمرہ اپنے بندوں کے کام کا جائزہ لیتا ہے۔ اور شریر کو سزا دیتا اور نیک کو انعام دیتا ہے۔ اور ان کی غلطیوں پر تنبیہ کرنے کے لئے تازہ بتازہ احکام بھیجتا رہتا ہے۔ میں نے اس مجموعہ میں یہ نیا امر دیکھا۔ کہ جہاں گزشتہ کتب تعلیم پر زیادہ زور دیتی تھیں۔ اور معلم کو نظر انداز کر رہی تھیں۔ وہاں اس مجموعہ میں معلموں کی شخصیتیں نہائت نمایاں نظر آتی تھیں۔ اور تعلیم سے کم معلم کی شخصیت پر زور نہ تھا۔ اور اسی اصل کے ماتحت اس کتاب میں ایک یا دو معلموں کے

ذکر پر بس نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ معلموں کی ایک لمبی صف تھی۔ جو ہر وقت تعلیم کے صحیح مفہوم کو سمجھانے کے لئے استادہ نظر آتی تھی۔ اس شریعت میں بھی زردشتی کتاب کی طرح تفصیلاتِ تعلیم پر خاص زور تھا۔ اور گو اس میں بھی انسانی ہاتھ کی دخل اندازی صاف ظاہر تھی۔ لیکن میں نے دیکھا۔ کہ آسمانی نور کی روشنی اسقدر درخشاں تھی۔ کہ کوئی نابینا ہی اس کے دیکھنے سے قاصر رہے تو رہے۔ پھر میں نے انجیل کی طرف نگاہ کی۔ اور اُسے گو میں ایک کتاب تو نہیں کہہ سکتا کیونکہ مسیحؑ کے اقوال اور تعلیمیں اس میں بہت ہی کم نقل تھیں۔ زیادہ تر اس کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ لیکن پھر بھی اس میں روحانیت کی جھلک تھی۔ اور جو تھوڑی سی تعلیم مسیحؑ کی طرف منسوب کر کے اس میں لکھی گئی تھی۔ وہ نہائت اعلیٰ اور دلکش تھی۔ اس کتاب میں سزا اور جزا کی جگہ محبت اور رحم پر زیادہ زور تھا۔ اور انسان کی ذاتی تکمیل کی جگہ آسمانی امداد پر انحصار رکھا گیا تھا۔ بدھ کی طرح توکل کا مظاہرہ تو نہ تھا لیکن مشکلات کے وقت خدا تعالےٰ کی امداد پر ضرور زور دیا گیا تھا۔ اس کتاب سے خود ہی ظاہر تھا۔ کہ مسیحؑ گو ایک ملہم من اللہ تھے لیکن شریعت جدیدہ کے حامل نہ تھے۔ اور گو اُن کے الہامات اس میں مذکور نہ تھے لیکن جو کچھ حصہ الہامات کا اس میں مذکور تھا۔ وہ لطیف اور اللہ تعالےٰ کی شان کا ظاہر کرنے والا تھا۔ اور ایک ادنیٰ نظر سے اس کے الہامی ہونے کا علم حاصل کیا جا سکتا تھا۔ میں نے ایک خوشی کا سانس لیا۔ اور کہا جس طرح خدا تعالےٰ کا مجازی نور اس کے مادی عالم کی ہر شے سے ظاہر ہے۔ اسی طرح اُس کا حقیقی نور اس کے روحانی عالم کی ہر شے سے ظاہر ہے۔ میں نے کہا۔ گو نبی فوت ہو چکے ہیں مگر یہ کتب اپنے حسن دلکش کی وجہ سے ضرور لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہوں گی۔ اور یہ باغِ روحانی کے مختلف پودے ضرور یکجا جمع ہو کر دنیا کی روحانی کوفت کو دُور کرتے اور اس کی اخلاقی افسردگی کو مٹاتے ہوں گے۔ مگر میری حیرت کی حد نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ باوجود آنکھوں کے سامنے ان روحانی جواہرات کی موجودگی کے ہر ایک یہی شور مچا رہا تھا کہ میرے پاس تو قیمتی ہیرے ہیں۔ اور دوسروں کے پاس صرف بے قیمت پتھر۔ میں نے کہا۔ خدایا ان عقل کے اندھوں کو کیا ہو گیا۔ کہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ اور سُنتے ہوئے نہیں سُنتے۔ کیا دُنیا سے انصاف مٹ گیا ہے؟ کیا انسان اپنی روحانیت کی نمائش گزشتہ ایام میں کر چکا اور اب بالکل کھوکھلا ہو گیا ہے؟ کیا یہ دنیا جو کسی وقت خدا کا تخت گاہ کہلاتی تھی۔ اب محض شیطان کی چوگان بازی کے لئے رہ گئی ہے؟ میں اسی فکر میں تھا۔ کہ پھر وہی دلوں کو پاک اور داغوں کو منور کر دینے والی آواز بلند ہوئی۔ اور اس نے کہا۔ کہ ہمارا یہ مسلک نہیں۔ کہ دوسروں کی قبروں پر اپنا محل بنائیں۔ جو حُسن کو نہیں دیکھتا۔ وہ اندھا ہے۔ بے شک گزشتہ کتب میں انسانی دست برد نے تغیر کر دیا ہے۔ لیکن پھر بھی ان کا منبع الہٰی علم ہے۔ اور ہماری آواز ان کی مصدق ہے۔

اور ان کے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ ہمیں خدا تعالےٰ نے علاوہ اور مقاصد کے اس مقصد کے لئے بھی مبعوث فرمایا ہے۔ کہ ہم تمام خدا تعالےٰ کی کتب کی تصدیق کریں۔ اور ان کی سچائی کو ثابت کریں۔ تا اللہ تعالےٰ پر ظلم کا الزام نہ لگے۔ اور تا حُسن کو دیکھ کر اس کا انکار کرنے والے روحانی نابینائی کے مرض میں مبتلا نہ کئے جاویں۔ تا دانا انسان ان کتب کی صداقت کا کس طرح انکار کر سکتا ہے۔ جو غیب پر مشتمل ہیں۔ اور جن کی صداقت پر آئندہ زمانہ کی پیشگوئیاں کر کے اور خصوصًا ہمارے زمانہ کی خبر دے کر خدا تعالےٰ نے مُہر لگا دی ہے۔ کوئی انسان نہیں۔ جس کو غیب کا علم ہو۔ اور یہ کتب تو غیب کے خزانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور یہ بھی تو دیکھو۔ کہ باوجود اس کے کہ ان میں انسانی ملاوٹ ہے۔ وہ توحید کی تعلیم کو خاص طور پر پیش کرتی ہیں۔ حالانکہ شیطانی کلام خدا تعالےٰ کی بادشاہت کو قائم نہیں کیا کرتا۔ اس آواز کو سُنکر میرے دل کی گرہیں کھل گئیں۔ میری پریشانی دور ہو گئی۔ اور میرے دل سے ایک آہ نکلی۔ اور میں نے کہا۔ یہ آواز گزشتہ کتب کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

## انسانی ضمیر کے لئے رحمت

جب میں نے دیکھا۔ کہ سب قوموں میں نبی گزرے ہیں۔ اور سب ہی کے پاس شمعِ ہدایت موجود ہے۔ جس کے ذریعہ سے اگر وہ چاہیں۔ تو اللہ تعالےٰ کا کامل نور پا سکتے ہیں۔ تو میں نے کہا۔ کہ باوجود اس حسد اور بغض کے جو مختلف قوموں کو دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور کتب سے ہے۔ پھر بھی وہ اشتراک اور وہ مناسبت جو ایک دوسرے کے مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ اور اُن اعلیٰ تعلیمات کی وجہ سے جو اُن کی کتب میں بھری پڑی ہیں۔ دنیا میں صلح اور امن کی تو ایک بنیاد قائم ہو گئی ہے گو غیریت اور غیرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے بزرگوں کو تسلیم نہ کریں۔ لیکن کم سے کم اس اتحاد نے دنیا کو لڑائی اور جھگڑوں سے تو ضرور بچا لیا ہو گا۔ لیکن میری حیرت کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا۔ کہ بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کو مار پیٹ رہے تھے۔ اور طرح طرح سے دکھ دے رہے تھے۔ کہ تم کیوں اپنا عقیدہ چھوڑ کر ہمارے عقیدے کو قبول نہیں کر لیتے؟ میں نے دیکھا۔ بعض کو گالیاں دی جا رہی تھیں۔ بعض کو پیٹا جا رہا تھا۔ بعض کا بائیکاٹ کیا جا رہا تھا۔ بعض پر تمدنی دباؤ ڈالا جا رہا تھا۔ اور بعض پر اقتصادی۔ لیاقت تو موجود ہوتی لیکن ملازمت نہ دی جاتی۔ اچھا مال تو فروخت کرنے کے لئے ان کے پاس ہوتا لیکن ان سے خرید و فروخت نہ کی جاتی۔ عدالتوں میں بلاوجہ اور بے قصور ان کو کھینچا جاتا۔ بعض کو تو جلا وطن کیا جاتا۔ اور بعض کو تلوار سے ڈرا کر اپنا مذہب چھوڑنے کے لئے کہا جاتا۔

میں نے دیکھا۔ کہ بعض مذہب پر جبر کیا جاتا تھا۔ اس کا عقیدہ جبر کرنے والے سے سینکڑوں گنے زیادہ اچھا ہوتا بعض دفعہ جبر کرنیوالے کے اعمال نہایت گندے ہوتے۔ اور جبر کے تختۂ مشق کے اعمال نہایت پاکیزہ ہوتے۔ میں حیران ہو کر دیکھتا کہ یہ کیا ہوتا ہے۔ جب بعض لوگ ان جابروں سے پوچھتے۔ کہ آخر یہ کیا ظلم ہے۔ اور ان لوگوں کو کیوں دکھ دیا جاتا ہے تو لوگ جواب میں کہتے۔ کہ آپ اپنے کام سے کام رکھیں ہم لوگ انصاف کر رہے ہیں۔ اور ظلم نہیں۔ بلکہ حقیقی خیر خواہی کرنیوالے ہیں۔ اگر ہادی طور پر ہم نے کچھ سختی کر لی۔ تو اس کا حرج کیا ہے جبکہ ان کی روح کو ہم نجات دلاتے ہیں میں نے دیکھا۔ کہ ظلم ترقی کرتے کرتے اس قدر بڑھ گیا۔ کہ بعض لوگوں کو صرف اس جرم پر دار پر چڑھایا جانے لگے۔ کہ وہ کیوں اپنے رب کی آواز کو سنتے ہیں۔ اور بعض کو اس لئے کہ کیوں توحید کے قائل ہیں۔ اور بعض کو اس لئے کہ کیوں خدا تعالیٰ کی طرف ظلم اور کمزوری منسوب نہیں کرتے۔ اور میں نے لوگوں کو اس لئے بھی دوسروں پر جبر کرتے دیکھا۔ کہ وہ کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ کہ خدا تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے آہ۔ یہ ایک ایسا نظارہ تھا جسے دیکھ کر میری روح کانپ گئی۔ اور میں نے کہا آخر ان مذہبوں کے آنے کا کیا فائدہ ہوا۔ یہ شریعتیں کس غرض کی ہیں۔ کہ ان کے باوجود یہ ظلم ہو رہے ہیں۔ اور میں ابھی اسی سلوک پر حیرت کر رہا تھا۔ کہ میں نے دیکھا بعض لوگ عبادت کے لئے عبادتگاہوں کی طرف آنا چاہتے تھے۔ کہ بعض دوسرے لوگوں نے ان کو روکا۔ اور کہا۔ کہ تم کو کس نے کہا ہے۔ کہ ان مقدس مقامات کو ناپاک کرو۔ اور کیا تم کو شرم نہیں آتی۔ کہ جبکہ تم عشائے ربانی میں فطیری کی جگہ خمیری روٹی استعمال کرتے ہو۔ یا مقدس اشیاء کو دستانے پہنکر پکڑ لیتے ہو۔ تم ہماری عبادت گاہوں میں داخل ہو کر انہیں نجس کرنا چاہتے ہو غرض اسی قسم کی باتیں تھیں۔ جن پر میں نے دیکھا۔ کہ لوگ ایک دوسرے کو عبادت گاہوں سے روک رہے تھے۔ اور نتیجہ یہ تھا۔ کہ لوگوں کی توجہ عبادت سے ہی ہٹ رہی تھی ۔

پھر میں نے دیکھا۔ کہ بعض لوگ اس سے بھی آگے بڑھ گئے اور انہوں نے ثواب کا سب سے بڑا کام یہ سمجھا۔ کہ جہاں موقعہ ملا۔ دوسروں کی عبادت گاہ گرا دی۔ یہود مسیحیوں کی عبادت گاہیں اور مسیحی یہودیوں کی اور بدھ ہندوؤں کی۔ اور ہندو بدھوں کی عبادت گاہیں گرا رہے تھے۔ اور اپنے اعمال پر فخر کر رہے تھے۔ اور ہر ایک شخص یہ خیال کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کا پیمانہ اس کے لئے دوسری اقوام کی عبادت گاہوں کے گرانے کے کام کے مطابق وسیع ہوگا۔ آہ یہ مقدس جذبات کی بے حرمتی کا ایک حیاسوز نظارہ تھا۔ ایک دل دہلا دینے والا منظر تھا۔ میں نے کہا۔ کیا یہ ترقی ہے۔ جو دنیا نے ان ہزاروں سالوں میں کی ہے۔ جن میں قریباً ہر مصلح نے ایک نئی پیدا کی ہے۔ کیا یہ ارتقاء ہے جسے علمائے سائنس ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ میں شاید نبیوں کے کاموں کی بنیادی کا قائل ہی نہ رہتا اگر وہی پاکیزہ آواز مقدس آواز جو پہلے میرے شبہات کا ازالہ کرتی رہی تھی۔ پھر بلند نہ ہوتی۔ پھر میں اسے دنیا کی آوازوں کو دباتے ہوئے نہ پاتا۔ پھر اسے جلالی انداز میں یہ کہتے نہ سنتا۔ کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ باطل تو بھاگا ہی کرتا ہے۔ دین کے معاملہ میں جبر ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی میں کامل فرق کر کے دکھا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک ضروری امر کو کھول دیا ہے۔ اور بقدر ضرورت جسمانی پانی کی طرح وہ مختلف ممالک میں روحانی پانی برساتا رہا ہے۔ ان کے اختلافات اس امر پر دلالت نہیں کرتے۔ کہ وہ پانی پاک نہیں بلکہ صرف مختلف ممالک اور مختلف زمانوں کے لوگوں کی طبائع اور ضرورتوں کے فرق پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کو جب اور جو ضرورت ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے ضرورت کے مطابق سامان ہدایت پیدا کر دیئے پس ان اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اور اگر کوئی ناحق پر بھی ہو۔ تب بھی اسے جبر سے نہ منواؤ۔ کہ خدا تعالیٰ کا معاملہ دل کی حالت کے مطابق ہے۔ نہ کہ زبان کے قول کے مطابق خدا تعالیٰ تک تمہاری باتیں اور تمہارے ظاہری اعمال نہیں پہنچتے۔ بلکہ اس کے حضور میں تمہارے دل کی کیفیت پہنچتی ہے۔ جو جبر سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ ایک دوسرے کو عبادت گاہوں میں عبادت کرنے سے نہ روکو۔ کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ جو خدا کا نام لینا چاہتا ہے۔ خواہ کسی طریق پر نام لے۔ اسے اجازت دو۔ تا لوگوں میں عبادت کی طرف توجہ ہو۔ اور لا مذہبی ترقی نہ کرے لوگوں کی عبادت گاہوں کو نہ گراؤ۔ خواہ آپس میں کس قدر ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس سے ظلم اور فتنہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اور امن کا قائم ہونا لمبے زمانہ تک ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسا کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی حکومت کو تباہ کر دے گا۔ اور نئی قومیں پیدا کریگا۔ جو اس کے حکم کے ماتحت عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گی۔ اس آواز نے میرے خدشات کو دور کر دیا۔ میرے خیالات کو مجتمع کر دیا۔ اور میں نے پھر آزادی کا سانس لیا جس میں ایک طرف تسلی۔ اور دوسری طرف درد ملا ہوا تھا تسلی اس لئے کہ میں نے دیکھا۔ کہ دنیا کی اصلاح کا دن آگیا ظلم مٹایا جائیگا اور درد اس لئے کہ اس آواز کے مالک کی طرف میرا دل زیادہ سے زیادہ کھنچا جا رہا تھا۔ مگر تیرہ سو سال کا زمانہ پوری تیرہ ناقابل گزر صدیاں میرے اور اس کے درمیان میں حائل تھیں۔ مگر بہر حال میرے دل سے پھر ایک آہ نکلی۔ اور شکر و امتنان سے بھرے ہوئے دل سے میں نے کہا۔ کہ یہ آواز انسانی ضمیر کے لئے بھی ایک رحمت ثابت ہوئی ۔

## معذوروں کیلئے رحمت

اس کے بعد میری نگہ انسانوں میں سے معذوروں پر پڑی میں نے دیکھا۔ کہ انسانوں میں سے کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے۔ جو کسی نہ کسی وجہ سے ناکارہ اور بے مصرف نظر آتے ہیں۔ ان میں سے اندھے ہیں اور بہرے ہیں اور گونگے ہیں۔ اور لنگڑے ہیں۔ اور اپاہج ہیں۔ اور مفلوج ہیں۔ اور کمزور جسموں والے ہیں۔ اور بیمار ہیں۔ اور بوڑھے ہیں۔ یا چھوٹے ہیں یا بیکار ہیں۔ اور بے سر و سامان ہیں۔ اور بے یار و مددگار ہیں۔ میں نے دیکھا۔ یہ مخلوق خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ دلچسپ مخلوق تھی میں نے ان میں سے ایسے لوگ دیکھے۔ کہ باوجود اپاہج ہونے کے ان کے دل شرارت سے لبریز تھے۔ اگر کسی کے ہاتھ نہ تھے۔ تو وہ پاؤں سے چوری کرنے کی کوشش کرتا تھا اور اگر پاؤں نہ تھے۔ تو وہ گھسٹ کر بدی کے مقام پر جانا چاہتا تھا۔ اور اگر آنکھیں نہ تھیں۔ تو وہ کانوں سے بدنظری کا مرتکب ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ یا ہاتھوں سے چھو کر اپنے بدخیالات کو پورا کرنے کی سعی کرتا تھا ایسے بدکار لوگوں کو میں نے دیکھا۔ ان کے چہروں پر بادشاہوں سے زیادہ نخوت کے آثار تھے ایسے لوگوں کو دیکھا۔ کہ اس بے کسی کی حالت میں بھی وہ دوسروں کو گرانے کے لئے کوشاں رہتے۔ مگر میں نے انہی لوگوں میں ایسے لوگ بھی دیکھے جن کے دل خدا کے نور سے پُر تھے۔ ان کی آنکھیں نہ تھیں۔ مگر وہ بیناؤں سے زیادہ تیز نظر رکھتے تھے۔ ظاہری کان نہ تھے۔ مگر ان کی سماعت غضب کی تیز تھی ہاتھ نہ تھے۔ مگر جس نیکی کو پکڑتے تھے چھوڑنے کا نام نہ لیتے۔ پاؤں نہ تھے۔ مگر نیکی کی راہوں پر اس طرح چلتے تھے جس طرح تیز گھوڑا دوڑتا ہے۔ مگر باوجود ان کے اچھا رادوں اور میسر شدہ سامانوں کے مطابق کوشش کرنیکے پھر بھی وہ اس قسم کے عمل نہیں کر سکتے تھے۔ جو تندرست اور طاقت رکھنے والے لوگ کر سکتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے وہ ظاہر بینوں کی نگہ میں نکمے اور ناکارہ نظر آتے تھے۔ میں نے دیکھا۔ ان کو ہاتھوں کے نہ ہونے کا اس قدر صدمہ نہ تھا جس قدر اس کا کہ وہ ان نیکیوں کو بجا نہیں لا سکتے۔ کہ جن میں ہاتھ کام آتے ہیں۔ انہیں آنکھوں کے جانے کا اس قدر صدمہ نہ تھا جس قدر اس کا کہ وہ ان نیکیوں سے محروم ہیں جن میں آنکھیں کام آتی ہیں۔ غرض ہر کمزوری جو ان میں پائی جاتی تھی۔ خود اس کمزوری کا ان کو احساس نہ تھا۔ لیکن اس کمزوری کے نتیجہ میں جس قسم کی نیکیوں سے وہ محروم رہتے تھے۔ ان کا ان کو بہت احساس تھا۔ میں نے ان لوگوں کو ہزار بدصورتیوں کے باوجود خوبصورت پایا۔ اور ہزار عیبوں کے باوجود کامل دیکھا۔ اور میں جوش سے کہہ اٹھا کہ باوجود مذاہب کے اختلاف کے اس میں تو کسی کو اختلاف نہ ہوگا۔ کہ یا اللہ تعالیٰ کی نہایت خوبصورت مخلوق ان کے عیب پر ہزار کمال قربان ہو رہا ہے۔ اور یہ لوگ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ اگر خدا تعالیٰ فضل کرے۔ تو میلے کے ڈھیر پر سے بھی پاکیزہ روئیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر میری حیرت کی حد نہ رہی۔ کہ جب ایک جماعت مجھ سے اس بارہ میں بھی اختلاف پر تیار ہو گئی۔ اور بعض نے کہا۔ کہ ایسے ناپاک لوگوں کو آپ اچھا کہتے ہیں۔ ان سے تو الگ رہنے کا حکم ہے۔ اور ان کے ساتھ مل کر کھانا تک ناجائز ہے۔ اور نہ ان سے چھونا درست ہے۔ ایک اور جماعت بولی یہ اپنے گزشتہ اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے پیارے کس طرح ہو گئے۔ بلکہ انہوں نے ان کے گناہ تک گنائے۔ کہ گزشتہ زندگی میں فلاں گناہ کر کے آنکھیں ضائع ہوئیں۔ فلاں گناہ کر کے کان ضائع ہوئے وغیرہ ذالک اور بعض نے ہنس کر کہا۔ کہ خیر یہ تو بے وقوفی کی باتیں ہیں۔ اصل میں ان پر دیو سوار ہیں۔ ہمارے خداوند ان دیوؤں کو نکالا کرتے تھے۔ اور ان کے بعد ان کے شاگرد۔ مگر اب ایسے لوگ ہم میں موجود نہیں رہے۔ میں نے کہا الٰہی دنیا کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ دل کے اندھے آنکھوں کے اندھوں پر اور دل کے بہرے کانوں کے بہروں پر ہنستے ہیں۔ یہ بدصورت اور کریہ المنظر لوگ ان اپاہجوں کے حسن کو کیا جانیں۔ جن کے دل تیرے نور سے منور اور جن کے سینے تیری محبت کے پھولوں سے رشک صد عزار بن رہے ہیں۔ آہ میں کس طرح مانوں۔ کہ تو بھی بینوں کی طرح یہ دیکھتا ہے۔

کہ کسی کی تسلی میں کیا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا۔ کہ کسی کے دل میں کیا ہے۔ مگر میرے خیالات کی رو کو پھر اسی طرح دلکشا آواز نے روک دیا۔ وہ ناز و رعنائی سے بلند ہوئی۔ اس ناز سے کہ کسی معشوق کو کب نصیب ہوا ہوگا۔ اس شان سے۔ کہ کسی بادشاہ کو خواب میں بھی حاصل نہ ہوئی ہوگی۔ اور اس نے کہا۔ کہ اے کام کرنے والو۔ اے خدا کی راہ میں بانیاں قربان کرنے والو تم مت خیال کرو۔ کہ خدا کے حضور میں تم ہی نصیب ہو اور اس کے انعامات کے تم ہی وارث ہو۔ یاد رکھو۔ کہ کچھ تمہارے ایسے بھی ہیں۔ کہ جو بظاہر ان عمل کی وادیوں کو نہیں طے کر رہے جن کو تم طے کر رہے ہو۔ ان کٹھن منزلوں میں سے نہیں گزر رہے جن میں سے تم گزر رہے ہو۔ لیکن پھر بھی وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ تمہارے شریک ہیں۔ تمہارے ثوابوں کے حصہ دار ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ایسے ہی مقرب ہیں جیسے کہ تم۔ میں نے دیکھا۔ نیکو کاروں کی وادی میں ایک عظیم الشان ہلچل پیدا ہوئی۔ اور سب بے اختیار چلا اٹھے۔ کہ کیوں ایسا کیوں ہے؟ اس مقدس آواز نے جواب دیا۔ اس لئے کہ گو ان کے ہاتھ پاؤں بوجہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ معذوریوں کے تمہارے ساتھ شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتے مگر ان کے دل تمہارے ساتھ ہیں۔ جب تم عمل کی لذتوں سے مسرور ہو رہے ہوتے ہو وہ ہجر اور حرمان کے تلخ پیالے پی رہے ہوتے ہیں۔ بے شک جام مختلف ہیں بے شک شراب جدا جدا ہے لیکن کیف میں کوئی فرق نہیں۔ نتیجہ ایک ہی ہے تم جس مقام کو پاؤں سے چل کر پہونچتے ہو۔ وہ دل کے پروں سے اڑ کر جا پہونچتے ہیں۔ ان کو ناپاک مت کہو۔ جو ان میں سے نیک ہیں۔ وہ تم سے پاکیزگی میں کم نہیں۔ میری روح وجد میں آگئی۔ میرا دل خوشی سے نیچنے لگا۔ میں نے کہا۔ صدقت یا رسول اللہ انصاف اسی کا نام ہے عدل اسی کو کہتے ہیں۔ میرے دل سے پھر اک آہ نکل گئی۔ اور میں نے کہا۔ طاقت ور کے ساتھی تو سب ہوتے ہیں۔ مگر یہ آواز معذوروں کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

## آئندہ نسلوں کے لئے رحمت

میں کہاں کہاں تم کو اپنے ساتھ لئے پھروں۔ میں نے اس عالم خیال میں جنتوں اور مقامات کی سیر کی۔ لیکن اگر میں ان کیفیات کو بیان کروں۔ تو یہ مضمون بہت لمبا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اب صرف ایک اور نظارہ کو بیان کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ غیبی آواز ماضی کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔ اور حال کے لئے بھی۔ مگر اس کا معاملہ مستقبل کے ساتھ کیسا ہے۔ میں نے کہا۔ آئندہ نسلیں لوگوں کو اپنی جانوں سے کم پیاری نہیں ہوتیں۔ ماں باپ خود فنا ہونے کو تیار ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کی اولاد بچ جائے۔ بلکہ سچ پوچھو۔ تو وہ ہر روز اپنے آپ کو اولاد کی خاطر تباہی میں ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر ماضی اور حال کسی کو کب تسلی دے سکتے ہیں۔ جبکہ مستقبل تاریک نظر آتا ہو۔ جبکہ آئندہ نسلیں فلاح و کامیابی کی راہوں پر چلنے سے روک دی گئی ہوں۔ میں نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ کہ کوئی اپنی نسلوں کی تباہی پر راضی ہو جائے۔ اس لئے مستقبل کے متعلق تو ضرور سب مذاہب متحد ہونگے۔ اور اس مقدس وجود سے ان کو اختلاف نہ ہوگا۔ جو دوسرے امور میں ان سے اختلاف کر رہا ہے۔ اور ان کے لئے صحیح عقیدہ یا صحیح عمل پیش کر رہا ہے۔ تب میں نے عالم خیال میں ہندو بزرگوں سے سوال کیا کہ آئندہ نسلوں کے لئے آپ میں کیا وعدے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وید آخری اور اول کتاب ہے۔ اس کے بعد اور کوئی کتاب نہیں۔ میں نے کہا میں تو کتاب کے متعلق سوال نہیں کرتا۔ میں تو یہ پوچھتا ہوں۔ کہ جو پہلوں نے دیکھا۔ کیا آئندہ نسلوں کے لئے بھی اس کے دیکھنے کا امکان ہے وید دوبارہ نہ نازل ہوں۔ لیکن ویدوں نے جو عجائبات پہلے لوگوں کو دکھائے۔ کیا ویسے ہی عجائبات پھر بھی دنیا کے لوگ دیکھیں گے۔ اور اپنے ایمانوں کو تازہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ افسوس ایسا نہیں ہو سکتا۔ آخر ویدوں کے زمانہ جیسا زمانہ اب دنیا کو کس طرح مل سکتا ہے۔ میں نے پارسیوں سے سوال کیا۔ اور انہوں نے بھی کوئی ایسی امید نہ دلائی۔ زردشتی لوگوں نے بھی اس پرانے اچھے زمانہ کا وعدہ اپنی اولادوں کے لئے نہ دیا۔ یہود نے کہا۔ زکریا تک تو خدا تعالیٰ کا کلام لوگوں پر اترتا رہا۔ اور اس کے معجزات لوگوں کے ایمان تازہ کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ مسیحیوں نے کہا۔ حواریوں تک تو روح القدس اترا کرتا تھا۔ مگر اب اس نے یہ کام ترک کر دیا ہے۔ میں نے کہا۔ اور آئندہ نسلیں؟ کیا اب وہ محروم رہیں گی کیا اب ان کے ایمانوں کو تازہ کرنے کے لئے کوئی سامان نہیں؟ انہوں نے کہا۔ کہ افسوس اس رنگ میں اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں حیران تھا کہ لوگ کس طرح اپنی اولادوں کو محروم کرنے پر رضامند ہو گئے۔ اور کیوں وہ خدا تعالیٰ کے آگے نہ چلائے۔ کہ اگر اولاد کی محبت دی ہے۔ تو ان کی ترقی کے سامانوں کے وعدے بھی تو کر۔ مگر میں نے دیکھا۔ ان لوگوں میں کوئی حسرت نہ تھی۔ وہ اس پر خوش تھے کہ خدا کا کلام اور اس کے معجزات پرانے زمانہ میں ختم ہو گئے۔ گویا خدا کا کلام نعوذ باللہ کوئی لعنت تھا۔ کہ شکر ہے اس سے ان کی اولادوں کو نجات ملی۔ میں دلگیر و افسردہ ہو کر ان لوگوں کی طرف سے ہٹا۔ اور میں نے کہا۔ وہ نور ہی کیا جس کی روشنی بند ہو جائے اور وہ خدا ہی کیا جس کی جلوہ گری ماضی میں ہی ختم ہو جائے۔ کہ پھر میں نے اسی موہنی پیاری دلکش آواز کو بلند ہوتے ہوئے پایا۔ پھر اسے ایک انداز دلربائی سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ جو نعمت ہم نے پائی اسے اپنے تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان میں تقسیم کر دیا۔ خدا تعالیٰ کی نعمتیں ماضی سے تعلق نہیں رکھتیں۔ بلکہ وہ اسی طرح مستقبل کا بھی رب ہے جس طرح ماضی کا۔ جو کوئی بھی اس سے سچا تعلق رکھے گا۔ اس کا کلام اس پر نازل ہوگا۔ اس کے نشانات اس کے لئے ظاہر ہونگے۔ اس کی محبت محدود نہیں۔ کہ وہ اسے گزشتہ لوگوں پر تقسیم کر چکا۔ وہ ایک غیر محدود خزانہ ہے جس سے ہر زمانہ کے لوگ علیٰ قدر مراتب حصہ لیں گے۔ ہر اک جو سچے دل سے کہے گا۔ کہ اللہ میرا رب ہے! اور اس تعلق پر سچے عاشقوں کی طرح قائم ہو جائے گا خدا کے فرشتے اس پر نازل ہونگے۔ اور اس کے رب کا پیغام اس کو آ کر دیں گے اور اس کی محبت بھری باتیں اس کے کان میں ڈالیں گے۔ اور غموں اور فکروں کے وقت اس کے دوش بدوش کھڑے ہونگے۔ اور بشارت دیں گے۔ کہ اللہ تمہارا دوست اور تمہارا مددگار ہے۔ پس کچھ فکر نہ کرو۔ اور غم نہ کرو۔ اور الہام الٰہی کا دروازہ ہمیشہ ان کے لئے کھلا رہے گا۔ اور ان کے عشق کو رد نہ کیا جائے گا۔ بلکہ قبول کیا جائے گا۔ اور وہ سب کچھ جو پہلوں کو ملے ہیں۔ ان کو بھی ملیں گے۔ میں نے یہ بشارت سنکر بے اختیار کہا۔ اللہ اکبر۔ یہ آواز تو آئندہ نسلوں کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔ اگر آئندہ کے لئے آسمانی نعمتوں کا دروازہ بند ہو جاتا۔ تو عاشق تو جیتے جی ہی مر جاتے جن کے دلوں میں عشق الٰہی کی چنگاری سلگ رہی ہے۔ انہیں جنت بھی اسی لئے اچھی لگتی ہے کہ اس میں معشوق ازلی کا قرب نصیب ہوگا۔ ورنہ انار اور انگور ان کے لئے کوئی دلکشی کا سامان نہیں رکھتے۔ اگر قرب ہی ان کو محروم کیا جاتا تھا۔ جیسے کہ دوسرے لوگ کہتے ہیں۔ تو ان لوگوں کے لئے پیدا ہونا یا نہ ہونا برابر تھا۔ پس مبارک وہ جس نے آئندہ نسلوں کو بھی امید سے محروم نہ کیا۔ اور عاشقوں کو معشوق کے وصال کی خوشخبری سنا کر ہمیشہ کے لئے اپنا دعا گو بنا لیا۔ مگر اب تو میرے دل سے ایک نہایت ہی دردبھری آہ نکلی۔ اور میں نے کہا۔ کیا ان تیرہ صدیوں۔ ناقابل گزر تیرہ صدیوں کے لئے جن کو ماضی کی مہر نے بالکل ہی عبور کے قابل نہیں چھوڑا۔ طے کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ کیا میرے اور میرے محبوب کے درمیان ایسی سد سکندری حائل ہے۔ جس کو توڑنا بالکل ناممکن ہے؟ کیا اس مایوسی کی تاریکی کو امید کی کوئی کرن بھی نہیں پھاڑتی؟

میں انتہائی کرب میں تھا۔ کہ مجھے ایک اور آواز سنائی دی۔ ایسی قریب کہ اس کے قرب کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ میری رگ گردن سے بھی زیادہ قریب تھی۔ اور اس نے کہا۔ افسوس کہ میری طرف دیکھ۔ جو چیز تیرے لئے ماضی ہے۔ میرے لئے حال۔ بے شک کمزور انسان ماضی کو ناقابل وصول سمجھتا ہے۔ اور سمجھتا رہا۔ لیکن میرے سامنے ماضی اور مستقبل سب ایک سے ہیں۔ جس وجود کو تو دیکھنا چاہتا ہے۔ میں نے اس کے ماضی کو مستقبل سے بدل لیا ہے۔ میری طرف سیدھا چلا آ۔ تو اس کو میرے قرب میں یا میری جنت کے اعلیٰ مقامات میں حوض کوثر کے کنارے پر اسی طرح میری نعمتیں تقسیم کرتا ہوا پائیگا۔ جس طرح تیرہ صدیاں گزریں۔ دنیا کے لوگوں نے اسے ہر قسم کی نعمتیں تقسیم کرتے ہوئے پایا تھا کیونکہ وہ سب کے لئے رحمت نہ ہو۔ کہ میں نے اسے پیدا ہی تقسیم کے کام کے لئے کیا تھا جبھی تو وہ ابوالقاسم کہلایا۔ اور جبھی تو اس نے منع کیا۔ کہ کوئی شخص اس کی کنیت اختیار نہ کرے۔

میں نے کہا۔ اے میرے دل میں بولنے والے میں تیرے ازلی حسن پر قربان بے شک میرا محمد رحمۃ للعالمین تھا۔ لیکن تو رب العالمین ہے۔ تیری رحمت کے قربان ماضی کے ایک منٹ کو کوئی واپس نہیں لا سکتا۔ لیکن تو نے تیرہ صدیوں کے ماضی کو مستقبل بنا دیا۔ اور وہ جسے ہم خیال کرتے تھے۔ کہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ اس کی آئندہ ملاقات کا وعدہ دلایا۔ اے میرے محمد کے معشوق آ میرے دل میں بھی گھر کر لے تیرا حسن سب سے بالا ہے۔ تیری شان سب سے نرالی ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے میری ایک آنکھ سے ایک آنسو نکل پڑا۔ وہ میرے رخسار پر ڈھلکا ہی تھا۔ کہ میری ایک ہوئی

## خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ

"سورۃ الفاتحہ میں جو خدا تعالیٰ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں۔ کہ ربّ العالمین۔ الرحمٰن۔ الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ اگرچہ عام طور پر یہ صفات اس عالم پر حاوی ہیں لیکن ان کے اندر حقیقت میں پیشگوئیاں ہیں۔ جن پر کم لوگ توجہ کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چاروں صفتوں کا نمونہ دکھایا۔ کیونکہ کوئی حقیقت بغیر نمونہ کے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ربّ العالمین کی صفت نے کس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نمونہ دکھایا۔ آپ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ کوئی موقعہ مدرسہ مکتب نہ تھا۔ جہاں آپ اپنے روحانی اور ذہنی قوٰے کو نشوونما دے سکتے۔ کبھی کسی تعلیم یافتہ قوم سے ملنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ نہ کسی موٹی سوٹی تعلیم کا ہی موقعہ پایا۔ اور نہ فلسفہ کے باریک اور دقیق علوم کے حاصل کرنے کی فرصت ملی۔ پھر دیکھو۔ کہ باوجود ایسے مواقع کے نہ ملنے کے قرآن شریف ایک ایسی نعمت آپ کو دی گئی۔ جس کے علوم عالیہ اور حقہ کے سامنے کسی اور علم کی ہستی ہی کچھ نہیں۔ جو انسان ذرا بھی سمجھ اور فکر کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھے گا۔ اس کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ دنیا کے تمام فلسفے اور علوم اس کے سامنے ہیچ ہیں اور سب حکیم اور فلاسفر اس سے بہت پیچھے رہ گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر دو عظیم الشان نبی گزرے ہیں۔ ایک حضرت موسےٰ علیہ السلام۔ دوسرے حضرت عیسےٰ علیہ السلام۔ مگر ان دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ان میں سے کسی کی نسبت نبی امی ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا گیا۔ یہ تحدی۔ اور دعوےٰ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہوا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔ ماکنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان ولٰکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا۔" (الآیۃ)

(الحکم نمبر ۱۴۔ جلد ۴۔ ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء)

## بےمثال اخلاقی کمال

"سب عزتوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ہے جس کا کل اسلامی دنیا پر اثر ہے۔ آپ ہی کی عزت نے پھر دنیا کو زندہ کیا۔ عرب جن میں زنا۔ شراب۔ اور جنگ جوئی کے سوا کچھ رہا ہی نہ تھا۔ اور حقوق العباد کا خون ہو چکا تھا۔ ہمدردی اور خیر خواہی نوع انسان کا نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔ اور نہ صرف حقوق العباد ہی تباہ ہو چکے تھے۔ بلکہ حقوق اللہ پر اس سے بھی زیادہ تاریکی چھا گئی تھی۔ اللہ تعالےٰ کی صفات پتھروں۔ بوٹیوں ستاروں کو دی گئی تھیں۔ قسم قسم کا شرک پھیلا ہوا تھا۔ عاجز انسان انسان کی شرمگاہوں تک کی پوجا دنیا میں ہو رہی تھی۔ ایسی حالت کو وقت اگر ذرا دیر کے لئے ایک سلیم الفطرت انسان کے سامنے آجائے۔ تو وہ ایک خطرناک ظلمت اور ظلم و جور کے بھیانک اور خوفناک نظارے دیکھے گا۔ فالج ایک طرف گرتا ہے۔ مگر یہ فالج ایسا فالج تھا۔ کہ دو طرف گرا تھا۔ فسادِ کامل دنیا میں برپا ہو چکا تھا۔ نہ بحر میں امن سلامتی تھی۔ اور نہ بر پر سکون و راحت۔ اب اس تاریکی اور بلا کے زمانہ میں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ آپ نے کیسے کامل طور پر اس میزان کے دونوں پہلو درست فرمائے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اپنے اصلی مرکز پر قائم کر دکھایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی طاقت کا کمال اس وقت ذہن میں آسکتا ہے۔ جبکہ اس زمانہ کی حالت پر نگاہ کی جائے مخالفین نے آپ کو اور آپ کے متبعین کو جس قدر تکالیف پہنچائیں۔ اور اس کے بالمقابل آپ نے ایسی حالت میں جبکہ آپ کو پورا اقتدار اور اختیار حاصل تھا۔ ان سے جو کچھ سلوک کیا۔ وہ آپ کے علوِّ شان کو ظاہر کرتا ہے۔ ابوجہل اور اس کے دوسرے رفیقوں نے کونسی تکلیف تھی۔ جو آپ کو اور آپ کے جان نثار خادموں کو نہیں دی۔ غریب مسلمان عورتوں کو اونٹوں سے باندھ کر مخالف جہات میں دوڑایا۔ اور وہ چیری جاتی تھیں۔ محض اس گناہ پر کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پر کیوں قائل ہوئیں۔ مگر آپ نے اس کے مقابل صبر و برداشت سے کام لیا۔ اور جبکہ مکہ فتح ہوا تو لا تثریب علیکم الیوم کہکر معاف فرمایا۔ کس قدر اخلاقی کمال ہے جو کسی دوسرے نبی میں نہیں پایا جاتا۔ اللّٰھم صلّ علےٰ محمد وعلےٰ آل محمد۔" (الحکم نمبر ۲۵۔ جلد ۴۔ ۹ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء)

## رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات

"تمام کتب سابقہ اور قرآن کریم سے بات واضح طور پر ثابت ہے۔ کہ پیشگوئی سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں۔ نادان اور نااندیش مخالفوں نے اس علم پر کبھی غور نہیں کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر اعتراض کیا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ ان آنکھ بند کرکے اعتراض کرنے والوں کو یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ جس قدر معجزات ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہوئے تمام نبیوں کے معجزات کو بھی اگر ان کے مقابلہ میں رکھیں۔ تو ان سے کہتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت بڑھکر ثابت ہونگے۔ قطع نظر اس بات کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں سے قرآن شریف بھرا ہوا ہے اور قیامت تک اور اس کے بعد تک کی پیشگوئیاں اس میں ہیں۔ جیسے سب سے بڑھکر ثبوت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کا یہ ہے۔ کہ ہر زمانہ میں ان پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں مجھے اللہ تعالےٰ نے یہ نشان کھڑا کیا ہے۔ اور پیشگوئیوں کا ایک عظیم الشان نشان بنایا۔ تا میں ان لوگوں کو جو حقائق سے بے بہرہ اور معرفتِ الٰہی سے بےنصیب ہیں۔ روزِ روشن کی طرح دکھا دوں۔ کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کیسے مستقل اور دائمی ہیں۔ کہ بنی اسرائیل کے بقیہ یہود یا حضرت مسیح علیہ السلام کو خداوند خدا کہنے والے عیسائیوں میں کوئی ہے؟ جو ان نشانات میں میرا مقابلہ کرے۔ میں پکار کر کہتا ہوں۔ کہ کوئی بھی نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ پھر یہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداری معجز نمائی کی قوت ہے۔ کیونکہ یہ مسلم مسئلہ ہے۔ کہ نبی متبوع کے معجزات وہ معجزات کہلاتے ہیں۔ جو اس کے کسی متبع کے ہاتھ پر سرزد ہوں۔ جو نشانات خوارق عادات مجھے دیئے گئے ہیں۔ جو پیشگوئیوں کا عظیم الشان نشان مجھے عطا ہوا ہے۔ یہ دراصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زندہ معجزات ہیں۔ اور کسی دوسرے نبی کے متبع کو یہ آج فخر نہیں ہے۔ کہ وہ اس طرح پر دعوت کرکے ظاہر کرے۔ کہ وہ بھی اپنے اور اپنے متبوع کی قدسی قوت کی وجہ سے خوارق دکھا سکتا ہے۔ یہ فخر صرف اسلام کو ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زندہ رسول ابدالآباد کے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں۔ جن کے نفوس طیبہ اور قوت قدسیہ کے طفیل سے ہر زمانہ میں ایک مرد خدا خدا نمائی کا ثبوت دیتا رہتا ہے۔" (الحکم نمبر ۱۰۔ جلد ۵۔ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء)

## بے مثال عطایا ونعما

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقرب کو دیکھنا چاہیئے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ کے دل کی بات تو بادشاہ ہی جانتا ہے۔ مگر جس پر وہ اسے ظاہر کرتا ہے۔ یا اپنی رضامندی کے آثار اس پر دکھاتا ہے ضروری ہے۔ کہ ہم اس کو مقرب کہیں۔ اسی طرح پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ہم دیکھتے ہیں۔ آپؐ کے قرب کا مقام وہ نظر آتا ہے۔ جو کسی دوسرے کو کبھی نہیں ہوا۔ عطایا اور نعماء جو آپؐ کو دیئے گئے۔ سب سے بڑھ کر ہیں اور جو اسرار آپ پر ظاہر ہوئے۔ اور کوئی اس حد تک پہونچا ہی نہ۔ قرآن شریف ہی کو دیکھ لو۔ کہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئیاں اس میں موجود ہیں۔ حضرت مسیحؑ کا مجھے بارہا خیال آتا ہے کہ ابن مریمؑ کس شیخی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کا دعوےٰ تو ہی بجائے خود محدود ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔ ریت بھم الآیۃ کی مصداق آپؐ کی دعوت کی مخاطب قوم تھی۔ دعوت ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی نمبرداری یا پٹی داری کا دعوےٰ کرے۔ ان کی ہمت۔ استقلال اور توجہ اسی کی نسبت ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اب اس ہمت اور بلند نظری اور توجہ کا مقابلہ کرو۔ کہ آپؐ کی شان ہے۔ کہ یہودیوں کے چار گھروں کے سوا۔ بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے بھی نہیں آئے۔

(الحکم نمبر ۱۲ جلد ۶ - ۳۱ مارچ ۱۹۰۲ء)

## رسول کریمؐ کے دو نام

"دونوں طریق اور عفو کو اپنے اپنے محل پر بعد مناسب استعمال کرنا ہی کمال ہے۔ جس پر انسان کی سعادت تامہ موقوف ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان دونوں صفتوں کے متعلق ہمیشہ کے لئے امر قائم کرنے کے لئے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو نام عطا فرمائے ایک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جس کی نسبت فرمایا کہ یہ نام توریت میں ہے۔ جو جلالی صفات کا مظہر ہے۔ اور موسےٰؑ نے اپنے ہمرنگ دیکھ کر اس نام کو لکھا۔

دوسرا نام احمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس کی نسبت فرمایا۔ کہ یہ نام انجیل میں ہے۔ جو جمالی صفات کا مظہر ہے۔ اور حضرت عیسےٰؑ نے اپنے خلق کے موافق اس نام کو لیا۔ اور ان دونوں ناموں میں یہ تقسیم فرمائی۔ کہ اس زمانہ کے لئے جبکہ اسلام کو تلواروں کی اشد ضرورت تھی۔ (اپنی حفاظت اور دشمنوں کے دفاع کے لئے) محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام تجویز فرمایا۔ اور اس نام کی جلالی حقیقت کی تکمیل کے لئے صحابہ کو مقرر فرمایا۔ اور اس زمانہ کے لئے جبکہ اسلام اپنی ذاتی خاصیت اور اندرونی روشنی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ اور بیرونی حملوں سے امن میں تھا۔ احمد کا نام تجویز فرمایا۔ جو حضرت عیسےٰؑ کی صفات کے ہمرنگ تھا۔ اور اس نام کی تجلی کے لئے دُنیا کا آخری زمانہ قرار دیا۔ جس میں ہم ہیں۔

(الحکم نمبر ۳۱ - جلد ۷ - ۲۴ اگست ۱۹۰۳ء)

## ختمِ نبوت کے معنی

"میں قرآن شریف سے یہ استنباط کرتا ہوں۔ کہ سب انبیاءؑ کے وصفی نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیئے گئے۔ کیونکہ آپؐ تمام انبیاء کے کمالاتِ متفرقہ اور فضائلِ مختلفہ کے جامع تھے اور اسی طرح جیسے تمام انبیاء کے کمالات آپؐ کو ملے۔ قرآن شریف بھی جمیع کتب کی خوبیوں کا جامع ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فیھا کتب قیمۃ اور ما فرطنا فی الکتاب ایسا ہی ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ تمام نبیوں کی اقتدا کر۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ امر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک امر تو تشریعی ہوتا ہے۔ جیسے یہ کہنا۔ کہ نماز قائم کرو۔ یا زکوٰۃ دو۔ وغیرہ۔ اور بعض امر بطور خلق ہے جیسا یا نار کونی بردًا وسلامًا علے ابراھیم۔ یہ بھی کہ تو سب کی اقتدا کر۔ یہ امر بھی خلقی اور کونی ہے۔ یعنی یہ فطرت کو حکم دیا۔ کہ وہ کمالات جو جمیع انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر موجود تھے اس میں یکجائی طور پر موجود ہوں۔ اور گویا اس کے اندر وہ کمالات اور خوبیاں آپؐ کی ذات میں جمع ہو گئیں۔ چنانچہ ان نبیوں اور کمالات کے جمع ہونے ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ آپؐ پر نبوت ختم ہوئی۔ اور یہ فرمایا۔ کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ ختم نبوت کے یہی معنی۔ کہ نبوت کی ساری خوبیاں اور کمالات تجھ پر ختم ہو گئے۔ اور آئندہ کے لئے کمالات نبوت کا باب بند ہو گیا۔ کہ کوئی نبی مستقل طور پر نہیں آئے گا۔

(الحکم نمبر ۸ - جلد ۷ - ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء)

## رسول کریمؐ کی صداقت پر ایک قطعی دلیل

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دُنیا میں آنا۔ اور پھر وہاں سے رخصت ہونا قطعی دلیل آپؐ کی نبوت پر ہے۔ آئے آپؐ اس وقت جبکہ زمانہ ظھر الفساد فی البر والبحر کا مصداق تھا۔ اور ضرورت ایک نبی کی تھی۔ ضرورت پر آنا بھی ایک دلیل ہے۔ اور آپ اس وقت دُنیا سے رخصت ہوئے جب اذا جاء نصر اللہ کا آوازہ دیا گیا اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ آپؐ کس قدر عظیم الشان کامیابی کے ساتھ دُنیا سے رخصت ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ تو نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ کہ فوج در فوج لوگ داخل ہو رہے ہیں فسبح بحمد ربک یعنی وہ رب جس نے اس قدر کامیابی دکھلائی۔ اس کی تسبیح کر۔ اور اور انبیاء پر جو باتیں پوشیدہ رہیں۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھولے گئے۔ اور رحمت کے تمام امور ادا کر دیئے۔ کوئی بھی مخفی نہ رکھا۔ اس حمد کا ثبوت اس آخری وقت ادا کر دیا۔ احمد۔ کے معنی بھی حمد کرنے والا ہیں۔ جو دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں آیا جو اتنی بڑی کامیابی اپنے ساتھ رکھتا ہو۔ لذت وصل موت اگر چہ ہے۔ تو فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی ہوئی۔ اور دوسرے کسی نبی کو بھی میسر نہیں ہوئی۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ اس سے آپؐ کی عصمت کا یہ ایک بڑا ثبوت ملتا ہے۔ جیسے طبیب ایسے گزرے ہیں۔ جو علاج کر کے مریض کو اچھا کر کے دکھا دیں۔ وہی لا الٰہ الا اللہ سے ہر ایک روحانی مرض کا علاج کر کے آپ نے دکھا دیا۔

(الحکم نمبر ۲۶ - جلد ۷ - ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء)

## آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیاں

حضرت موسےٰؑ کی قوم بنی اسرائیل نے ان کو فوراً قبول کر لیا تھا۔ اس لئے قوم کی طرف سے کوئی دکھ اور مصیبت یا روک ان کو پیش نہیں آئی۔ لیکن برخلاف اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہی قوم سے مشکلات اور انکار کا مرحلہ پیش آیا۔ پھر ایسی صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیاں کیسی اعلےٰ درجہ کی ثابت ہوئی ہیں۔ جو آپؐ کے کمالات اور فضائل کا سب سے بڑھ کر ثبوت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کے اذن دائم تبلیغ شروع کی۔ تو پہلے ہی آپ کو یہ مرحلہ پیش آیا۔ کہ قوم نے انکار کیا لکھا ہے۔ کہ جب آپؐ نے قریش کی دعوت کی۔ اور سب کو بلا کر کہا۔ کہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ اس کا جواب دو۔ یعنی میں اگر تمہیں یہ کہوں گی۔ کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی بھاری فوج پڑی ہوئی ہے اور وہ اس گھات میں بیٹھی ہوئی ہے۔ کہ موقعہ پا کر تمہیں ہلاک کر دے تو کیا تم باور کرو گے۔ سب نے بالاتفاق کہا۔ کہ بے شک ہم اس بات کو تسلیم کریں گے۔ اس لئے کہ تو ہمیشہ سے صادق اور امین ہے جب وہ یہ اقرار کر چکے۔ تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ میں خدا تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ اور تم کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ اتنی بات کہنی تھی۔ کہ سب لوگ آگ ہو گئے۔ اور ایک شریر بول اٹھا۔ تبًّا لک سائر الیوم

(الحکم نمبر ۳۲ - جلد ۸ - ۲۴ ستمبر ۱۹۰۴ء)

## آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ کو نہ چھوڑو

"میں یہ بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ بہت سے لوگ ہیں۔ جو اپنے تراشے ہوئے وظائف اور اوراد کے ذریعہ سے ان کمالات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یا خداتعالےٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ جو طریق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار نہیں کیا۔ وہ محض فضول ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر منعم علیہ کی راہ کا سچا تجربہ کار اور کون ہو سکتا ہے۔ جن پر نبوت کے بھی سارے کمالات ختم ہو گئے آپ نے جو راہ اختیار کیا۔ وہ بہت ہی صحیح اور اقرب تھا۔ اس راہ کو چھوڑ کر اور ایجاد کرنا خواہ وہ بظاہر کتنا ہی خوش کرنے والا معلوم ہوتا ہو۔ میری رائے میں ہلاکت ہے۔ اور خداتعالےٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اتباع سے خدا ملتا ہے۔ اور آپ کے اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے گوہر مقصود اس کے ہاتھ میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ سعدیؒ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت بتاتا ہے۔ ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزا اے بر مصطفےٰ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ کو تو نہ چھوڑو۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ قسم قسم کے وظیفے لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں۔ الٹے سیدھے لٹکتے ہیں اور جوگیوں کی طرح راہبانہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ سب بے فائدہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ سُنت نہیں۔ کہ وہ الٹے سیدھے لٹکتے رہیں۔ یا نفی اثبات کے ذکر کریں۔ اور ارہ کے ذکر کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اسوہ حسنہ فرمایا۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

(الحکم نمبر ۳۶ - جلد ۸ - ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء)

## رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں

"بعض لوگ جن کو حق کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے۔ جب ایسی تعلیم سنتے ہیں۔ تو اور کچھ نہیں۔ تو یہی اعتراض کر دیتے ہیں۔ کہ اسلام میں ہمدردی اگر ہوتی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑائیاں کیوں کی تھیں۔؟ وہ نادان اتنا نہیں جانتے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جنگ کئے۔ وہ تیرہ برس تک خطرناک دکھ اٹھانے کے بعد کئے۔ اور وہ بھی مدافعت کے طور پر تیرہ برس تک ان کے ہاتھوں سے آپ تکالیف اٹھاتے رہے۔ مسلمان مرد اور عورتیں شہید کی گئیں۔ آخر جب آپ مدینہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں بھی ان ظالموں نے پیچھا نہ چھوڑا۔ تو خداتعالےٰ نے مظلوم قوم کو مقابلہ کا حکم دیا۔ اور وہ بھی اس لئے کہ شریروں کی شرارت سے مخلوق کو بچایا جائے۔ اور ایک حق پرست قوم کے لئے راہ کھل جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کے لئے بدی نہیں چاہی۔ آپ تو رحیم کریم تھے۔ اگر بدی چاہتے تو جب آپ نے پورا تسلط حاصل کر لیا تھا۔ اور شوکت اور غلبہ آپ کو مل گیا تھا۔ تو آپ ان تمام ائمۃ الکفر کو جو ہمیشہ آپ کو دکھ دیتے رہتے تھے قتل کرا دیتے۔ اور اس میں انصاف اور عقل کی رُو سے آپ کا پلہ بالکل پاک تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ عرف عام کے لحاظ سے اور عقل وانصاف کے لحاظ سے آپ کو حق تھا۔ کہ ان کو قتل کروا دیتے۔ مگر نہیں۔ آپ نے سب کو چھوڑ دیا۔ آج کل جو لوگ غدر کرتے ہیں۔ اور باغی ہوتے ہیں۔ انہیں کون پناہ دے سکتا ہے۔ جب ہندوستان میں غدر ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد انگریزوں نے تسلط عام حاصل کر لیا۔ تو تمام شریر باغی ہلاک کر دیئے گئے۔ اور ان کی یہ سزا بالکل انصاف پر مبنی تھی۔ باغی کے لئے کسی قانون میں رہائی نہیں۔ لیکن یہ آپ ہی کا حوصلہ تھا۔ کہ اس دن آپ نے فرمایا کہ جاؤ۔ تم سب کو بخش دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوع انسان سے بہت بڑی ہمدردی تھی۔ ایسی ہمدردی کہ اس کی نظیر دُنیا میں نہیں مل سکتی۔ اس کے بعد بھی اگر کہا جائے۔ کہ اسلام دوسروں سے ہمدردی کی تعلیم نہیں دیتا۔ تو اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا؟"

(الحکم نمبر ۳ - جلد ۹ - ۲۴ جنوری ۱۹۰۵ء)

## رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت جذب وکشش

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی ہدایت کے لئے اس قدر دعا کرتے تھے۔ جس کا نمونہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے دل میں ایک پیاس لگا دی تھی۔ کہ لوگ مسلمان ہوں۔ اور خدائے واحد کے پرستار رہوں۔ جس قدر کوئی نبی عظیم الشان ہوتا ہے۔ اسی قدر یہ پیاس زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ پیاس جس قدر تیز ہوتی ہے۔ اسی قدر جذب اور کشش اس میں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خاتم الانبیاء اور جمیع کمالات نبوت کے مظہر تھے اسلئے یہ پیاس ان میں بہت زیادہ تھی۔ اور چونکہ یہ پیاس بہت زیادہ تھی اسی وجہ سے آپ میں جذب اور کشش کی قوت بھی تمام راستبازوں اور ماموروں سے بڑھ کر تھی۔ جس کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ کہ آپ کی زندگی ہی میں کل عرب مسلمان ہو گیا۔ یہ کشش اور جذب جو ماموروں کو دیا جاتا ہے۔ وہ مستعد دلوں کو تو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور ان لوگوں کو جو اس سے حصہ نہیں رکھتے۔ دشمنی میں ترقی کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس۔

اسی طرح پر انبیاء علیہم السلام کی خاصیت ہوتی ہے۔ کہ مومن اور کافر ان کے طفیل سے اپنے کفر اور ایمان میں کمال کرتے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ ابوجہل کا کفر پورا نہ ہوتا۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ آتے۔ پہلے اس کا کفر مخفی تھا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر اس کا اظہار ہو گیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدق بھی مخفی تھا۔ جو اس وقت ظاہر ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روحانی دعوت کی۔ ایک نے اس دعوت کو قبول کیا۔ اور دوسرے نے انکار کر دیا۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا۔ انبیاء ورسل آکر اس خباثت اور شقاوت کو جو ان لوگوں کے اندر ہوتی ہے ظاہر کر دیتے ہیں۔ قرآن شریف نے انبیاء ورسل کی بعثت کی مثال مینہ سے دی ہے۔ والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لایخرج الا نکدا۔ یہ تمثیل اسلام کی ہے۔ جب کوئی رسول آتا ہے۔ تو انسانی فطرتوں کے سارے خواص ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ان کے ظہور کا یہ خاصہ اور علامت ہے۔ کہ مخلص سعید الفطرت اور مستعد طبیعت کے لوگ اپنے اخلاص اور ارادت میں ترقی کرتے ہیں۔ اور شریر شرارت میں بڑھ جاتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب خبیث اور منکر گروہ نے شرارتیں کرنی شروع کیں۔ اور دکھ اور ایذا رسانی کے منصوبے کئے۔ اس وقت معلوم ہوا۔ کہ کیسی کیسی خبیث روحیں ہیں۔ ایک وہ لوگ تھے۔ کہ انہوں نے آپ کی راہ میں سر کٹوا ڈالے۔ ان کے حالات اور واقعات کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان میں کیسا اخلاص اور ارادت تھی۔ فی الحقیقت ان کا اسوہ اسوۂ حسنہ ہے۔ یہاں تک کہ ان میں اگر کسی کا ایک ضرب سے سر نہیں کٹا۔ تو اس کو شک ہوا۔ کہ شہید نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ خداتعالےٰ کی راہ میں کیسے فدا تھے۔ لکھا ہے۔ کہ ایک صحابی نے اپنے مخالف کو ایک تلوار ماری۔ اس کے زنگی گر اپنے لگی۔ دوسرے نے کہا۔ کہ شہید نہیں ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئے۔ اور پوچھا۔ کہ کیا شہید نہیں ہوا؟ آپ نے فرمایا۔ کہ دو اجر ملیں گے۔ ایک یہ کہ دشمن پر حملہ کیا۔ اور دوسرا اس لئے کہ اپنے آپ کو محض خدا کے لئے خطرہ میں ڈالا"

(الحکم نمبر ۳۸ - جلد ۹ - ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

## زندہ نبیؐ

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ایسی ثابت ہے کہ کسی اور نبی کی ثابت نہیں۔ اور اسی لئے ہم زور اور دعوے سے یہ بات پیش کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی نبی زندہ ہے۔ تو وہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ اکثر اکابر نے حیات النبیؐ پر کتابیں لکھی ہیں۔ اور ہمارے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے ایسے زبردست ثبوت موجود ہیں۔ کہ کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

منجملہ ان کے ایک یہ بات ہے۔ کہ زندہ نبی وہی ہوسکتا ہے جس کے برکات اور فیوض ہمیشہ کے لئے جاری ہوں۔ اور یہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالٰے نے آپؐ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک کبھی بھی مسلمانوں کو ضائع نہیں کیا۔ ہر صدی کے سر پر اس نے کوئی آدمی بھیجدیا۔ جو زمانہ کے مناسب حال اصلاح کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس صدی پر اس نے مجھے بھیجا ہے۔ تاکہ میں حیات النبیؐ کا ثبوت دُوں۔ یہ امر قرآن شریف سے بھی ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالٰے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کی حفاظت کرتا رہا ہے۔ اور کرے گا جیسا کہ فرمایا:۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ یعنی بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔"

(الحکم نمبر ۶ - جلد ۱۰ - ۱۷ فروری ۱۹۰۶ء)

۲۔ "یہ تمام شرف مجھے صرف ایک نبیؐ کی پیروی سے ملا ہے جس کے مدارج اور مراتب سے دُنیا بے خبر ہے۔ یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ یہ عجیب ظلم ہے۔ کہ جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں۔ کہ عیسٰےؑ آسمان پر زندہ ہے۔ حالانکہ زندہ ہونے کے علامات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود میں پاتا ہوں وُہ خدا جس کو دُنیا نہیں جانتی۔ ہم نے اس خدا کو اس کے نبی کے ذریعہ سے دیکھ لیا۔ وُہ وحی الہٰی کا دروازہ جو دُوسری قوموں پر بند ہے۔ ہمارے پر محض اسی نبی کی برکت سے کھولا گیا۔ اور وُہ معجزات جو غیر قومیں صرف قصوں اور کہانیوں کے طور پر بیان کرتی ہیں۔ ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے وُہ معجزات بھی دیکھ لئے۔ اور ہم نے اس نبی کا وُہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں۔ مگر تعجب کہ دُنیا اس سے بے خبر ہے۔" (الحکم نمبر ۱۰ - جلد ۱۰ - ۲۴ مارچ ۱۹۰۶ء)

## رسُول کریمؐ کے مجاہدات و عبادات

"بعض کہتے ہیں کہ صحابہ جس قدر مجاہدہ کرتے تھے۔ یا روزہ رکھتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسا ثابت نہیں۔ صحابہ میں سے بعض بعض قریب قریب رہبانیت کی زندگی کو پہنچ جاتے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ وُہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے (معاذ اللہ) بڑھے ہوئے تھے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو اللہ تعالٰے نے جبر اور اکراہ سے باہر نکالا تھا۔ آپؐ کی وُہ عادت جو اختفا کی تھی۔ دُور نہ ہوئی تھی۔ کسی کو کیا معلوم ہے۔ کہ آپؐ پوشیدہ طور پر کس قدر مجاہدات اور عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی میرے گھر میں باری تھی۔ رات کو جب میری آنکھ کھلی۔ تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں ہیں۔ میں بہت حیرت ہوئی۔ اور آپؐ کو تلاش کیا۔ جب کہیں پتہ نہ لگا۔"

## رسُول کریمؐ کی توجہ کا اثر

"پہلا مقصد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عرب کی اصلاح تھی۔ اور عرب کا ملک اس زمانہ میں ایسی حالت میں تھا۔ کہ مشکل کہہ سکتے ہیں۔ کہ وُہ انسان تھے۔ کون سی بدی تھی۔ جو اُن میں نہ تھی۔ اور کونسا شرک تھا۔ جو ان میں رائج نہ تھا۔ چوری کرنا۔ ڈاکہ مارنا ان کا کام تھا۔ اور ناحق کا خون کرنا ان کے نزدیک ایک ایسا معمولی کام تھا۔ جیسا کہ ایک چیونٹی کو پیروں کے نیچے کچل دیا جائے۔ یتیم بچوں کو قتل کر کے ان کا مال کھا لیتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ بگور کرتے تھے۔ زناکاری کے ساتھ فخر کرتے۔ اور علانیہ اپنے قصیدوں میں ان گندی باتوں کا ذکر کرتے تھے۔ شراب خواری اس قوم میں اس کثرت سے تھی۔ کہ کوئی گھر بھی شراب سے خالی نہ تھا۔ اور قمار بازی میں سب ملکوں سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حیوانوں کی عار تھی۔ اور سانپوں اور بھیڑیوں کی ننگ۔ پھر جب ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور اپنی باطنی توجہ سے اُن کے دلوں کو صاف کرنا چاہا۔ تو ان میں تھوڑے ہی دنوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ کہ وُہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے۔ اور پھر انسان سے مہذب انسان۔ اور مہذب انسان سے باخدا انسان۔ اور آخر خدا تعالٰے کی محبت میں ایسے محو ہو گئے کہ انہوں نے ایک بے حس عضو کی طرح ہر ایک دکھ کو برداشت کیا۔ وُہ انواع اقسام کی تکالیف سے عذاب دیئے گئے۔ اور سخت بے دردی سے تازیانوں سے مارے گئے۔ اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے۔ اور قید کئے گئے۔ اور بھوکے پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے۔ مگر انہوں نے ہر ایک مصیبت کے وقت آگے قدم رکھا۔ اور بہتیرے ان میں ایسے تھے۔ کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے۔ اور بہتیرے ایسے تھے۔ کہ بچوں کے سامنے وُہ سولی دیئے گئے۔ اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں۔ اس کا تصور کر کے رونا آتا ہے۔ اگر اُن کے دلوں پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا تو پھر وُہ کیا چیز تھی۔ جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا۔ اور ایک خوق العادت تبدیلی پیدا کر کے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی۔ کہ جو بے کس اور مسکین اور بے زری کی حالت میں مکہ کی گلیوں میں اکیلا اور تنہا پھرتا تھا۔ آخر کوئی روحانی طاقت تھی۔ جو ان کو سفلی مقام سے اٹھا کر اوپر کو لے گئی۔ اور عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ اکثر ان کے اُن کی کفر کی حالت میں آنحضرت صلعم کے جانی دشمن اور آنجناب کے خون کے پیاسے تھے۔ پس میں تو اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں سمجھتا۔ کہ کیونکر ایک غریب مفلس تنہا بے کس نے ان کے دلوں کو ہر ایک کینہ سے پاک کر کے اپنی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ وُہ فخریہ لباس پھینک کر اور ٹاٹ پہن کر خدمت میں حاضر ہو گئے۔"

(پیغام صلح صفحہ ۱)

## بے نظیر اخلاق فاضلہ

"خدا تعالٰے نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح کو دو حصوں پر منقسم کر دیا۔ ایک حصہ دکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا۔ اور دوسرا حصہ فتحیابی کا۔ تا مصیبتوں کے وقت میں وُہ خلق ظاہر ہوں۔ جو مصیبتوں کے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وُہ خلق ثابت ہوں۔ جو بغیر اقتدار کے ثابت نہیں ہوتے۔ سو ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں قسم کے اخلاق دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کے وارد ہونے سے کمال وضاحت سے ثابت ہو گئے۔ چنانچہ وُہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں شامل حال رہا۔ اُس زمانہ کے سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وُہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں۔ یعنے خدا پر توکل رکھنا۔ اور جزع فزع سے کنارہ کرنا۔ اور اپنے کام میں سُست نہ ہونا۔ اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا۔ ایسے طور پر دکھلا دیئے۔ جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی۔ کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہو۔ تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔

اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا۔ یعنے فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ۔ تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلٰے اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے۔ جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دکھ دینے والوں کو بخشا۔ اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ اُن کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا۔ اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپؐ کے اخلاق کو دیکھ کر گواہی دی۔ کہ جب تک کوئی خدا کی طرف سے اور حقیقۃً راستباز نہ ہو۔ یہ اخلاق ہرگز دکھا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دشمنوں کے پُرانے کینے یک لخت دُور ہو گئے۔

قوم کی راہ میں جان دینے کا حکیمانہ طریق یہی ہے۔ کہ قوم کی بھلائی کے لئے قانون قدرت کی مفید راہوں کے موافق اپنی جان پر سختی اٹھائیں۔ نہ یہ کہ قوم سخت بلا یا گمراہی میں دیکھ کر اور خطرناک حالت میں پا کر اپنے سر پر پتھر مار لیں۔ اور پھر گمان کریں۔ کہ ہم نے اپنی اس حرکت بے جا سے قوم کو نجات دیدی ہے۔ یہ مردوں کا کام نہیں ہے زنانہ خصلتیں ہیں۔ اور بے حوصلہ لوگوں کا ہمیشہ سے یہی طریق ہے۔ کہ مصیبت کو قابل برداشت نہ پا کر جھٹ پٹ خودکشی کی طرف دوڑتے ہیں۔ ایسی خودکشی کی گو بعد میں کتنی ہی تاویلیں کی جائیں۔ مگر یہ حرکت بلاشبہ عقل اور عقلمندوں کا ننگ ہے۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ ایسے شخص کا صبر اور دشمن کا مقابلہ نہ کرنا معتبر نہیں ہے۔ جس کو انتقام کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ کیونکہ کیا معلوم ہے۔ کہ اگر وُہ انتقام پر قدرت پاتا تو کیا کچھ کرتا۔ جب تک انسان پر وُہ زمانہ نہ آئے۔ جو ایک مصیبتوں کا زمانہ اور ایک مقدرت اور حکومت اور ثروت کا زمانہ ہو۔ اس وقت تک اس کے سچے اخلاق ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ جو شخص صرف کمزوری اور ناداری اور بے اقتداری کی حالت میں لوگوں کی ماریں کھاتا مر جائے۔ اور اقتدار اور حکومت اور ثروت کا زمانہ نہ پائے۔ اس کے اخلاق میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر کسی میدان جنگ میں حاضر نہیں ہوا۔ تو یہ بھی ثابت نہ ہوگا۔ کہ وُہ دل کا بہادر تھا یا بزدل ہوگا۔ اس کے اخلاق کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے

۴۴۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ اگر وہ اپنے دشمنوں پر قدرت پاتا۔ تو ان سے کیا سلوک بجا لاتا۔ اور اگر وہ دولتمند ہو جاتا۔ تو اس دولت کو جمع کرتا یا لوگوں کو دیتا۔ اور اگر وُہ کسی میدان جنگ میں آتا۔ تو دُم دبا کر بھاگ جاتا۔ یا

# آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک ماہر علم النفس کی حیثیت میں

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم - اے کے قلم سے

## انبیاء کا ایک نمایاں امتیاز

دُنیا میں بہت لوگ علم النفس کے ماہر گزرے ہیں۔ اور آج کل تو یہ علم خصوصیت سے بہت ترقی کر گیا ہے۔ لیکن غور سے دیکھا جائے۔ تو اکثر لوگ جو اس علم کے عالم کہلاتے ہیں۔ ان کا علم صرف اصطلاحات کی واقفیت تک محدود ہوتا ہے۔ اور اگر اصطلاحات کے علم سے اُوپر گزر کر کبھی کسی کو حقیقی علم تک رسائی بھی ہوتی ہے۔ تو وُہ صرف اس فن کے علمی حصہ تک محدود رہتی ہے۔ اور اس کا عملی حصہ جو حقیقۃً مقصود ہے۔ اس فن کے اکثر ماہرین کے دائرہ حصول سے باہر رہتا ہے۔ اور صرف علم النفس پر ہی حصر نہیں۔ دُنیا میں بہت سے علوم اسی نامرادی کی حالت میں پائے جاتے ہیں۔ کہ لوگوں کا مبلغ علم اصطلاحات کی حد سے آگے نہیں جاتا۔ اور جن صورتوں میں وُہ آگے جاتا بھی ہے۔ وُہ صرف علمی پہلو تک محدود رہتا ہے۔ اور علم کے عملی استعمال تک بہت ہی کم لوگ پہونچتے ہیں۔ منطق کے علم کو دیکھو تو ہزاروں لاکھوں اس علم کے ماہر نظر آئیں گے۔ مگر ان کا علم اصطلاحات سے آگے نہیں جاتا۔ اور ان کی عمرِ عزیز اصطلاحات کے رٹنے میں ہی صرف ہو جاتی ہے۔ اور اس علم کا جو حقیقی مقصد ہے۔ کہ جرح و تعدیل کا صحیح ملکہ پیدا ہو جائے۔ اس سے اکثر لوگ محروم رہتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات منطقی لوگ اپنے دلائل میں زیادہ بودے اور سطحی پائے گئے ہیں۔ کیونکہ اصطلاحات کی الجھن ان کے لئے حقیقت تک پہونچنے کے رستے میں روک بن جاتی ہے۔ لیکن عام لوگوں کے مقابل پر اگر انبیاء کے حالات پر نظر ڈالی جائے۔ تو یہ امتیاز نمایاں صورت میں نظر آتا ہے۔ کہ ان کے جُملہ علوم حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ بلکہ وُہ گو بعض اوقات علوم کی اصطلاحات سے بوجہ ظاہری تعلیم کی کمی کے واقف نہیں ہوتے۔ مگر ہر علم جو اُن کے دائرہ کار سے تعلق رکھتا ہے، اس کے اصل مقصد و مدعا یا بالفاظ دیگر اس علم کے گودے اور جوہر سے انہیں پوری پوری واقفیت ہوتی ہے۔ اور ان سے بڑھ کر کوئی شخص ایسے علم کا عالم نہیں ہو سکتا۔

## انبیاء اور علم النفس

علم النفس بھی جو گویا انسان کے ذہنی اور قلبی تاثرات کا علم ہے انبیاءؑ کے مخصوص علوم کا حصہ ہے۔ کیونکہ تربیت اور اصلاح کے کام سے اس علم کو خاص تعلق ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ شریعت کی داغ بیل زیادہ تر اسی علم کی بنا پر قائم ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ قرآن شریف میں بتایا ہے۔ اور حالات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ انبیاء کے بھی مدارج ہیں۔ اور جیسا جیسا کام کسی نبی کے سپرد ہونا ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے قوتیں دی جاتی۔ اور علوم کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

## رسول کریمؐ اور علم النفس

ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خاتم النبیین تھے۔ اور بخلاف گزشتہ انبیاءؑ کے ساری دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور آپؐ کا پیغام ہر اسود و احمر کے نام تھا۔ اور آپؐ کی شریعت ہر قوم اور ہر زمانہ کے لئے بھیجی گئی تھی۔ اس لئے طبعاً آپؐ کے اندر وُہ قوتیں بھی ودیعت کی گئی تھیں۔ اور وُہ علوم آپؐ کو عطا ہوئے تھے۔ جو اس عظیم الشان کام کے سرانجام دینے کے لئے ضروری تھے۔ اور اس میں کسی نبی کی ہتک نہیں ہے کہ دُوسرے انبیاء میں سے کسی کو وُہ علوم نہیں دیئے گئے۔ جو آپؐ کو دیئے گئے۔ اور کوئی نبی ان قوتوں کو ساتھ لے کر نہیں آیا جنہیں لے کر آپ مبعوث ہوئے۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا ہے انا سید ولد ادم ولا فخر۔ میں آدمؑ کی اولاد کا سردار ہوں۔ مگر اس کی وجہ سے میں اپنے نفس میں کوئی تکبر نہیں پاتا۔ اور جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الرسل تھے۔ تو ضروری تھا۔ کہ علم النفس میں بھی جس کا جاننا فرائض نبوت کی ادائگی کے ساتھ گویا لازم و ملزوم کے طور پر ہے۔ آپؐ سب سے اول اور سب سے آگے ہوں۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حقیقۃً ایسا ہی تھا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالےٰ نے تربیت اور اصلاح کا عظیم الشان اور عدیم المثال کام لینا تھا۔ اس لئے یہ علم آپؐ کے وجود میں اس طرح سرایت کئے ہوئے تھا۔ جیسے ایک عمدہ اسفنج کا ٹکڑا پانی میں ڈبو کر نکالنے کے بعد پانی سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور ایک قدرتی چشمے کے طور پر اس علم کی ابدی صداقتیں آپؐ سے پھوٹ پھوٹ بہتی تھیں۔ چونکہ میرے لئے اس مختصر مضمون میں اس موضوع کے سارے پہلوؤں کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ کسی ایک پہلو کو بھی تفصیل کے ساتھ نہیں بیان کیا جاسکتا۔ اس لئے میں اس جگہ نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند مثالیں آپؐ کے کلام میں سے بیان کرونگا جن سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ کس طرح آپؐ کی ہر بات علم النفس کے ابدی اصول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نکلتی تھی۔ اور زیادہ اختصار کے خیال سے میں آپؐ کے کلام میں سے بھی صرف اس حصہ کو لُونگا۔ جو روزمرہ کی گفتگو اور بے ساختہ نکلی ہوئی باتوں سے تعلق رکھتا ہے۔

## رسول کریمؐ کے کلام کا کمال

میں بتا چکا ہوں۔ کہ عام اصطلاح میں علم النفس اس علم کا نام ہے جو انسانی ذہن کی تشریح اور اس کے کام سے تعلق رکھتا ہے اس علم میں ذہنی اور قلبی تاثرات سے بحث کی جاتی ہے۔ اور یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ انسان اپنے ماحول سے کس طرح ترقی قبول کرتا ہے۔ اور اس کے خیالات کی رَو میں کس طرح اور کن اصول کے ماتحت چلتی ہیں۔ وغیر ذالک۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں یہ کمال تھا۔ کہ اس میں مخاطب فرد یا جماعت کی ذہنی کیفیت کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اور کسی فرد یا جماعت کے خیالات کی اصلاح کے لئے جو بہترین طریق ہو سکتا ہے۔ اس کے مطابق آپؐ کی زبان مبارک گویا ہوتی تھی۔ اور اس لئے سوائے اس کے کہ مشیت ایزدی دوسری طرح ہو۔ آپؐ کی ہر بات ایک آہنی میخ کی طرح سامع کے دل میں دھنس جاتی تھی۔ اور آپ اپنے مخاطب کے خیالات کی رَو کو غلط رستے پر جاتا دیکھ کر یا یہ سمجھ کر کہ اس کے غلط رستے پر پڑنے کا احتمال ہے۔ فوراً ایسی بات فرماتے تھے۔ جو سامع کی ذہنی رَو کو کاٹ کر اس کا رُخ بدل دیتی تھی۔ ایسی مثالیں آپؐ کی زندگی میں ہزاروں ملتی ہیں۔ بلکہ آپؐ کی ساری زندگی ہی اس کی مثال ہے۔ مگر میں اس جگہ بطور نمونہ صرف چند مثالیں بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

## جنگ بدر کے موقعہ کی مثال

جنگِ بدر کے موقعہ پر جب کہ ابھی مسلمان لشکر کفار کے سامنے نہیں ہوئے تھے۔ اور اکثر مسلمان اس بات سے بے خبر تھے۔ کہ کفار کا ایک جرار لشکر مکہ سے نکل کر آ رہا ہے۔ اور صرف اس خیال سے گھر سے نکلے تھے۔ کہ قافلہ سے سامنا ہوگا۔ اس وقت بعض صحابہ نے کفار مکہ کا ایک سپاہی جو کہیں پانی پر مل گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پکڑ کر پیش کیا۔ آپؐ نے اس سے لشکرِ کفار کے متعلق بعض سوالات کئے۔ اور پھر پوچھا کہ رؤسا مکہ میں سے کون کون ساتھ ہے۔ اس نے کہا۔ عتبہ۔ شیبہ۔ امیہ۔ نضر بن حارث۔ عقبہ۔ ابوجہل۔ ابوالبختری۔ حکیم بن حزام وغیرہ سب ساتھ ہیں۔ یہ لوگ چونکہ قبیلہ قریش کے رؤساء تھے اور نہایت بہادر اور جری سپاہی سمجھے جاتے تھے۔ ان کے نام سُن کر اور یہ معلوم کرکے کہ مکہ کے سارے چیدہ لوگ مسلمانوں کے استیصال کے لئے نکل آئے ہیں۔ بعض کمزور صحابہ کسی قدر گھبرائے-

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو بے ساختہ فرمایا۔ ھذہ مکۃ قد القت الیکم افلاذ کبدھا۔ لو مکہ نے تو تمہارے سامنے اپنے جگر گوشے نکال کر رکھدیئے ہیں۔ یعنی تم خوش ہو۔ کہ خدا نے تمہارے لئے اتنا بڑا شکار جمع کر دیا ہے۔ صحابہ کے خیالات کی رو فوراً پلٹا کھا گئی۔ کہ یہ تو کوئی گھبرانے کا موقعہ نہیں ہے۔ بلکہ خدا نے اپنے وعدوں کے مطابق ان رؤسا کفار کو ہمارے ہاتھوں تباہ کرنے کے لئے یہاں جمع کر دیا ہے۔ اور اس طرح وہی خبر جو کہ در طبیعت مسلمانوں کے لئے پریشانی اور خوف کا باعث بن سکتی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بے ساختہ نکلی ہوئی بات سے ان کے لئے خوشی اور تقویت کا باعث بن گئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فقرہ کسی غور و فکر کے نتیجہ میں نہیں فرمایا۔ بلکہ ادھر آپ نے مکہ کے سپاہی کے منہ سے یہ الفاظ سُنے۔ اور صحابہ کے چہروں پر نظر ڈال کر گھبراہٹ کے آثار دیکھے۔ اور اُدھر بے ساختہ طور پر آپ کے منہ سے یہ لفظ نکل گئے۔ جیسا کہ ایک تیر اپنی کمان کے چلہ سے نکل جاتا ہے۔ اور اس بات کے نتیجہ میں مسلمانوں کے خیالات کی رو پلٹا کھا کر فوراً اپنا رُخ بدل گئی:۔

## فتح مکہ کے موقعہ کی مثال

فتح مکہ کے موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوسفیان رئیس مکہ کی دلداری منظور تھی۔ اور آپ نے اس کے ساتھ اس بارہ میں بعض وعدے بھی فرمائے تھے جب اسلامی لشکر نہایت درجہ شان و شوکت کے ساتھ اپنے پھریرے لہراتا ہوا مکہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور ابوسفیان ایک اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا اس تزک و احتشام کو دیکھ رہا تھا۔ تو اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رئیس انصار نے جو اپنے قبیلہ کے نشان بردار تھے۔ ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ آج مکہ والوں کی ذلت کا دن ہے۔ ابوسفیان کے دل میں یہ بات نشتر کی طرح لگی اس نے فوراً آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:۔

"آپ نے سنا سعد نے کیا کہا ہے۔ سعد کہتا ہے کہ آج مکہ کی ذلت کا دن ہے"!

آپ نے فرمایا۔ سعد نے غلط کہا۔ آج تو مکہ کی عزت کا دن ہے۔ سعد سے سرداری کا جھنڈا لے کر اس کے بیٹے کے سپرد کر دیا جائے"!

یہ ایک بے ساختگی کا کلام تھا۔ مگر دیکھو۔ تو اس میں علم و معرفت کی کتنی اعلیٰ صداقتیں مخفی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے۔ کہ مکہ والوں کی ذلت کے فقرہ سے یہ سمجھا جا سکتا تھا۔ کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوں۔ تو مکہ والوں کی یہ ذلت ہے حالانکہ خواہ مکہ مفتوح ہو۔ جب وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے آ رہا ہے۔ تو اس کی ذلت ہی عزت ہے۔ اور پھر مکہ کا مقام ایسا ہے۔ کہ اسے کسی صورت میں ذلت سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے سعد کے فقرہ سے اور اس فقرہ کے کہنے کے انداز سے مسلمانوں کے دلوں میں ابوسفیان کے متعلق تحقیر کے جذبات پیدا ہو سکتے تھے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء اس کی دلداری کرنا تھا۔ اس لئے آپ نے فوراً ابوسفیان کی شکایت پر سعد کو تنبیہ فرمائی۔ اور مسلمانوں کے خیالات کو غلط رستے پر پڑنے سے روک لیا۔ تیسرے آپ نے یہ دیکھتے ہوئے۔ کہ سعد کے منہ سے یہ بات بے اختیار نکلی ہے۔ اور جان بوجھ کر نہیں کہی گئی۔ اور پھر یہ سوچتے ہوئے۔ کہ سعد اپنے قبیلہ کا سردار ہے۔ جتنے توسع اس کی تحقیر بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ حکم تو دیا کہ اس کے ہاتھوں سے سرداری کا جھنڈا لے لیا جائے۔ مگر ساتھ ہی یہ حکم دیا۔ کہ یہ جھنڈا اس سے لے کر اس کے بیٹے کے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ سعد کی بھی دلداری رہے۔ اور کسی دوسرے کو بھی اس پر طعن کا موقعہ نہ پیدا ہو۔ غور کرو کہ ان مختصر سے الفاظ میں جو بے ساختہ آپ کے منہ سے نکلے۔ آپ کی نظر کہاں کہاں پہنچی گویا ایک آن واحد میں آپ کے الفاظ نے کئی ذہنی دروازے جو نقصان دہ تھے۔ بند کر دیئے۔ اور کئی ذہنی دروازے جو نفع مند تھے۔ وہ کھول دیئے:۔

## غزوۂ حنین کے موقعہ کی مثال

غزوۂ حنین کے بعد جب غنائم کی تقسیم کا سوال پیدا ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ والوں کی تالیف قلب کے خیال سے انہیں زیادہ حصہ دیا۔ بعض جوشیلے نوجوان انصار کو اس پر شکایت پیدا ہوئی۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ خون تو ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ مگر انعام مکہ والے لے گئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے انصار کو ایک علیٰحدہ جگہ میں جمع کیا۔ اور ان سے کہا۔ کہ مجھے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو سکتے۔ کہ لوگ تو بھیڑ بکری اور اونٹ لئے جاتے ہیں۔ مگر تمہارے ساتھ خدا کا رسول جا رہا ہے۔ انصار کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ ہم میں سے بعض نادان نوجوانوں کے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا تھا۔ ہم خدا کے رسول کو چاہتے ہیں۔ ہمیں دنیا کے اموال کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

"اے انصار کے گروہ اب تم مجھے جنت میں حوض کوثر پر ہی ملنا"

علم النفس کے ماتحت اس واقعہ کے پہلے حصہ کی تشریح واضح ہے۔ کسی نوٹ کی ضرورت نہیں۔ مگر آپ کا آخری فقرہ کچھ تشریح چاہتا ہے۔ یہ ایک بہت سادہ اور صاف فقرہ ہے۔ مگر علم النفس کے سانچے میں کس طرح ڈھل کر نکلا ہے۔ آپ کا منشاء یہ تھا۔ کہ تم میں سے بعض نے دنیا کا لالچ کیا ہے۔ اب اس کی پاداش میں تمہیں دنیا میں اس خدائی انعام سے محرومی رہے گی۔ جو دنیا کے انعاموں میں سب سے بڑا انعام ہے۔ یعنی حکومت و سلطنت۔ لیکن یہ نہ سمجھو۔ کہ تمہارا اخلاص اور تمہاری قربانیاں رائیگاں گئیں۔ بلکہ اس کے لئے تم مجھے آخرت میں حوض کوثر پر آکر ملنا وہاں تم آخرت کے انعاموں سے مالامال کئے جاؤ گے اور خدا تمہاری سب کسریں نکال دے گا۔ مگر دنیا میں حکومت و اقتدار کا انعام اب تمہیں نہیں ملیگا۔ گویا اس چھوٹے سے فقرہ میں آپ نے انصار کے دل میں یہ سبق پختہ طور پر جما دیا۔ کہ اگر قومی طور پر مضبوط ہونا چاہتے ہو اور ترقی کرنا چاہتے ہو۔ تو اپنے کمزور ساتھیوں کو بھی اپنے ساتھ سنبھال کر چلو ورنہ ایک حصہ کا وبال دوسرے حصہ کو بھی اٹھانا پڑے گا۔ اور اسی فقرہ میں آپ نے یہ بھی بتا دیا۔ کہ تم نے میرا دامن پکڑ کر دنیا کی نعمتوں کا لالچ کیا۔ اب تمہیں دنیا کی نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا چاہیئے۔ مگر چونکہ خیالات کی اس رو کے ساتھ فوراً یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ گویا انصار کی جماعت خدائی انعامات سے محروم رہی۔ اس لئے آپ نے ساتھ ہی اس کا ازالہ فرما دیا۔ کہ نہیں ایسا نہیں۔ بلکہ خدا تمہیں آخرت میں انعامات کا وارث بنائے گا۔ اور چونکہ اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے اس لئے اگر آخرت میں انعامات مل جائیں۔ تو دنیا کی محرومی چنداں قابل لحاظ نہیں ہے۔ آپ کے اس فقرہ میں یہ مزید لطافت ہے۔ کہ گو آپ کا اصل منشاء اس موقعہ پر انصار کو تنبیہ کرنا تھا۔ لیکن آپ نے انعام کے حصہ کو تو صراحت کے ساتھ لفظوں میں بیان فرما دیا۔ مگر سزا اور محرومی کے مفہوم کو لفظوں میں نہیں بیان کیا۔ بلکہ بین السطور رکھا یعنی یہ نہیں فرمایا۔ کہ اب تمہیں دنیا میں حکومت کا انعام نہیں ملے گا۔ بلکہ صرف اس قدر فرما کر خاموش ہو گئے۔ کہ اچھا اب تم مجھے آخرت میں ملنا۔ مگر چونکہ یہ ایک تنبیہ کا موقعہ تھا۔ آپ نے یہ بات نہیں کھولی۔ کہ آخرت میں تم خدائی انعامات سے بہت بڑا حصہ پاؤ گے۔ بلکہ صرف اس قدر فرمانے پر اکتفا کی۔ کہ مجھے حوض کوثر پر ملنا یعنی اس حوض پر میرے پاس آنا۔ جہاں ہر انعام اور ہر خوبی اپنی انتہائی کثرت میں پائی جائے گی جس میں اشارہ یہ تھا۔ کہ دنیا کی محرومی کی تلافی آخرت کے انعاموں کی کثرت سے ہو جائیگی۔ یہ صحرائے عرب کے اس امی نبی کا کلام ہے جو ظاہری علم کے لحاظ سے ابجد تک سے بے بہرہ تھا:۔

## ایک اور موقعہ کی مثال

مشیت ایزدی کے ماتحت ایک جنگ میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور کئی مسلمان میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بعد میں یہ لوگ شرم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان کو مسجد کے کونے میں منہ چھپائے تاریکی میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا تم کون لوگ ہو۔ وہ شرم سے پانی پانی ہو رہے تھے۔ رو کر عرض کیا۔ نحن الفرارون یارسول اللہ۔ ہم بھگوڑے ہیں۔ یارسول اللہ آپ نے بے ساختہ فرمایا۔ بل انتم الکرارون۔ نہیں نہیں تم بھگوڑے نہیں۔ تم تو دوبارہ حملہ کے لئے تیار بیٹھے ہو! اللہ اللہ کیا شان ہے ایسے جملہ

# آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک اپنے دشمنوں سے

(از سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

## جذبۂ رحم و شفقت

یہ تو عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ ایک قوم اپنی قوم سے۔ ایک قبیلہ اپنے قبیلہ سے۔ ایک جماعت اپنی جماعت سے۔ ایک حاکم اپنی رعایا سے۔ ایک مالک اپنے خادم سے رحم و محبت کا سلوک کرتا ہے۔ مگر اوراق تاریخ میں کبھی ایسی مثال نہیں دیکھی گئی۔ کہ ایک قوم اپنی دشمن قوم سے۔ ایک قبیلہ اپنے دشمن قبیلہ سے محبت و رحم کا سلوک کرے۔ اس قسم کے رحم کی مثال صرف ایک ہی انسان میں نظر آتی ہے۔ اور وہ انسان ہمارے آقا۔ ہمارے ہادی ہمارے رہبر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ جس وقت جبکہ آپ مبعوث ہوئے۔ ملک کی حالت کے لحاظ سے یہ دستور عام تھا کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا تھا۔ اور ہر ایک کی یہی خواہش تھی۔ کہ میں دوسرے کو گرا کر آگے نکل جاؤں۔ مختلف قبیلے آپس میں لڑتے۔ اور فاتح قبیلہ شکست خوردہ قبیلہ کے آدمیوں کو پکڑ کر غلام بنا لیتا۔ ان سے نہایت درجہ ظالمانہ سلوک کیا جاتا۔

باوجود ایسے زمانہ میں پیدا ہونے کے جس میں ظلم و تشدد۔ درشتی و بے رحمی اپنے پورے زوروں پر تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ صرف ان جذبات سے بکلی پاک تھے۔ بلکہ آپ کا دل ہر انسان کی تکلیف کو دیکھ کر جذبات رحم و ہمدردی سے پُر ہو جاتا تھا۔ خواہ وہ آپ کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کا رحم نہ صرف دوستوں پر ہوتا تھا۔ بلکہ آپ دشمنوں پر بھی اپنوں کی طرح ہی رحم فرماتے تھے۔ وہ سلوک جو آپ نے دشمنوں سے کیا۔ وہ ایسا بے نظیر و بے مثال ہے۔ کہ انسان ششدر و محو حیرت ہو جاتا ہے۔ چونکہ آپ جامع جمیع اخلاق انسانی تھے۔ اس لئے آپ کی زندگی کا ہر شعبہ ہی اعلے ترین اخلاق کا نمونہ ہے۔

## بے مثال وسعتِ قلبی

جس وسعت قلب کا ثبوت آپ نے اپنے دشمنوں سے سلوک کرنے میں دیا۔ اس کی مثال اوراق تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ جیسے دشمن جو وہ دشمن جنہوں نے آپ کے خلاف دشمنی و ایذا دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ کے مقابل پر وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ سے اور آپ کے اصحاب کے ساتھ نہایت ہی گندا اور انسانیت سے گرا ہوا سلوک کیا۔ آپ کے اصحاب کا بے دریغ خون بہایا۔ خود آپ پر پتھر برسائے۔ مسلمان عورتوں سے وحشیانہ برتاؤ کیا۔ حتے کہ اس ظلم و تشدد سے تنگ آکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ پھر یہی نہیں۔ کہ ان کا ظلم ہجرت کے ساتھ ختم ہو گیا۔ بلکہ انہوں نے آپ کا پیچھا کیا۔ غریب لوگوں کو بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ ایسے لوگوں کے ساتھ جس سختی کا سلوک کیا جاتا۔ کم تھا۔ اور ان کو ان کی شرارتوں کی جو بھی سزا دی جاتی۔ تھوڑی تھی۔ مگر نہیں۔ آپ نے ان سے نہایت درجہ ہمدردی و انتہائی عفو کا سلوک کیا۔ آپ کا یہ سلوک ان لوگوں سے تھا جنہوں نے دشمنی و عداوت میں انتہا کر دی۔ جنہوں نے اپنا زور و طاقت اس لئے صرف کر دی۔ کہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ہر رنگ میں ذلیل کریں۔ اور کئی مرتبہ آپ کی جان لینے کے منصوبے کئے۔ آپ کے گھر میں گندگی۔ اور غلیظ اشیاء پھینکیں۔ آپ کے رستہ میں کانٹے بچھائے۔ ان میں وہ بھی تھے۔ جنہوں نے حمزہؓ کا کلیجہ نکالا اور چبایا۔ وہ بھی تھے۔ جنہوں نے آپ کی صاحبزادی کو مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے اس قدر ایذا دی۔ کہ بالآخر ان کی موت اسی سے واقع ہوئی۔ مگر آپ نے ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جس کی مثال آج تک نہیں دیکھی گئی۔ اور نہ ہی کبھی دیکھی جا سکتی ہے جبکہ آپ جیسا کامل و مکمل انسان آج تک پیدا نہیں ہوا۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے اپنے دشمنوں کو ان کے جرموں کی کوئی سزا نہ دی۔ بلکہ آپ نے یہ بھی ناپسند فرمایا۔ کہ ان کے لئے بد دعا کریں۔

## چند مثالیں

میں اس وقت صرف چند مثالیں آپ کے رحم و کرم کی پیش کرتی ہوں۔ جو آپ نے کفار مکہ۔ اور اپنے جانی دشمنوں پر کیا۔ اور اس طرح اپنے رحمۃ للعالمین ہونے کا ثبوت دیا۔

## قحط زدہ دشمنوں کے لئے دعا

آپ نے ہر حالت میں کفار سے مہربانی کا سلوک کیا۔ اس وقت بھی جبکہ آپ کو دنیاوی لحاظ سے کوئی حیثیت و طاقت حاصل نہ تھی۔ اور اس وقت بھی۔ جبکہ آپ ایک باجبروت و با اقتدار بادشاہ بن چکے تھے۔

مکہ میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ اور حالت یہاں تک خراب ہو گئی۔ کہ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ مردار جانوروں کے چمڑے وغیرہ کھا کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ اس وقت ایک شخص جو حضور کا جانی دشمن تھا اور آپ کو تکلیف و دکھ دینے میں اس نے کوئی کمی نہ کی تھی۔ آپ کے پاس آیا۔ اور آ کر کہا۔ آپ لوگوں کو رحم اور حسن سلوک کی تعلیم دیتے ہیں۔ مگر آپ کی قوم قحط کے سبب سے ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ دعا کیجئے۔ کہ خدا تعالے مینہ برسائے۔ اور یہ قحط دور ہو۔ آپ نے اسی وقت بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی جس کے نتیجہ میں خوب بارش ہوئی۔ اور ملک قحط کی مصیبت سے بچ گیا۔

## ایک یہودی کی نعش کے متعلق اظہارِ غم

ایک دفعہ ایک یہودی کی نعش جا رہی تھی۔ آپ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور غم کے آثار آپ کے چہرۂ مبارک پر ظاہر ہو گئے۔ صحابہؓ کو اس بات پر تعجب ہوا۔ اور کہا یا رسول اللہ یہ تو ایک یہودی کی نعش ہے۔ فرمایا۔ کیا یہ بھی ہمارے خدا کی پیدا کی ہوئی جان نہ تھی۔ سبحان اللہ کیا نرم دل پایا تھا۔ دشمن کی تکلیف کے خیال سے بھی دل رنج سے بھر جاتا تھا۔ اور کسی کا دکھ نہ دیکھ سکتے تھے۔

## ایک دشمن قوم کے لئے ہدایت کی دعا

جب طفیل بن عمرو مکہ میں آئے۔ تو ان کو کفار مکہ نے کہا۔ تم ایسے وقت میں کیوں آئے ہو۔ جبکہ یہاں ایک آدمی کھڑا ہوا ہے جو ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے دین سے پھیر کر ایک نئے مذہب کی طرف بلاتا ہے۔ اور لوگوں میں گمراہی و بے دینی پھیلا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی باتوں کا تم پر بھی اثر ہو جائے۔ طفیل نے کہا کہ مجھ پر کچھ اثر نہیں ہو گا۔ وہ جب باہر نکلتے تو کانوں میں روئی ڈال لیتے۔ ایک دن جو وہ باہر نکلے۔ اتفاقاً مسجد کے پاس سے گزرے۔ تو دیکھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ بے اختیار کھڑے ہو گئے۔ اور سننے لگے۔ ان پر ایسا اثر ہوا کہ اسلام لے آئے۔ اور اس ارادہ سے کہ اپنی قوم کو بھی اسلام کی طرف لائیں۔ اپنے وطن میں جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ اور مخالفت میں پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ طفیل واپس آئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ میری قوم تکذیب میں آگے سے بھی بڑھ گئی ہے آپ ان کے لئے بد دعا کیجئے۔ آپ نے فوراً ہاتھ اٹھائے۔ مگر بجائے بد دعا کرنے کے یہ دعا فرمائی۔ کہ اللّٰھم اھد دوساً اے اللہ اس قوم کو جو تیرے دین۔ اور تیرے رسول کی مخالفت کر رہی ہے۔ ہدایت دے۔ اور اس کو سچے رستہ کی طرف کھینچ لا۔

قریش کی ایذا رسانی کی وجہ سے مسلمان تنگ آکر ایک روز آپ کے پاس آئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ جب ہم مشرک تھے تو معزز تھے۔ مگر اب جبکہ ہم مسلمان ہیں۔ تو نہایت ذلیل سمجھے جاتے ہیں ہم کو اجازت دیجئے۔ کہ ہم ان کا مقابلہ کریں۔ مگر آپ نے اجازت نہ دی اور فرمایا۔ مجھے عفو کا حکم دیا گیا ہے۔ میں لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

## دشمنوں کی مہمان نوازی

ایک شخص ابوبصرہ حالت کفر میں مدینہ منورہ آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان بنا - وہ لالچ یا شرارت سے آپ کی تمام بکریوں کا دودھ پی گیا - اور آپ کے واسطے کچھ نہ چھوڑا اس وجہ سے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو بھوکا رہنا پڑا - مگر بدستور اس کی مہمان نوازی میں لگے رہے اور اپنی تکلیف کا قطعاً اظہار نہ فرمایا - اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے - کہ ایک کافر آکر آپ کے پاس مہمان ٹھیرا - آپ اس کے پاس پہلے ایک بکری کا دودھ لائے پھر دوسری کا پھر تیسری کا حتے کہ سب بکریوں کا دودھ اس کو پلا دیا - اور گھر کے لئے کچھ نہ رکھا - حالانکہ اس وقت ان بکریوں کے دودھ کے سوا گھر میں کوئی خوراک نہیں تھی - یہ دونوں مثالیں آپ کی بے نظیر مہمان نوازی کی مظہر ہیں - نہ صرف یہ کہ آپ دوستوں کی مہمان نوازی فرماتے - بلکہ دشمنوں کی مہمان نوازی سے بھی دریغ نہ فرماتے تھے :

پھر یہ دونوں مثالیں آپ کے عفو و کرم پر بھی دال ہیں - ایک شخص جو آپ کو تکالیف پہنچاتا ہے - آپ کا دشمن ہے - آپ کے عزیز از جان اسلام کا دشمن ہے - اور یہ بھی جانتا ہے - کہ اس کی سب گستاخیاں آپ کے علم میں ہیں - مگر وہ آپ کے پاس آکر ٹھیرتا ہے کیوں؟ صرف اس لئے - کہ اس کو یقین ہے - کہ آپ اس کے ساتھ بہر حال شفقت سے پیش آئیں گے - وہ جرأت کے ساتھ آکر آپ کا ہی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے - اور اس کی اس سے بڑھ کر مہمان نوازی کی جاتی ہے - جس کی اسے امید تھی - اور وہ یہ دیکھ کر اسلام لے آتا ہے :

## قتل کرنے پر آمادہ دشمن سے حسن سلوک

غزوہ نجران کے دوران میں ایک روز سخت مینہ برسا - اور آپ کے کپڑے بالکل بھیگ گئے - آپ نے اتار کر ایک درخت پر سکھانے کے لئے ڈال دیئے - اور خود اس درخت کے سایہ تلے بیٹھ گئے - اتنے میں غثور نامی ایک کافر نے دیکھا - کہ آپ اکیلے ہیں اور تلوار سونتے ہوئے آپ کے پاس آکر کہنے لگا - من یمنعک منی الیوم آج کے دن تجھے مجھ سے کون بچائے گا - آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا "اللہ" اس پر اس لفظ سے ایسا خوف طاری ہوا - کہ وہ زمین پر گر گیا - اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی آپ نے تلوار اٹھا لی - اور فرمایا - اب بتا تجھ کو مجھ سے آج کون بچائے گا - وہ کہنے لگا - کوئی نہیں بچا سکتا - آپ نے اسے چھوڑ دیا - اور فرمایا - میں رحم کرنے اور رحم کا حکم دینے کے لئے آیا ہوں - اس کا اس پر ایسا اثر ہوا - کہ وہ فوق العادت رحم کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا - اور اپنی قوم کو بھی دعوت حق دینے لگا -

## جنگ احد کے موقعہ پر دشمنوں کے لئے دعا

جنگ احد میں آپ کے دو دانت مبارک شہید ہو گئے آپ کا چہرہ منور زخمی ہو گیا - اور آپ گر گئے - صحابہؓ نے عرض کیا - آپ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے آپ سے ایسا سلوک کیا ہے - بد دعا کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا - انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا ورحمۃ اللھم اھد قومی انھم لا یعلمون - میں اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ میں لوگوں پر لعنت بھیجوں - یا ان کے لئے بد دعا کروں بلکہ میرا تو یہ کام ہے - کہ لوگوں کو راہ حق کی طرف بلاؤں - پھر آپ نے دعا فرمائی - کہ اے رب میری قوم کو ہدایت دے - کیونکہ یہ نا سمجھی سے ایسے کام کر رہی ہے :

## عبد اللہ بن ابی سے سلوک

عبد اللہ بن ابی جو ظاہر میں مسلمان تھا - مگر باطن میں اسلام کا جانی دشمن اور مخالف تھا - اور کئی طریقوں سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور مسلمانوں کو تکلیف دینے کی کوشش کرتا رہتا تھا - جب وہ فوت ہوا - تو اس کا بیٹا جو مسلمان تھا - آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا - یا رسول اللہ - آپ میرے والد کا جنازہ پڑھا دیجئے - آپ جنازہ پڑھانے کے لئے فوراً تیار ہو گئے - مگر اتنے میں حضرت عمرؓ نے عرض کیا رسول اللہ کیا آپ ایک منافق کا جنازہ پڑھنے لگے ہیں آپ نے فرمایا - ابھی مجھے اس سے روکا نہیں گیا - میں اس کے لئے دعا کروں گا - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا - خدا تعالے تو فرماتا ہے کہ اگر ستر بار بھی تم ان لوگوں کے لئے استغفار کرو - تب بھی میں ان کو معاف نہ کروں گا - فرمایا - میں ستر بار سے زیادہ پڑھ لوں گا - دیکھو - آپ کا رحم نہ صرف یہ کہ آپ اس دنیا کی تکلیف میں مبتلا کسی شخص کو نہ دیکھ سکتے تھے - بلکہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے - کہ آخرت میں کوئی شخص عذاب الہیٰ میں گرفتار ہو :

## فتح مکہ کا موقعہ

پھر فتح مکہ کے واقعہ کو لیجئے - اور دیکھئے ہیں کہ آپ کا عفو و درگذر کتنا بے مثل تھا - جب آپ محض خدا کے فضل و کرم سے اسی مکہ میں جس میں آپ کو ہزاروں قسم کی تکالیف و ایذائیں دی گئی تھیں - فاتح اور پر داخل ہوتے ہیں - اور سب دشمن اس خطرہ سے سہمے ہوئے ہیں - کہ نہ معلوم اب ہم سے کیا سلوک ہو گا - آپ فرماتے ہیں - گھبراؤ نہیں - لا تثریب علیکم الیوم - میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں ہو گی :

یہ ہے - آپ کا سلوک ان لوگوں کے ساتھ - جو آپ کی جان کے دشمن - آپ کے اصحاب کے دشمن - اور آپ کے عزیز و اقربا کے دشمن تھے - جنہوں نے آپ کو اپنا محبوب اور بابرکت وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا - جنہوں نے آپ کو غریب الوطنی میں بھی آرام نہ لینے دیا اور ایذا رسانی کی ہر ممکن کوشش کی - کیا ایسے دشمنوں سے اس قسم کے سلوک کی کوئی مثال تاریخ عالم پیش کر سکتی ہے - ہرگز نہیں :

اللھم صل علی محمد و بارک وسلم

---

# عورت کا درجہ اسلام میں

از مرزا عبد المجید صاحب طالب - احمدی جہلم

پہلے عورت صرف اک سرمایۂ موہوم تھی
بے کس و مجبور تھی - مغموم تھی مظلوم تھی

پہلے عورت ننگ تھی - دامانِ ہستی کے لئے
وقف تھی انسان کی عشرت پرستی کے لئے

پہلے عورت بار تھی - ناقابلِ برداشت بار
زندگی اس کی تھی اس وحشت کدہ میں ناگوار

زندگی اور موت کا وقت اس کا یک ہی
تھی نفرت سے اُدھر پھینکا - ادھر پیدا ہوئی

قوم میں اور ملک میں اس کا کوئی درجہ نہ تھا
تھا وجود اس کا مگر اس شان سے گویا نہ تھا

بزمِ عالم میں وہ تھی - اک نقشِ مردود و ذلیل
مطلقاً اس کے تحفظ کی نہ تھی کوئی سبیل

ناگہاں آیا جو دورِ رحمۃ للعالمین -
رفعتیں عورت کی فطرت میں نمایاں ہو گئیں -

ہادیٔ اسلام نے دنیا کو جو تعلیم دی
اس میں عورت کے لئے بھی اک جگہ محفوظ کی

کر دیا دختر کشی کی لعنتوں کا سدِ باب -
زندگی عورت کو بخشی کامگار و کامیاب -

آج عورت کا جہاں میں ہے اگر درجہ بلند
ہادیٔ اسلام کی ہے - یہ نوائے دردمند

آج عورت زندگی کے کیف سے مسرور ہے
آج عورت محفلِ انسانیت کا نور ہے

قتل کر دینا روا تھا - جس کا اور محمود بھی
آج وہ اس دہر کی ہے خوبصورت زندگی

مسلکِ اسلام میں - عورت ہو یا کوئی غلام
ہے مساوی اس کا درجہ - اور وقر و احترام

صد صلوٰۃ و صد سلام اے خاتمِ کل انبیاء
فی الحقیقت آپ نے انساں کو انساں کر دیا

آج عورت کو بلندی ہو کسی عنوان سے
سر اٹھا سکتی نہیں اسلام کے احسان سے

از جناب مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل سابق مبلغ بلاد عربیہ

حکیم علی الاطلاق۔ خالق کون و مکاں خدا نے ابتدائے آفرینش میں زمین و آسمان کو بنا کر انواع و اقسام کی مخلوقات حیوانات نباتات اور جمادات پیدا کی۔ پھر خاتم المخلوقات انسان کو پیدا کیا۔ اور اسے ان تمام اعلیٰ صفات اور کمالات کا جامع بنایا۔ جو دوسری مخلوقات میں فرداً فرداً ودیعت کئے گئے تھے۔ اور اس پر اپنی جسمانی خلق کا سلسلہ ختم کر دیا۔ کہ اب اس کے بعد کوئی اعلیٰ مخلوق نہیں پیدا کی جائے گی ۔

خدا تعالےٰ نے جب مخلوقات میں سے اشرف المخلوق کو پیدا کیا۔ تو ضروری تھا۔ کہ اشرف المخلوقات میں سے بھی اس فرد کامل کو دنیا میں ظاہر کرتا۔ جس پر تمام کمالات انسانی کا دائرہ ختم ہو جاتا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے نسل انسانی میں سے انبیاء علیہم السلام کے ایک پاک گروہ کو جو اعلےٰ درجے کے کمالات اور پاکیزہ صفات کا حامل ہوا۔ اشرف و افضل ٹھہرایا۔ لہذا خاتم کمالات نوع انسانی کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ اس مقدس جماعت کا سردار اور خاتم النبیینؐ ہو۔ کیونکہ اس کی افضلیت اور بزرگی تمام انسانوں پر اسی وقت ثابت ہو سکتی تھی جبکہ وہ کامل و اکمل انسان تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا جامع ہوتا۔ چنانچہ فضائل اخلاق کا وہ پیکر مجسم بطحا کی بے آب و گیاہ وادی میں پیدا ہوا۔ (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اسے رب کعبہ کی طرف سے خاتم النبیینؐ کا شاندار لقب عطا کیا گیا۔ تا ظاہر ہو۔ کہ اس کا وجود مسعود تمام سفیران الہٰی کے کمالات کا جامع ہے۔ اور اب اس کے بعد کوئی ولی۔ کوئی صدیق۔ کوئی شہید اور کوئی نبی اس کی اولاد روحانی سے باہر نہیں ہو سکتا جس طرح کہ خاتم مخلوقات حضرت آدم کے بعد اس کی نسل سے باہر کوئی انسان نہیں ہو سکتا ؎

شد خیال از دے علی وجہ الاتم ÷ جوہر انساں کہ بود آں مضمرے
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال ÷ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
آفتاب ہر زمین و ہر زمان
راہبرے ہر اسود و ہر احمرے

## خاتم کے اصل معنے

خاتم کے اصل معنے عربی زبان میں انگوٹھی کے ہیں جو انگلی میں پہنی جاتی ہے۔ اور جب کسی انسان کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ تو اصل خاتم اور اس انسان میں کوئی وجہ شبہ متعین کی جاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خاتم النبیین کے لفظ میں وجہ تشبیہ ہے۔ کہ جس طرح انگوٹھی انگشت کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ اسی طرح حضور فخر کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں محیط ہیں یعنے حضور نے ان کے تمام کمالات کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے۔ اور اس طرح گویا تمام کمالات نوع انسانی آپ کی ذات قدسی صفات پر ختم ہیں۔ کوئی روحانی کمال ایسا نہیں۔ جو آپ کی ذات بابرکات میں نہ پایا جاتا ہو۔ عارف اور حقیقت شناس مسلمان کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہی عقیدہ رہا ہے۔ چنانچہ بانی مدرسہ دیوبند علامہ محمد قاسم صاحب نانوتوی مرحوم بھی فرماتے ہیں۔

"وہ نبی جو صفت العلم سے مستفید ہو۔ اور بارگاہ علمی تک باریاب ہو۔ تمام انبیاء سے مراتب میں زیادہ۔ اور رتبہ میں اول اور سب کا سردار اور سب کا مخدوم و مکرم ہو گا۔ اور سب اس کے تابع و محتاج ہوں گے۔ اس پر مراتب کمالات خصوصاً علمی اس لئے وہ نبی خاتم الانبیاء بھی ضرور ہو گا" (مباحثہ شاہجہانپور صفحہ ۔۔)

اسی طرح مولانا روم اپنی شہرہ آفاق مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| پیشتر اش اندر ظہور در کمون | اہد قومی انہم لایعلمون |
| بازگشتہ از دم او ہر دو باب | در دو عالم دعوت او مستجاب |
| بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود | مثل او نے بود نے خواہند بود |
| چونکہ در صنعت برد استاد دست | نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست |

(دفتر ششم صفحہ ۹)

یعنے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشہ مبارک خلوت و جلوت میں یہی تھا۔ کہ خدا سے اپنی قوم کے لئے ہدایت طلب کرتے تھے۔ حضورؐ کی بعثت مبارک سے دین و دنیا کے دونوں دروازے کھل گئے۔ اور حضور کی دعا دونوں جہان میں قبول ہوئی۔ آپ دنیا اور عقبیٰ میں لوگوں کے لئے شفیع ٹھہرے پس اس روحانی فیضان کی بخشش اور سخاوت کی وجہ سے آپ نبیوں کے خاتم ہوئے۔ نہ آپ جیسا کامل انسان پہلے کوئی ہوا اور نہ آئندہ ہو گا۔ اے دوست! جب کوئی شخص کسی صنعت میں دسترس حاصل کر کے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ تو کیا تو اس کے متعلق یہ نہیں کہتا۔ کہ اس پر کاریگری ختم ہے ۔

## تمام صفات عالیہ میں کمال

خداوند عالم نے اپنے پاک کلام میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین فرما کر اس امر کا اعلان کر دیا۔ کہ حضور تاجدار مدینہ نوع انسانی کے ان تمام کمالات کے خاتم ہیں۔ جن سے بنی آدم کے کامل افراد فرداً فرداً متصف ہوئے۔ چنانچہ اگر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے شجاعت و بسالت اور استقامت کی صفات عالیہ کا اظہار کیا۔ تو حضور نے شجاعت کا کوہ وقار بن کر اور استقامت کا پیکر مجسم ہو کر دنیا کو دکھلا دیا کہ ان صفات میں بھی حضور کا کوئی حریف نہیں اور عرب کے بڑے بڑے بہادر حضور کا لوہا مان گئے۔ اسی طرح اگر کسی نبی نے سخاوت کی صفت ظاہر کی۔ تو حضور نے سخاوت اور کرم گستری میں وہ رتبہ پایا جس کے اوپر کوئی اور درجہ متصور نہیں۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے۔ کہ کبھی حضور کی زبان مبارک سے حرف "لا" نہیں نکلا۔ لہذا حضور خاتم الاسخیاء بھی ٹھہرے۔ اسی طرح اگر کسی نبی نے عفو اور درگذر کا نمونہ دکھایا۔ تو باعث تکوین عالم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صفت عالیہ کا وہ عدیم المثال مظاہرہ کیا۔ جس سے تمام دنیا حیران رہ گئی۔ حضور نے اپنے جانی دشمنوں اور ظالم مخالفوں کو بالکل معاف کر دیا۔ جنہوں نے حضور کو اور حضور کے جاں نثار صحابہ کو روح فرسا اور ہلاکت آفرین ایذائیں پہنچا کر اپنے آپ کو ہر طرح لائق تعزیر اور قابل سزا ٹھہرایا تھا لیکن اس رحیم و کریم اور رحمۃ للعالمین نبی نے اپنے ایسے دشمنوں پر غالب آ کر سب کو معاف کر دیا۔ اور جب ان پر کامل غلبہ اور اقتدار حاصل کیا۔ تو فرمایا لاتثریب علیکم الیوم۔ کہ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ جاؤ آرام کی زندگی بسر کرو۔ لہذا اس صفت میں بھی آپ خاتم العافین ٹھہرے۔ غرضیکہ آپ کمالات نوع انسانی کے ہر روحانی کمال میں یکتا۔ اور بے ہمتا تھے۔ اور ہر خوبی میں اس انتہائی نقطہ کو پہنچے ہوئے تھے جس پر زیادتی متصور نہیں اس لئے آپ اور صرف آپ ہی خاتم النبیینؐ کے عدیم النظیر خطاب کے مستحق تھے صلی اللہ علیہ وسلم

## شفقت علیٰ خلق اللہ

کمالات نوع انسانی میں سے ایک بزرگ صفت شفقت علےٰ خلق اللہ

بھی ہے۔ خدا تعالےٰ کا کوئی نبی ایسا نہیں گذرا۔ جس نے اس کمال اور خوبی کی اپنے اپنے زمانہ میں اعلےٰ مثال نہ پیش کی ہو۔ اور لوگوں کو اس کی طرف توجہ نہ دلائی ہو۔ کیونکہ انبیاء کی بعثت اسی غرض کے لئے ہوتی ہے۔ کہ وہ تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی لوگوں کو تعلیم دیں۔ لہذا ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ ہر نبی نے اپنے زمانہ میں شفقت علیٰ خلق اللہ کی قولاً اور عملاً تعلیم دی لیکن اس باب میں جب خاتم النبیین سید المرسلینؐ کی تعلیم اور سوانح زندگی پر نظر ڈالی جائے۔ تو ہر صاحب فہم اور بالغ نظر انسان کو ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم الراحمین اور آخر المشفقین علےٰ خلق اللہ تھے۔ نہ پہلے آپ جیسا رحیم و کریم انسان کوئی گذرا۔ اور نہ آئندہ آپ کی مثل کوئی شفیق و شفیق اور مہربان و خلیق ہوگا۔ میں اس وقت حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صرف اسی خوبی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں:

## رحم کی عام تعلیم

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم عام طور پر لوگوں کو تلقین فرماتے رہتے۔ کہ مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ (متفق علیہ) یعنی جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔ پھر فرمایا اللہ تعالےٰ رحیم و مہربان لوگوں پر رحم کرے گا۔ اس لئے اہل زمین پر تم رحم کرو۔ تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے (ابو داؤد)

## مساکین پر شفقت

فرمایا۔ اے عائشہ! تو کسی مسکین کو خالی ہاتھ مت لوٹا۔ اگر کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دے۔ اے عائشہ! تو مسکینوں سے محبت کر۔ اور ان کو اپنے قرب میں جگہ دے۔ تاکہ خدا بھی تجھے قیامت کے دن اپنے قرب میں جگہ دے۔ (ترمذی)

## یتامےٰ پر شفقت

وہ بچے جن کے والدین ان کی خردسالی میں ہی ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اور جن کو رشتہ دار بھی ایک بوجھ سمجھ کر اپنے پاس جگہ نہیں دیتے۔ بلکہ دھکے دے کر نکال دیتے ہیں۔ ان کے متعلق خدا تعالےٰ کے اس رحیم نبی نے اپنے شفقت بھرے دل سے تلقین فرمائی۔ کہ جس شخص نے محض خدا کے لئے کسی یتیم کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔ تو جس قدر بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئے۔ اتنی ہی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ اور جس نے کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کی تربیت کی۔ اور اس سے اچھا سلوک کیا۔ تو وہ اور میں دونوں جنت میں اکٹھے ہوں گے۔ (احمد ترمذی) ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے اپنی سخت دلی کا ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ تم یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو۔ اور مسکین کو کھانا کھلاؤ (احمد)

## چھوٹے بچوں پر شفقت

ایک شخص نے آپ سے تعریفاً کہا۔ کہ آپ بچوں کو چومتے ہیں ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ حضور نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالےٰ نے تمہارے دل سے رحمت و شفقت کو چھین لیا ہے۔ تو میں تمہارا کیا علاج کر سکتا ہوں (متفق)

## بھوکے ہمسائے پر رحم

فرمایا۔ وہ مومن ہی نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ اور اس کا ہمسایہ بھوکا پڑا رہتا ہے (بیہقی)

## عورتوں اور بچوں پر رحم

ایک جنگ کے موقع پر حضور نے ایک مقتول عورت کو دیکھا۔ تو حضور کا درد مند دل بھر آیا۔ اور اپنے غصہ اور خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے ہمیشہ کے لئے دشمنوں کی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا (ابو داؤد)

یہ تو اپنے بنی نوع انسان کے ساتھ حضور کی بے مثل شفقت و رحمت کا تھوڑا سا بیان ہے۔ مگر آپ کی شفقت و رحمت انسانوں تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ تھی۔ چنانچہ جانوروں پر بھی رحم کرنے کی آپ نے خاص طور پر تعلیم دی ہے۔

## چوپاؤں پر شفقت

ایک دفعہ ایک اونٹ کے پاس سے حضور کا گذر ہوا۔ جس کا پیٹ بھوک کے مارے کمر سے لگ رہا تھا۔ حضور نے اونٹ والے کو آواز دی جب سامنے آیا۔ تو فرمایا تم اس چار پائے کے معاملہ میں جسکا خدا نے تمہیں مالک بنایا ہے۔ خدا کا خوف نہیں کرتے۔ کہ اس کو بھوکا رکھتے ہو (ابو داؤد) ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے چار پاؤں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے (ابو داؤد) حضور نے یہ رحیمانہ حکم دے کر حیوانات کی ان تمام لڑائیوں کو بند کر دیا۔ جو بے رحم تماشبین لوگ مرغوں مینڈھوں بیلوں اور سانڈوں کی کرایا کرتے تھے اور جن سے ان جانوروں کو سخت اذیت پہنچتی ہے۔ ایک دفعہ ایک گدھا حضور کے پاس سے گذرا جس کے منہ پر داغ دیا گیا تھا۔ حضور نے فرمایا۔ چار پائے کے چہرے پر داغ دینے والے پر اللہ کی لعنت ہو (ابو داؤد) اسی طرح حضور نے چوپاؤں کے منہ پر داغ لگانے اور مارنے سے روک دیا۔

عرب میں اکثر لوگ بعض جانوروں کو باندھ کر نشانہ لگاتے۔ اور ان پر تیروں کی مشق کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جانور کا جسم چھلنی ہو جاتا۔ حضور رحمۃ للعالمین نے اس طریق سے جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ ہشام بن زید کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت انسؓ کے ہمراہ حکم بن ایوب کے پاس گیا۔ تو وہاں چند نوجوانوں کو دیکھا۔ کہ وہ ایک مرغی کو باندھ کر اس پر تیر اندازی کر رہے تھے۔ حضرت انس نے ان سے کہا۔ کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو اس طریق پر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے

## کتوں پر شفقت

حضور نے فرمایا۔ ایک فاحشہ کو اللہ تعالیٰ نے محض اس وجہ سے بخش دیا۔ کہ اس نے ایک کتے پر رحم کھایا۔ جبکہ وہ شدت پیاس کی وجہ سے اپنی زبان نکالے ہوئے کنوئیں کے پاس کھڑا تھا۔ اور قریب تھا۔ کہ پیاس کی شدت اسے ہلاک کر دے۔ اس نے اپنا موزہ اتار کر اپنی اوڑھنی سے باندھا اور پانی نکال کر کتے کو پلایا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ کیا بہائم کے ساتھ شفقت و رحمت کا معاملہ کرنے پر بھی ہم کو ثواب ملیگا؟ حضور نے فرمایا۔ ہر تر جگر رکھنے والی چیز کے ساتھ شفقت و رحم کا معاملہ کرنے میں خدا کی طرف سے اجر اور ثواب ہے (متفق علیہ)

## بلی پر شفقت

حضور نے فرمایا۔ ایک عورت کو محض اس وجہ سے جہنم میں ڈالا گیا۔ کہ اس نے ایک بلی کو بند رکھا۔ یہاں تک کہ وہ شدت بھوک سے مر گئی۔ نہ اس نے اسے کچھ کھلایا اور نہ کھلا چھوڑا (متفق علیہ)

## مذبوح پر شفقت

فرمایا اللہ تعالےٰ نے ہر چیز پر احسان فرض کیا ہے۔ پس جب تم کسی جانور کو ذبح کرو۔ تو اچھے طریق پر ذبح کرو تاکہ مذبوح کا فوراً دم نکل جائے۔ اور بلک بلک کر جان نہ دے۔ اور ایسی حالت میں چھوڑ کر دیر تک تڑپتا رہے۔ جو ذبح کرنا چاہے وہ اپنی چھری کو خوب تیز کر لے

## پرندوں پر شفقت

حضرت عبد اللہ کہتے ہیں۔ ہم ایک سفر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضور کسی ضرورت کے لئے ہم سے الگ ہو گئے تو ہم نے ایک پرندہ (حمرہ) دیکھا جسکے دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے دونوں بچے اٹھا لئے بچوں کی ماں نے گرد چکر لگانا شروع کر دیا۔ جب حضور تشریف لائے تو فرمایا کس نے اس کے بچے لے کر اسکو تکلیف دی ہے؟ اس کے بچوں کو جلد اس کے پاس چھوڑ دو۔ (ابو داؤد) حضرت عامر کہتے ہیں۔ چادر اوڑھے ہوئے ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ جس پر کپڑا پڑا ہوا تھا۔ اس نے حضور کے پاس کر بیان کیا کہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گذر ہوا۔ وہاں میں نے پرندوں کے بچوں کی آواز سنی۔ تو وہاں جا کر ان کو میں نے اپنی چادر میں ڈال لیا۔ کہ اچانک ان بچوں کی ماں آئی اور میرے سر پر گھومنا شروع کر دیا۔ میں نے یہ دیکھ کر بچوں کو کھلا چھوڑ دیا۔ تو انکی ماں بھی ان کے پاس آ گئی۔ پھر میں نے ان سب کو پکڑ لیا۔ اور اس وقت میرے پاس ہیں۔ حضور نے فرمایا اچھا انہیں نیچے رکھ دو جب انہیں نیچے رکھا گیا۔ تو بچوں کی ماں بھی ان بچوں کے ساتھ ہی رہی۔ اور ان سے جدا نہ ہوئی۔ حضور نے صحابہ سے فرمایا۔ کیا تمہیں ان بچوں سے جو ان کی ماں کو محبت ہے تعجب ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ رحم و شفقت کرنے والا ہے۔ بہ نسبت ان بچوں کی ماں کے جو یہ اپنے بچوں کے لئے رحم رکھتی ہے۔ پھر فرمایا جاؤ ان بچوں کو ماں سمیت وہیں چھوڑ آؤ۔ جہاں سے انہیں پکڑا تھا۔ (ابو داؤد)

## چیونٹیوں پر شفقت

فرمایا ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹا۔ اس نے زمین کھدوا کر چیونٹیوں کے بل کو جلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وحی کی۔ کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے سے تو نے ایک امت کو ہلاک کر دیا۔ جو خدا کی تسبیح کرتی تھی (ابو داؤد) یہ بیان کر کے حضور نے اپنی امت کو تلقین کی۔ کہ چھوٹے سے چھوٹا اور حقیر سے حقیر مخلوق کو بھی تکلیف مت دو۔ بلکہ رحم سے کام لو۔ غرضیکہ حضور کا وجود

# صفاتِ الٰہیہ کا مظہرِ اتم

از جناب مولوی محمد یار صاحب عارف مبلغ اسلام لنڈن

## انسان کی پیدائش کا مقصد

کتب مقدسہ کے مطالعہ سے آشکار ہوتا ہے۔ کہ انسانی پیدائش سے خدا تعالےٰ کا مقصود اپنی گوناگوں صفات کو ظاہر کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ باقی تمام مخلوق سے امتیاز کرتے ہوئے انسان کو قدرت کی طرف سے نیکی و بدی دونوں کی طاقت دی گئی ہے۔ ایک طرف تو برائی میں ترقی کرتے کرتے وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہوسکتا ہے اور دوسری طرف اپنی استعدادوں اور قابلیتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہوئے فرشتوں سے بھی اعلےٰ مقام حاصل کرسکتا ہے۔ حتیٰ کہ خدا تعالےٰ کا اس قدر مقرب ہوجاتا ہے۔ کہ اس کا ارادہ خدا تعالےٰ کا ارادہ۔ اس کا فعل خدا تعالےٰ کا فعل۔ اور اس کا قول خدا تعالےٰ کا قول ہوجاتا ہے۔ یہی نہیں۔ بلکہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی وہ خدا تعالےٰ کا جلال اور قدوسیت ظاہر کرنے والا بن جاتا ہے۔ اس میں خدا تعالےٰ کی متعدد صفات جلوہ گر ہوتی ہیں۔ اور وہ کامل طور پر خدا نما ہو کر دوسروں کی راہ نمائی و ہدایت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ بائیبل میں آتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے زمین و آسمان اور جانور وغیرہ پیدا کرنے کے بعد فرمایا "ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنائیں" "اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا" (پیدائش ۱/ ۲۶-۲۷) اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ خدا نے انسان کو اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان اللہ خلق اٰدم علےٰ صورتہٖ۔ کہ خدا تعالےٰ نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔

یہ امر تو بالکل واضح ہے۔ کہ اسلام لیس کمثلہٖ شیءٌ کہہ کر خدا تعالےٰ کی کسی مادی شکل و صورت سے کھلم کھلا انکار کرتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمانا۔ کہ انسان خدا کی شکل پر پیدا کیا گیا ہے۔ دلالت کرتا ہے۔ اس بات پر۔ کہ انسان میں یہ اعلےٰ ترین جوہر ودیعت کیا گیا ہے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کی مختلف صفات کو اپنی روحانی ترقی کے مطابق اپنے اندر نمایاں کرسکتا ہے۔ پس کسی انسان کے روحانی کمالات معلوم کرنے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ وہ کس حد تک خدا تعالےٰ کی صفات میں رنگین ہے۔ جس قدر خدائی صفات سے متصف ہوگا۔ اسی کے مطابق ہمیں اس کا روحانی مرتبہ تسلیم کرنا ہوگا۔

## خدا تعالےٰ کا کامل مظہر

اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم دنیا کے روحانی معلمین پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہر پہلو سے ممتاز نظر آتی ہے۔ اگر ایک طرف خدا تعالےٰ کی صفات کو دیکھا جائے۔ اور دوسری طرف حضورؐ کی زندگی پر نظر ڈالی جائے۔ تو ان دونوں میں عجیب مشابہت نظر آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر قول و فعل خدا تعالےٰ کی کسی نہ کسی صفت کو نہایت ہی نمایاں طور پر ظاہر کر رہا ہے۔ جس سے اس امر کا پورا یقین ہوجاتا ہے کہ آپؐ خدا تعالےٰ کے کامل مظہر ہونے کے باعث تمام انبیاء و مرسلین کے سرتاج ہیں۔ ذیل میں خدا تعالےٰ کی چند صفات کا ذکر کرکے یہ ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال و افعال میں واضح طور پر ان کا جلوہ پایا جاتا ہے۔

## صفت ربّ العالمین

خدا تعالےٰ کی ایک بڑی اہم صفت جس کا اثر انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق پر بھی ہے۔ ربّ العالمین ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالےٰ بغیر کسی امتیاز کے سارے جہانوں کی پرورش اور ربوبیت کرنے والا ہے۔ تمام قوموں۔ تمام ملکوں۔ اور پھر تمام قسم کے جانداروں کے لئے اس نے تمام وہ ضروری سامان مہیا فرمائے ہیں۔ جن پر ان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اور اس طرح ہر جاندار اُس کے فیض سے حصہ پاتا ہے۔ اس صفت کو مدنظر رکھتے ہوئے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ نے خدا تعالےٰ کی اس صفت کو ہر رنگ میں اپنے وجود باجود میں ظاہر فرمایا ہے۔ آپؐ کا فیض اس قدر وسیع ہے۔ کہ وہ صرف مذہبی لحاظ سے ہی نہیں۔ بلکہ سیاسی۔ اور تمدنی پہلو سے بھی ہے۔ اور پھر مختلف اقوام تک مجموعی حیثیت سے ہی نہیں۔ بلکہ افراد پر بھی حاوی ہے۔

مذہبی لحاظ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام بانیانِ مذاہب کی صداقت کو تسلیم کرتے ہوئے۔ ان کے پیروؤں سے محبت اور صلح کی بنیاد ڈالی ہے۔ ایک دفعہ ایک یہودی و مسلمان میں جھگڑا ہوگیا۔ تو آپؐ نے مسلمان سے فرمایا۔ مجھے موسےٰ پر فضیلت مت دو۔ اور پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بعض خوبیاں بیان فرمائیں۔ ایک اور موقعہ پر فرمایا۔ ہندوستان میں کالا رنگ کا ایک نبی گزرا ہے۔ اسی طرح مذہب کے معاملہ میں ضمیر کی آزادی پر زور دیا۔ یہود اور نصاریٰ سے اس کے معاہدات اور عیسائیوں کے وفد کو اپنی مسجد میں گرجا کرنے کی اجازت دینا اس امر کا بین ثبوت ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ سنہری اصل پیش کیا۔ کہ کوئی قوم یا شخص ذلیل نہیں۔ اور نہ ہی کوئی شخص اچھے خاندان میں پیدا ہونے کے باعث اعلیٰ ہوسکتا ہے۔ بلکہ نیکی اور تقوےٰ پر انسانی عزت کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ اپنی بیٹی جگر گوشہ حضرت فاطمہؓ کے متعلق فرمایا لو سرقت فاطمۃ بنت محمد لقطعت یدھا۔ کہ اگر فاطمہؓ بھی چوری کرے۔ تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں۔

سیاسی پہلو سے یہ بات قابل غور ہے۔ کہ جنگوں میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے قتل سے سختی سے منع فرما دیا۔ اور جنگ کی حالت میں جبکہ کوئی شخص دشمن کی بات کا اعتبار نہیں کرتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی کہدے۔ کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ تو اس کو مت قتل کرو۔ ایک صحابی کو یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ کسی دشمن نے ان کے سامنے اس طرح اقرار کرکے اپنے آپ کو بچایا۔ لیکن انہوں نے اس کی طرف سے محض ڈر کی وجہ سے ایسا سمجھا۔ پھر اسی صحابی کو موقعہ مل گیا۔ تو اس شخص نے دوبارہ اسلام کا اعلان کیا۔ لیکن انہوں نے اس کی بات کا اعتبار نہ کرتے ہوئے قتل کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو آپؐ بہت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا ھل شققت قلبہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ کہ وہ اب بھی پہلے کی طرح دھوکا دیتا تھا۔ اسی طرح ایک صحابی نے دریافت کیا۔ کہ ایک شخص میرا ہاتھ کاٹ دے۔ اور پھر کہے۔ کہ میں اسلام لاتا ہوں۔ تو کیا کرنا چاہیئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر اس حالت میں تم اس کو قتل کرو۔ تو تم ہماری اتباع والی جماعت میں نہ رہو گے اور اس کی کفر والی حالت میں ہو گے حضرت اسامہؓ نے جنگ میں ایک شخص کو قتل کر دیا۔ تو آپؐ نے بار بار یہ فقرہ دہرایا۔ کیا تم نے اس کو توحید کا اقرار کرنے کے باوجود قتل کر دیا ہے:

تمدنی لحاظ سے آپؐ کا فیض اس قدر عام ہے۔ کہ آپؐ یہود و نصاریٰ کے متعلق بھی حسن سلوک کا اکثر ارشاد فرماتے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو ان تمام حالات میں گزارا۔ جن میں بنی نوع انسان کے کسی طبقہ کا انسان گزر سکتا ہے۔ اور آپؐ نے ان تمام حالات میں ایسے اعلےٰ اخلاق دکھلائے جن کی وجہ سے آپؐ ہر قسم کے لوگوں کے لئے نمونہ ہو کر ان کو فیض پہنچانے والے ہوئے۔

آپؐ کی ربوبیت کا فیض صرف نسل انسانی تک ہی محدود نہیں بلکہ غیر ناطق یعنی جانور بھی اس سے بہرہ ور ہوئے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے۔ کہ ایک انصاری کے باغ میں آپؐ نے ایک اونٹنی کو دیکھا کہ وہ بھوکی تھی۔ اس پر انصاری کو ملامت کی اور اونٹنی کے گردن پر ہاتھ پھیر کر

پیار کیا۔ ایک گدھے کے مُونہہ پر داغ دیا ہُوا دیکھ کر ایسا کرنے سے منع کیا۔ اور فرمایا۔ کہ مُونہہ نازک جگہ ہے۔ داغ دینا ہو۔ تو ٹانگ وغیرہ پر دینا چاہیئے۔ تیز چھُری سے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ ایک جانور کو دُوسرے کے سامنے ذبح کرنے سے روکا۔ جانوروں سے حسن سلوک کو موجب ثواب قرار دیا۔ اور اس کی تائید میں اس فاحشہ عورت کا قصہ سنایا۔ جو کتے کو موزے سے پانی پلانے کی وجہ سے جنت میں چلی گئی۔ اسی طرح جانوروں پر ظلم کو گناہ قرار دیا۔ اور اس کی تائید میں اس عورت کا واقعہ سنایا۔ جو بلی کو بھُوکا مارنے کی وجہ سے دوزخ میں گئی۔ ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ وہ جنگل کی کبوتری کے بچوں کو چھوڑ دے۔ کیونکہ ان کی ماں بیتاب تھی۔

غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کا جس قدر بھی مطالعہ کیا جائے۔ اس امر کا یقین زیادہ سے زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کہ آپ خدا تعالےٰ کی صفت رب العالمین کے کامل مظہر تھے۔ ہر رنگ میں آپ نے بنی نوع انسان۔ اور دُوسری مخلوق کی پرورش فرمائی۔ اپنے ہر قول و فعل سے ثابت کر دیا۔ کہ آپ کو مخلوق خدا کی ہمدردی کے لئے ایک ایسی تڑپ تھی۔ جس کی نظیر کسی اور انسان میں ملنا محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خدا جو لطیف در لطیف باتوں کو جانتا ہے۔ اس نے آپ کو یہ جلیل القدر خطاب عطا فرمایا۔ کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ یعنی ہم نے تجھے سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

## غفور اور رحیم کی صفات

خدا تعالےٰ کی دو اور صفات جن کا قرآن مجید میں کئی جگہ اکٹھا ذکر آیا ہے۔ غفور اور رحیم ہیں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں ان کا بھی خاص پرتو نظر آتا ہے۔ دشمن سے دشمن بھی باوجود ہر قسم کے جھوٹے الزام لگانے کے ان تاریخی واقعات کا انکار نہیں کر سکتا۔ کہ آپ نے اپنے ان قصور واروں کو معاف کیا۔ جنہیں اور کوئی انسان ہرگز ان حالات میں معاف کرنے پر تیار نہ ہوگا۔ سب سے کس کو علم ہے۔ کہ دعوائے نبوت کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور آپ کے مٹھی بھر تابعین کو سخت تکلیفیں دی گئیں۔ اور پھر جب تیرہ سال تک مظالم برداشت کرنے کے بعد آپ اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ تو پھر بھی دشمن نے پیچھا نہ چھوڑا اور وہاں بھی جا پہنچا۔ مگر خدا تعالےٰ نے آپ کی ہر طرح حفاظت فرمائی اور چند سال کے بعد اہل مکہ میں جہاں سے آپ کو پوشیدہ طور پر نکلنا پڑا تھا۔ مظفر و فاتح کی حیثیت میں داخل ہوئے۔ اب دشمن بالکل آپ کے قابو میں تھے۔ ان کے ستم یاد آ کر انتقام کے لئے بعض ابھرتے تھے۔ صحابہ کی طبیعتیں ظلموں کا بدلہ لینے کے لئے آمادہ تھیں۔ ان کی میانوں سے تلواریں نکل نکل پڑتی تھیں۔ بہادر لشکر حضور کے اشارہ کا منتظر تھا۔ کہ ذرا اشارہ ہو۔ تو اہل مکہ کو ان کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں کا مزا چکھائیں۔ دُنیا کا کوئی زمرہ سے زمرہ قانون مکہ والوں کو پناہ نہ دے سکتا تھا۔ دشمن بھی اسی قسم کے فیصلہ کے منتظر تھے آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ بتاؤ۔ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ انہوں نے اپنے قصُوروں کا اقرار کیا۔ اور نرمی کی امید ظاہر کی۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جاؤ۔ میں تم کو اسی طرح معاف کرتا ہوں جس طرح حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا۔ اور تم کو جھڑکی تک نہیں دیتا۔

اس واقعہ کے عین مشابہ صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں جنت میں داخل ہونے والے آخری شخص کو جانتا ہوں۔ اس پر اس کے گناہ پیش کر کے پوچھا جائے گا۔ کہ فلاں فلاں دن تم نے یہ عمل کیا۔ وہ کہے گا۔ ہاں۔ اور انکار کی طاقت نہیں رکھتا ہوگا۔ پھر یہ اقرار لینے کے بعد خدا تعالےٰ فرمائے گا۔ کہ جا ہر ایک بدی کے بدلہ تم کو نیکی عطا کی جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ خدا تعالےٰ کی بخشش سے وافر حصہ پائے گا۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے قصور واروں سے۔ اور قیامت کے دن خدا تعالےٰ کا اس طرح کے گنہگار بندوں سے یہ سلوک کرنا آپس میں اس قدر مشابہ ہیں۔ کہ با انصاف انسان کو اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ حضور نے خدا تعالےٰ کی اس صفت کو اپنی ذات میں پورے طور پر ظاہر فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اور ہمیشہ اپنے قصور وار کو معاف فرمایا۔ چنانچہ ایک دفعہ بنو نضیر نے اپنی خفیہ سازش کے ماتحت ایک یہودی کو کوٹھے پر چڑھا دیا۔ کہ وہ آپ پر اوپر سے پتھر گرا دے۔ آپ کو خدا تعالےٰ نے محفوظ رکھا۔ اور دشمنوں کو آپ نے معاف کر دیا۔ ایک یہودی عورت نے گوشت میں زہر ملا کر آپ کی دعوت کی۔ آپ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ اسی طرح اپنے چچا کے قاتل اور کئی دوسرے مشہور دشمنوں کو معاف فرمایا۔ اور سراقہ کو جو ہجرت کے موقعہ پر آپ کو پکڑنے یا سر اُتارنے کے لئے تعاقب کرتے ہوئے آیا تھا معاف کر دیا۔ جنگل میں ایک شخص نے آپ کو اکیلے پا کر تلوار کھینچ لی۔ اور قتل کی دھمکی دی۔ مگر جب آپ کے قابو میں وہ آیا۔ تو آپ نے فراخدلی سے معافی دی۔ اسی طرح کئی اور واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالےٰ کی صفت غفاریت سے پوری طرح رنگین تھے۔

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحم اور شفقت علے خلق اللہ کے متعلق طائف کا واقعہ بھی خاص طور پر روشنی ڈالتا ہے جبکہ آپ مکہ والوں سے مایوس ہو کر طائف والوں کو پیغام حق پہنچانے تشریف لے گئے تو انہوں نے نہایت بے رحمی کا سلوک کیا۔ آپ پر اس قدر پتھر پھینکے کہ جب آپ شہر سے باہر نکلے۔ تو آپ کے ٹخنوں سے خون جاری تھا۔ اس موقعہ پر خدا تعالےٰ کے فرشتہ نے حاضر ہو کر دریافت کیا۔ کہ کیا اس قوم پر عذاب نازل کیا جائے۔ حضور نے ان کی ناسمجھی کا ذکر فرما کر ان کی ہدایت کے لئے دُعا کی۔ اور ہلاک نہ کرنے کی خواہش کرتے ہوئے فرمایا۔ ممکن ہے۔ ان کی اولاد میں سے کوئی صداقت کو قبول کرنے والا ہو۔

## قدوسیت کی صفت

ایک صفت خدا تعالےٰ کی القدوس ہے۔ اس کو بھی ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے کامل طور پر اپنے وجود میں ظاہر فرمایا۔ ملک میں ہر قسم کے معاصی عام ہونے کے باوجود آپ بچپن سے ہی اس قدر مطہر تھے۔ کہ آپ کو جوانی کی عمر میں صدوق اور امین کے خطاب سے مخاطب کیا جانے لگا۔ پھر جب آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے مقام نبوت پر کھڑا کیا گیا۔ اور آپ نے مکہ کے تمام قبائل کے نمائندوں سے اپنے متعلق دریافت کیا۔ تو سب نے جواب دیا کہ ماجربنا علیک کذبا۔ یعنی آپ کو کبھی ہم نے جھوٹ بولتے نہیں دیکھا آپ کے شدید دشمنوں کی شہادت ہے۔ واللہ ما یکذب محمد اذا حدث۔ خدا کی قسم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جب بات کرے جھوٹ نہیں بولتا۔ چنانچہ ابوجہل جیسے اشد ترین دشمن نے بھی کہا۔ لانکذبک ولکن نکذب ما جئت بہ۔ ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے۔ بلکہ جو آپ لائے ہیں۔ اس کو جھٹلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں آپ کی پاکیزہ زندگی کے متعلق دشمنوں کی شہادت کو ان الفاظ میں پیش فرمایا۔ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون یعنی ان انکار کرنے والوں کو کہہ دو۔ کہ میں تم میں کافی مدت رہا ہوں کیا تم اس سے میری صداقت اور راستبازی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ چنانچہ آپ کے معاندین میں سے کسی کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ کہ آپ کی پاکیزگی اور طہارت کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر لاتا۔

## صفت غنا

پھر خدا تعالےٰ کی صفت الغنی کے بھی آپ کامل مظہر تھے۔ ایک دفعہ ایک اعرابی نے ایک درخت کے سایہ میں آپ کو اکیلے لیٹے ہوئے پا کر آپ پر تلوار کھینچ لی۔ اور آپ کو بالکل اپنے قبضہ میں خیال کر کے دریافت کیا۔ کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچانے والا ہے۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام ظاہری سامانوں کی احتیاج سے پاک ہونے کے باعث جواب میں صرف "اللہ" فرمایا۔ یہ سنکر اس شخص کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ غزوہ حنین میں جب اسلامی لشکر بھاگ گیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تن تنہا دشمن کی طرف سواری کو بڑھا کر فرمایا۔ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ کہ میں خدا کا نبی ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ ایک دفعہ رات کو مدینہ میں شور ہوا۔ تو آپ سب سے پہلے شہر سے باہر اکیلے تشریف لے گئے۔ اور واپس آ کر لوگوں کو تسلی دی۔

ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو اگر کسی احتیاج تھی تو وہ صرف خدا تعالےٰ کی ذات کی۔ ورنہ آپ باقی تمام اشیاء سے مستغنی تھے۔

## صفت رازقیت

صفت رازقیت کو بھی حضور نے اپنے آپ میں پورے طور پر نمایاں کیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی۔ کہ آپ نے اس کے جواب میں لا (نہیں) کہا ہو۔ خود بھُوکے رہ کر سائل کو کچھ نہ کچھ دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص قرضہ چھوڑ جائے۔ تو اس کا قرضہ میں ادا کروں گا۔ اور اگر

از محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ پرائیویٹ سٹوڈنٹ بی۔ اے بنت جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری بی۔ اے قادیان

## بعثت رسول کریمؐ کے وقت دنیا کی حالت

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ملک عرب ایک وحشی قوم کا مسکن تھا۔ وہاں کے باشندے انسانی صفات کو بالکل کھو چکے تھے۔ درندگی اور وحشت ان کے اخلاق و عادات کا جزو ثانی بن چکی تھی۔ کونسی برائی تھی جس کے ارتکاب سے وہ گریز کرتے تھے۔ اور کونسا عیب تھا جسے اپنے اخلاق کا حصہ بنانا وہ باعث فخر نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ایک طرف اونٹ کو پہلے پانی پلانے پر قبائل کے قبائل موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ تو دوسری طرف اس سے بھی معمولی بات پر ہزاروں کی جانیں تلف ہو جاتیں طبعی موت کا لفظ ان کے لئے بے معنی اور چارپائی پر بیمار پڑ کر مرنا باعث ذلت و عار تھا۔ ان کے نزدیک عزت کی موت مرنے کا ایک ہی طریق تھا۔ اور وہ یہ کہ کسی ادنیٰ اور حقیر بات پر جنگ شروع کردو۔ اور میدان جنگ میں دوسروں کو مارو۔ اور خود مر جاؤ۔ ان کی عورتیں ہر وقت بیوگی کے طوق پہننے کے لئے تیار۔ اور ان کے بچے ہر لحظہ یتیم کے نام سے موسوم ہونے کے امیدوار رہتے۔ شراب نوشی۔ قمار بازی۔ اور ڈاکہ زنی وغیرہ تمام برائیاں ان کے لئے جائز بلکہ زندگی کا جزو تھیں۔ نہ بدی کرنے میں ان کو عار ورنہ ظلم و تعدی سے ان کو گریز۔ کمزور کا مال غصب کرنا۔ اور بے یار و مددگار پر ستم توڑنا۔ ناتوان کو دبانا اور اپنے ستم کا نشانہ بنانا ان کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ نہ صرف یہی بلکہ ان اخلاق سوز برے ہوئے کاموں کو نہایت فخر سے مجالس میں سناتے تھے۔ اور ان کو اپنے اشعار میں مزین کر کے پڑھنے کا عام رواج تھا۔ خدا کے نام کا تو ذکر ہی کیا۔ خود وہ عمارت جس کو خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں اپنے انوار کا مہبط بنانے کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ اور جو بیت اللہ کے نام سے موسوم کی گئی تھی اس میں بھی متعدد بت رکھے گئے تھے۔ لوگ خدا کو چھوڑ کر مخلوق کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اگر عورت ان کے لئے بعث عار تھی۔ تو غلام ان کے بے جا ظلم کا شکار۔ گندے اخلاق کا مظاہرہ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک عورت ہونا ایک ناقابل معافی جرم تھا جس کی سزا خدا کی اس مخلوق کو تمام عمر بھگتنی پڑتی۔ خاوند مرتا ہے۔ تو بیوی بھیڑ بکریوں کی طرح ورثہ میں بانٹی جاتی ہے۔ ظالم باپ اپنی بیٹی کو جو کہ اس کی عدم موجودگی میں اپنی زندگی کے چند سال گذرتی ہے۔ ماں سے چھین کر لے جاتا ہے۔ اور چیختی چلاتی کو اپنے ہاتھوں سے کھودے ہوئے گڑھے میں زندہ دفن کر دیتا ہے۔ اور ماں کو چون و چرا کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ نہ اس کی کوئی فریاد سننے والا تھا۔ اور نہ کوئی تسکین و تسلی دینے والا۔ کیونکہ ہر ایک کی نظر میں یہ فعل عین انصاف اور ملک کے قانون کی رو سے جائز تھا پھر کسی کی عزت۔ کسی کا مال اور کسی کی جان محفوظ نہ تھی۔ برائیوں اور بدکاریوں کا دور دورہ تھا۔ اور یہ حالت صرف عرب ہی کی نہ تھی۔ بلکہ یہی یا اس سے ملتی جلتی برائیاں تمام ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ قصہ مختصر یہ کہ عرب نہیں۔ بلکہ تمام عالم اس وقت کیا تھا برائیوں کا مسکن۔ گرے ہوئے اخلاق کی نمائش گاہ۔ اور ظهر الفساد فی البر والبحر کا نمونہ۔

## بعثت رسول کریمؐ

عین اس وقت جبکہ عرب نہیں بلکہ تمام دنیا اخلاق شنیعہ کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی۔ مگر کسی بچانے والے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی تھی۔ عین اس وقت جبکہ وہ مرض الموت میں مبتلا تھی۔ مگر اپنے آپ کو کامل شفا یافتہ تسلیم کرتی تھی۔ عین اس وقت جبکہ اس کی حالت بالکل اس مریض کی سی تھی جو اپنے مرض سے ناآشنا ہو۔ خدائے عز و جل نے جو کہ اپنے بندوں کو ضلالت اور گمراہی میں بھٹکتے ہوئے دیکھ کر خوش نہیں رہ سکتا اپنی رحمت کا پانی برسایا۔ اور اپنے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ نفسی کو مبعوث فرمایا۔ چونکہ خدائے ذوالکرم نے آپ کو تمام برائیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے بھیجا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ کو اعلےٰ ترین اخلاق عطا کرتا۔ تا کہ آپ دنیا کے لئے کامل نمونہ بن سکیں۔

## مخالفین کی ایذا رسانیاں

آہ بدقسمت اہل عرب! ہاں وہ اہل عرب جو باوجود موت کے کنارے پر کھڑے ہونے کے اپنے آپ کو بالکل محفوظ سمجھے بیٹھے تھے۔ ہاں وہ اہل عرب جو عذاب کے گڑھے کی طرف قدم بقدم بڑھتے چلے جا رہے تھے لیکن اپنے آپ کو کامیابی کی شاہراہ پر گامزن سمجھتے تھے بیٹھے۔ چلا ئے۔ ورغلوں نے چاہا کہ ہمیں کسی مسیح کی ضرورت اور کسی راہنما کی ضرورت نہیں۔ وائے افسوس! انہوں نے زمانہ دراز سے بدیوں میں مبتلا چلے آنے کی وجہ سے ان کا نام نیک اعمال رکھ دیا۔ وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ زمین ان کی بداعمالیوں کے بوجھ سے دبی جا رہی ہے۔ اور وہ اس حد کو پہونچ چکے ہیں کہ یا تو وہ اپنی اصلاح کریں۔ یا آسمانی عذاب کے لئے تیار ہو جائیں۔ اپنی کوتہ نظری اور بدقسمتی سے انہوں نے خدا کے رسول کو ستایا۔ طرح طرح کی ایذائیں دیں۔ آپ کو ہلاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اگر ایک وقت پر خدا کے اس فرستادہ پر پتھر برسائے گئے۔ اور اسے لہو لہان کر دیا گیا۔ تو دوسرے وقت اسے اور اس کے جان نثار عقیدت مندوں کو پانی اور دیگر اشیاء سے محروم کر کے زیر کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی پر بس نہیں کی گئی بلکہ جان لینے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ آپ کے قتل کے لئے انعام مقرر کئے گئے۔ جب تشدد سے کام چلتا نظر نہ آیا۔ تو قسم قسم کے لالچ دیئے گئے۔

## رسول کریمؐ کا طریق عمل

اس کے مقابلہ میں خدا تعالےٰ کے اس مرسل نے جن ہتھیاروں سے کام لیا۔ وہ لوہے اور فولاد کے ہتھیار نہ تھے۔ بلکہ اخلاق فاضلہ کے ہتھیار تھے۔ یہ آپ کے اخلاق اور صرف اخلاق ہی تھے جنہوں نے ایسی وحشی اور درندہ خصلت قوم کو۔ ہاں اس قوم کو جو کہ آپ کے خون کی پیاسی اور جان لینے کے درپے تھی۔ آپ کا غلام بے دام جان نثار اور نہایت ہی وفادار خادم بنا دیا۔ یہ وہ چیز تھی۔ جس نے ان لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا۔ ان کو آپ کا شیدائی بنا دیا۔ ایسا شیدائی جن کی نظیر صفحہ عالم میں ڈھونڈے سے نہیں مل سکتی۔ آپ کے تغیر ان کے لئے نیا تیرہ و تار تھی۔ [illegible] ان کی عزت و آبرو اور ان کی زندگی سب آپ کے قدموں پر نثار تھی۔ اور ذرا سے اشارہ پر وہ اپنی ہر ایک چیز قربان کرنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ اور عملی طور پر اس بات کو انہوں نے پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا چنانچہ قرآن شریف کی آیت ان اللّٰہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم و اموالھم ان کے اس قول پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔

ان [illegible] عالیہ کا کسی قدر ذکر کرنے سے قبل میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں۔ کہ اخلاق دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جن کا اثر دوسرے لوگوں پر پڑتا ہے۔ میں اس جگہ بخوف طوالت صرف دوسری قسم کے اخلاق تک ہی اپنے مضمون کو محدود رکھوں گی

## اعلیٰ خلق کی تعریف

یاد رہے۔ کہ انسانی قویٰ کو محل اور موقع پر استعمال کرنے کا ہی نام خلق ہے۔ اور اس میں یہ امر ضروری طور پر مد نظر رکھا جاتا

ہے۔ کہ دوسروں کو کس قسم کے فعل سے فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ اور کونسا سلوک ان کی اصلاح کا موجب بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس طریق سے اپنے ذاتی خلق کو کوئی صدمہ نہ پہونچے۔ یا ایسی چیز کی قربانی نہ کرنی پڑے جو اس سے بھی زیادہ قیمتی ہو۔ اسی اصل کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا اظہار ہوتا رہا ہے۔

## خیر خواہیٔ مخلوق

سب سے پہلا خلق جو میں آپ کا بیان کرنا چاہتی ہوں۔ وہ آپ کی خیر خواہی مخلوق ہے۔ آپ کے اندر یہ جذبہ جس حد تک پایا جاتا تھا۔ آپ بنی نوع انسان کی فلاح و بہبودی کا جس قدر خیال رکھتے تھے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم کی آیت لعلك باخع نفسك الا یکونوا مؤمنین سے ملتا ہے۔ لوگوں کی خیر خواہی کے بارے میں آپ کی تکلیف اس حد تک پہونچ گئی تھی۔ کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو تسلی دینے کے لئے فرماتا ہے۔ اے رسول! تو اسی طرح گھلتا رہا۔ کہ کیوں یہ لوگ تمام گندوں اور برائیوں سے نکل کر باخدا اور پاکباز انسان نہیں بن جاتے۔ تو تو اپنی جان کھو بیٹھے گا۔ مخلوق کے ساتھ انتہا درجہ کی خیر خواہی اسی کا نام ہے۔ کہ اُسے برائیوں سے نکال کر قرب الٰہی حاصل کرایا جائے اور ہمدردی کی حقیقی تڑپ اسی کو کہتے ہیں۔ کہ انسان دوسروں کے لئے ہر وقت غم کا شکار رہے۔ اور غم بھی وہ غم جو جان کو ہلاک کرنے والا ہو۔ پس چونکہ آپ کامل انسان تھے۔ اس لئے آپ کی ہمدردی مخلوق اور ان کی بہبودی کے لئے تڑپ بھی کمال کو پہونچی ہوئی اور بے نظیر تھی۔

ممکن ہے۔ کوئی خیال کرے۔ یہ تو محض دعوےٰ ہے لیکن یاد رہے۔ کہ یہ ایسا دعویٰ ہے۔ جس کی صداقت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام زندگی شاہد ہے۔ آپ کا ہر فعل اور ہر معاملہ جو خواہ دوستوں سے ہو۔ یا دشمن سے۔ اپنوں سے ہو یا بیگانوں سے۔ اس میں ہمدردی اور خیر خواہیٔ مخلوق کی کامل تڑپ ہی کارفرما تھی۔ چنانچہ اس وقت بھی جبکہ دشمن آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہونچا رہے تھے۔ اور جان لینے کے درپے تھے۔ آپ خدا سے ان کے حق میں یہی دعا فرماتے اور یہ درخواست کرتے۔ کہ الٰہی ان کو ہدایت کی طرف لا۔ اور اپنے فضلوں کا وارث بنا۔ اس کے متعلق چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

## چند مثالیں

۱۔ ابتدائی ایام میں جبکہ آپ کی سخت مخالفت ہو رہی تھی۔ آپ طائف کے لوگوں کو پیغام حق پہونچانے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں کے ظالم طبع لوگوں نے آپ پر پتھر برسائے۔ اور آپ کا جسم مبارک لہولہان کر دیا۔ اس وقت فرشتہ سامنے آتا ہے اور عرض کرتا ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو ان لوگوں پر پہاڑ الٹا کر ان کو تباہ کردوں مگر آپ نے یہ پسند نہ کیا۔ اور خدا تعالےٰ سے دعا کی۔ کہ اے خدا یہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ لاعلمی سے کر رہے ہیں۔ ان پر عذاب نہ نازل فرما۔ بلکہ ان کو مہلت دے۔ تاکہ ان میں سے سعید فطرت ایمان لے آئیں۔

۲۔ اُحد کی جنگ میں دشمن کے حملے سے آپ کے دانت شہید ہو جاتے ہیں۔ اور زرہ چہرہ کے اندر گھس کر رخسار مبارک کو زخمی کر دیتی ہے لیکن اس وقت بھی اخلاق کے مجسمہ کے منہ سے یہی الفاظ نکلتے ہیں۔ **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔**

۳۔ جب اہل مکہ کے مظالم کا پیالہ لبریز ہو گیا۔ اور وہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس کی سخت تکلیف میں مبتلا کرنے کے لئے خوراک اور پانی آپ سے روک لیتے ہیں۔ اور ایک عرصہ تک اس تکلیف کو جاری رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ ان پر اسی قسم کا عذاب نازل فرماتا ہے۔ یعنی مکہ میں قحط پڑتا ہے۔ اور اہل مکہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ یہ عذاب ان پر خدا کے پیاروں کے رزق کو روک لینے کی وجہ سے آیا ہے۔ اور اسے اگر کوئی چیز دور کر سکتی ہے۔ تو وہ آپ کی دعائیں ہی ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ اپنی قوم کو اس طرح تباہ ہوتے دیکھ کر خاموش رہیں گے کیوں آپ دعا نہیں کرتے۔ کہ یہ مصیبت دور ہو۔ اس پر آپ بڑی عاجزی میں التجا کرتے ہیں۔ کہ یہ عذاب ہٹا لیا جائے۔ اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے قحط دور کر دیا جاتا ہے۔

## اہل مکہ سے سلوک

کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ واقعات اس زمانہ کے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طاقت اور شوکت حاصل نہ تھی۔ اس لئے اس رنگ میں آپ نے لوگوں سے سلوک کیا۔ مگر اس خیال کا رد آپ کے اس سلوک سے ہو جاتا ہے۔ جو آپ نے ان لوگوں سے کیا۔ جو کہ نہ صرف آپ کے اور آپ کے متبعین کے دشمن تھے۔ بلکہ جان سے بھی زیادہ عزیز چیز اسلام کے دشمن تھے۔ وہ کون تھے؟ وہ وہی اہل مکہ تھے۔ جنہوں نے اپنے مظالم اور سختیوں سے رسول خدا کو اپنا پیارا وطن چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ جب اسلام کا غلبہ ہوا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو کفار مارے خوف کے ہراساں ہیں۔ کہ اب ہمیں اپنے مظالم کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ لیکن اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین کہکر ان کی تمام کرب و گھبراہٹ دور کر دی۔ نہ صرف ان کو خود معاف کر دیا۔ بلکہ ان کے لئے خدا تعالےٰ سے مغفرت کے طالب ہوئے۔

کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ آپ کا یہ سلوک اس رحم کی وجہ سے تھا۔ جو اہل مکہ کی حالت زار کو دیکھ کر فوری طور پر آپ کے دل میں پیدا ہوا لیکن نہیں! واقعات بتاتے ہیں۔ کہ آپ اسی نیت اور ارادہ کو لیکر مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ کہ ان لوگوں کو معاف کریں۔ چنانچہ راستہ میں جب آپ کی فوج کے ایک جرنیل کے منہ سے ایک موقعہ پر یہ الفاظ نکلے۔ کہ ہم تو مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینگے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا علم ہونے پر نہ صرف اظہار ناراضگی فرمایا۔ بلکہ اس جرنیل کو عہدہ سے معزول کر دیا۔ یہ واقعہ بتاتا ہے۔ کہ آپ پہلے سے ہی رحم اور عفو کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور انتقام کا خیال بھی آپ کے دل میں نہ تھا۔

## نرمی اور محبت کا سلوک

آپ کا دوسرا خلق جو میں بیان کرنا چاہتی ہوں۔ وہ آپ کی نرمی ہے۔ آپ نے ہمیشہ سختی کا جواب نرمی سے اور ظلم کا عفو و رحم سے دیا۔ سوائے اس صورت کے جس میں نرمی یا تو ان لوگوں کی اپنی ذات کیلئے مضر تھی۔ یعنی ان کو مزید ظلم و تعدی پر جرأت دلا کر بداخلاقی کے اتھاہ سمندر میں گرانے والی تھی یا خدا کے دین کو مٹا کر دنیا کو ہدایت سے محروم کرنے والی تھی۔ اور یہ نرمی آپ کو عطیہ الٰہی کے طور پر ملی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ **فبما رحمة من اللہ لنت لھم و لو کنت فظا غلیظ القلب لا انفضوا من حولك۔**

اوپر کی مثالیں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل ہمدردی کا ثبوت پیش کر رہی ہیں۔ وہاں آپ کے اس خلق پر بھی مکمل روشنی ڈالتی ہیں۔ آپ کی ذات پر کتنی ہی سختی کیوں نہ ہو۔ آپ کبھی غصہ میں نہ آتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ نرمی سے پیش آتے۔ ایک دفعہ ایک اعرابی نے بازار میں آپ کی چادر پکڑ کر کھینچی جس سے آپ کا گلا گھونٹا گیا۔ مگر آپ نے اُسے کوئی ملامت نہ کی اسی طرح ایک مرتبہ ایک یہودی جس کا آپ نے کچھ قرض دینا تھا۔ میعاد ختم ہونے سے قبل ہی قرض کی ادائگی کا سختی سے مطالبہ کرنے لگا۔ جوں جوں آپ نرمی سے جواب دیتے۔ وہ سختی میں بڑھتا جاتا آخر کار وہ کہنے لگا۔ تمہارے خاندان میں ہی ایسی نادہندگی چلی آتی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو جو وہاں موجود تھے سخت غصہ آیا۔ اور انہوں نے کہا۔ اگر تو اس پاک مجلس میں نہ ہوتا۔ تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ نفسی نے فرمایا۔ عمر تمہیں چاہئے تھا۔ کہ مجھے کہتے۔ اس کا قرض ادا کر دو۔ اور اسے کہتے کہ سختی سے مطالبہ نہ کرو۔ جاؤ اب اس کا قرض ادا کرو۔ اور غصہ ہونے کے بدلہ میں کچھ زیادہ دو۔

غلطیوں کی اصلاح میں بھی آپ کا یہی طریق تھا۔ کہ نرمی سے اس کی اصلاح فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک بدوی مسجد میں آکر پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ لوگ اسے مارنے کیلئے دوڑے۔ آپ نے ان کو روکا۔ اور جب وہ پیشاب کر چکا۔ تو وہاں پر پانی بہا دیا۔ اور اسے بلا کر نصیحت کی۔ کہ مسجد خدا کی عبادت کی جگہ ہے یہاں پیشاب نہیں کرنا چاہئے۔

## رواداری اور عہد کی پابندی

ایک اور خلق جو آپ میں نمایاں طور پر پایا جاتا تھا۔ وُہ آپ کی رواداری اور عہد کی پابندی تھی۔ آپ ہر شخص کو اظہار خیالات کی پوری آزادی دیتے۔ اور آپ کے سامنے ہر ایک بلا خوف و خطر اپنے خیالات ظاہر کر سکتا تھا۔ مختلف مذاہب کے لوگوں کو آپ ان کے مذاہب کے متعلق اظہار خیالات کا موقع دیتے۔ اور ان کی باتوں کو غور سے سنتے۔ چنانچہ جب ایک مرتبہ عیسائیوں کا ایک وفد آیا۔ تو آپ نے ان کو کامل آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کا موقع دیا۔ جب ان کی عبادت کا وقت آیا۔ تو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔ اسی طرح بعض ایسے لوگ تحقیق حق کے لئے آپ کے پاس آتے۔ جن کی جانیں اس زمانہ کے حالات کے مطابق محفوظ نہیں ہوتی تھیں۔ آپ انہیں تبادلہ خیالات کے بعد محفوظ جگہ پر پہنچا دیتے۔ مذہب کے بارے میں جبر کو آپ سخت ناپسند فرماتے۔ اور مذہب کو کسی دنیوی غرض سے قبول کرنے کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ منافقت کی رُوح کو دنیا سے کچل دینے میں آپ نے اپنی تمام کوشش صرف کی۔ اور مذہبی رواداری کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ جس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اپنے ماننے والوں کو بھی آپ نے یہی تعلیم دی۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد پہنچایا۔ کہ لا اکراہ فی الدین۔ دین کے معاملہ میں جبر قطعًا جائز نہیں۔ اسی تعلیم کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ آپ کے بعد بھی مسلمانوں کے ہاتھوں کوئی شخص مذہبی تشدد کا شکار نہیں بنا۔ اور جہاں جہاں اسلامی حکومت گئی۔ وہاں مذہبی آزادی کا جھنڈا لہرایا۔ اور کسی قسم کا تعرض مفتوح قوموں کے مذاہب کے ساتھ نہیں کیا گیا۔

عہد کی پابندی کا آپ نے اس سختی سے خیال رکھا۔ کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملا۔ جو شخص یا قوم آپ سے عہد کرتی۔ وُہ آپ کی طرف سے بالکل مطمئن اور محفوظ ہوتی۔ کیونکہ اُسے پورا یقین ہوتا۔ کہ آپ کبھی عہد کو نہیں توڑینگے۔ آپ نے اپنے ہر ایک عہد کو آخری وقت تک پوری طرح نبھایا۔ جب دو شخص مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ میں آگئے۔ تو آپ نے ان کو واپس کر دیا۔ ہر چند انہوں نے کہا۔ کہ کفار ہمیں مار ڈالیں گے۔ لیکن آپ نے یہی جواب دیا۔ کہ چونکہ معاہدہ میں طے ہو چکا ہے۔ کہ جو شخص مکہ سے آئیگا۔ اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ اس لئے تمہیں واپس جانا پڑے گا۔ ہمیشہ معاہدہ آپ کے مخالف فریق کی طرف سے ہی توڑا جاتا رہا۔ کیونکہ جب وُہ دیکھتے۔ کہ عہد کو توڑنے میں ان کا فائدہ ہے۔ تو وُہ عہد کی بالکل پرواہ نہ کرتے۔ لیکن آپ معاہدہ کا پورا احترام کرتے خواہ اس کے توڑنے میں کتنا ہی فائدہ۔ اور اس کے قائم رکھنے میں کتنا ہی نقصان کیوں نہ نظر آتا۔ فتح مکہ بھی مخالفوں کے ایک عہد توڑنے کا ہی نتیجہ تھا۔ اگرچہ آپ کو اس قدر طاقت حاصل ہو چکی تھی کہ مکہ فتح کر لیتے۔ لیکن آپ نے کبھی اس کا قصد نہ کیا لیکن جس وقت مخالف فریق کی طرف سے عہد توڑا گیا۔ تو آپ نے مکہ کی طرف رُخ کیا۔

## مہمان نوازی

ایک اور بات جو میں آپ کے خلق کے متعلق بیان کرنا چاہتی ہوں۔ وُہ آپ کی مہمان نوازی ہے۔ آپ کی مہمان نوازی بدرجہ کمال پہونچی ہوئی تھی۔ آپ مہمان کے لئے ہر طرح کا آرام مہیا کرتے۔ جو کچھ گھر میں موجود ہوتا۔ اس کے سامنے رکھ دیتے۔ اگر کسی مہمان کی طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہونچتی۔ تو اس کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے۔

## بیویوں سے حسن سلوک

آخری چیز جو آپ کے اخلاق کے متعلق میں بیان کرنا چاہتی ہوں۔ وُہ آپ کا اپنی بیویوں سے حسن سلوک اور ان کی آپ کے متعلق شہادت ہے۔ یہ دونوں باتیں انسان کے اخلاق پر گہری روشنی ڈالتی ہیں۔ بیویوں سے سلوک کے متعلق تو اتنا کہنا کافی ہے۔ کہ آپ نے کبھی کسی بیوی پر کسی قسم کی سختی نہ کی جب کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوتی۔ تو آپ درگزر سے کام لیتے۔ اگر کھانے وغیرہ میں کوئی نقص ہوتا تو آپ منہ سے کچھ نہ فرماتے۔ البتہ کھانا نہ کھاتے۔ اس طرح جہاں بیوی کے احترام کو کوئی صدمہ نہ پہونچتا۔ وہاں اس کو اصلاح کا بھی موقعہ مل جاتا۔ بیویوں سے آپ کے حسن سلوک کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ جس وقت آپ نے ان کے سامنے یہ بات پیش کی۔ کہ اگر تم مال لینا چاہتی ہو۔ تو جس قدر مال چاہو۔ میں تمہیں دے دیتا ہوں۔ اور رخصت کر دیتا ہوں۔ اور اگر تم خدا اور اس کے رسُول کو پسند کرتی ہو تو اس صورت میں تمہیں تنگی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ تو وُہ تمام یک زبان ہو کر کہتی ہیں۔ کہ ہم خدا اور اس کے رسُول کو ترجیح دیتی ہیں۔ یہ کونسی چیز تھی۔ جس نے ان سے یہ کہلایا۔ یہ آپ کے وُہ اعلیٰ اخلاق ہی تھے۔ جنہوں نے ان کو آپ کا شیدائی بنا دیا تھا۔ ان کا جواب بتاتا ہے۔ کہ آپ کے حسن سلوک نے ان کے دلوں کو اس قدر مسخر کیا ہوا تھا۔ کہ آپ کی رفاقت کے مقابلہ میں وُہ تمام دُنیا کے مال و دولت کو ہیچ سمجھتی تھیں۔

## اعتراف عجز

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے ذکر میں انسان حیران رہ جاتا ہے۔ آپ کے کس کس خلق کو بیان کرے۔ کیونکہ آپ کا ہر ایک خلق ایسا ہے۔ کہ اس کا ذکر نہایت ہی لذیذ اور پُر کیف ہے۔ اور اپنے اندر کمالات کے اتنے پہلو رکھتا ہے۔ کہ انہیں بیان کرنا بہت وسعت چاہتا ہے۔ میں اس بارے میں اپنے عجز کا اعتراف کرتی ہوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باریک بین، اور ہر بات کو گہری نظر سے دیکھنے والی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت پر ختم کرتی ہوں۔ وُہ آپ کے اخلاق کو ان الفاظ میں بیان فرماتی ہیں۔ کان خلقه القرآن یعنی وُہ تمام اخلاق جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ ان سے آپ مزین تھے

اے خدا! تو ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر اخلاق کے اس مقام پر پہنچیں جو مومن کی شان کے شایاں ہے۔ آمین ثم آمین

اللھم صل علی محمد وآلہ واصحابہ اجمعین کما صلیت علی ابراھیم۔ وبارك وسلم انك حمید مجید ؀

---

# اسلام کیونکر پھیلا

(ایڈیٹر صاحب اخبار ”ست اپدیش“ لاہور کے قلم سے)

ایڈیٹر صاحب موصوف نے اپنے اخبار جولائی ۱۹۱۵ء کے ایک پرچہ میں لکھا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا۔ مگر ہم اس رائے سے موافقت کا اظہار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ زبردستی سے جو چیز پھیلائی جاتی ہے۔ وہ جلد ہی ظالم سے واپس لی جاتی ہے۔ اگر اسلام کی اشاعت ظلم کے ذریعہ ہوئی ہوتی۔ تو آج اسلام کا نام و نشان بھی نہ رہتا۔ لیکن نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ اسلام دن بدن ترقی پر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ بانی اسلام صلعم کے اندر روحانی شکتی تھی۔ منش ماتر (یعنی نوع انسان) کے لئے پریم تھا۔ ان کے اندر محبت اور رحم کا پاک جذبہ کام کر رہا تھا۔ نیک خیالات اس کی راہنمائی کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر حضرت محمد دشمنوں سے لڑائی کر کے تن تنہا جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ایک قوی ہیکل آدمی برہنہ تلوار لیکر ان کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اور کہا۔ اے محمد! اب بتا تیرا خدا کہاں ہے؟ اپنے خدا کو اپنی مدد کیلئے بلا۔ تاکہ میں دیکھوں۔ کہ تیری گردن کاٹنے سے میرے ہاتھ کو کیسے روکتا ہے۔ حضرت محمد صلعم بولے اے پاگل!! میرا خدا میرے پاس ہے۔ میری ہر وقت مدد کرنے کو تیار ہے۔ اس وقت بھی وُہ میری مدد کریگا۔

حضرت محمد صاحب کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ کہ مارنیوالے کا ہاتھ کانپا۔ اور تلوار زمین پر گر پڑی۔ حضرت محمدؐ نے تلوار اُٹھائی اور یوں مخاطب ہوئے۔ اے ظالم۔ اب بتا تجھکو کون بچانیوالا ہے؟ یہ تلوار ایک سیکنڈ کے اندر تیرا سر تن سے جدا کر دیگی۔ جلد بتا کہ تجھکو کون بچائیگا۔ قوی ہیکل آدمی پر خاموشی کا عالم چھایا ہوا تھا۔ کوئی جواب بن نہ آیا۔ حضرت صاحب پھر بولے ارے احمق کہتا کیوں نہیں۔ کہ جس نے تجھکو بچایا ہے۔ وہی مجھے بچائیگا۔ بس

# بعثتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے برکات

(از نتیجہ فکر جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر مہاجر قادیان حال وارد رام پور)

## مطلع اوّل

عطر پاشی میں ہے کیوں معروفِ دُنیا کی ہوا
ہے مسرت سے لبالب انتظامِ روز و شب
جوششِ ابرِ بہاری ہے گہر باری میں مست
ہے مزاجِ دہر سے کس درجہ ربطِ اعتدال
بُوم تاریکی پسند و شپرانِ کور چشم
ظُلمتِ انفاس اور نُور سے روپوش ہے
مشرقِ بیضا سے نکلے ہیں جواب انوارِ صبح
بن گیا ہے اختفاعِ نُور سے سُورج حکمی۔
ہے سویدائے جبینِ نور ہر لالے کا داغ
سنگِ خارا کی رگوں میں دوڑتا ہے اب لہُو
مٹنے والی صُورتوں میں۔ رونما صبحِ ابد
پھینک دی ہے توڑ کر زنجیرِ تقلیدِ کہن
عقلِ کورانہ کے کس نے نوچ ڈالے بال و پر
کس نے تو عقل کے پتلے میں رکھا دین کو
کس مسیحا دم نے آکر پھونک دی رُوحِ حیات
کس نے آوازِ خداوندی سُنا کر دہر میں
کس نے گونگوں کو زباں دی گوش بہروں کو دیئے
ہے تقاضا شوق کا اک مطلعِ ثانی لکھوں

بُوئے گُل ہے بہشتی لائی ہے بادِ صبا
کھِل کھِلا کر ہنس رہی ہیں۔ آج امواجِ ضیا
روکشِ گلزارِ جنت۔ دامنِ صحرا ہُوا
اقتصادیات ہیں۔ اسراف پر فرمانروا
چھُپ گئے کونوں میں جس دم نور کا دفتر کھلا
بچہ بچہ جانتا ہے۔ اب فریبِ ناروا
سینہ والے روشنی لینے کو نجوں کا پرا
خاندانِ بادہ گیتی کا ہر اک چھوٹا بڑا
بن گئے نجمِ درخشاں غنچہ ہائے باصفا
کیا حیاتِ دہمی میں۔ سو گئی موجِ فنا
بھر رہا ہے نقشِ فانی میں جلا نورِ بقا
کس نے جوشِ حُریت تقلیدیوں میں بھر دیا
کس کی صحبت سے بنے زاغِ سیہ رنگ ہما
جلوۂ فطرت کو کس نے متحد دیں سے کیا
کس نے کھولا اہلِ عالم کے لئے دارالشفا
خوابِ غفلت سے جگایا کر دیا محشر بپا
ہے سب تصویر پر بھی نقشۂ صلِّ علیٰ
جس سے ہو یہ گوہرِ دل خستہ دُرِّ بے بہا

## مطلع ثانی

اَے خدائے عقلِ بینا۔ اَے بصیرت کی ضیا
اے محمد عرش کا تارا ہے تو۔ بدرُ الدجیٰ
قدسیوں کی حمد کا موضوع تُو۔ محمد لقب
قدسیوں میں عرش پر ہوتا ہے۔ تیرا ذکرِ خیر
کلفتِ عصیانِ کفر و شرک عالم سے مٹی
فیضِ صحبت سے ترے نخوت کا سر ہے پاش پاش

ظُلمتِ عالم کو کھویا تو نے اے شمس الضحیٰ
عاشقوں کا نورِ دیدہ۔ اور محبوبِ خدا
حمدِ رب العالمیں کا دوش پر تیرے لوا
تیرا رب کہتا ہے۔ میں کہتا ہوں خود صلِّ علیٰ
کلبۂ احزانِ دُنیا ہو گیا عشرت سرا
تیری بیعت سے روشن عقل تاریکی نما

تیرا احساں ہے سیاہ و سرخ پر یکساں مدام
آگ کھانے والوں کی نارِ شکم ٹھنڈی ہوئی
جملہ امراضِ نہاں و آشکارا مٹ گئے۔
تو نے جوڑا رشتۂ فقر و امارت اے طبیب
کیا عرب اور کیا عجم کیا شرق کیا غرب زمیں
حیرت ان جغرافیہ دانوں کو اب کیونکر نہ ہو
تو نے بدلے آکے قانونِ نباتاتِ جہاں
تو نے حدِ شرع قائم کر کے آئینِ ستم
پھیر دیا نعتِ محمدؐ نے مجھے ذوقِ سلیم
وہ سُناؤں مطلعِ ثالث کہ دل ہوں مطمئن

تیرے نورِ علم نے دُنیا کو مفتوں کر لیا
جب سے بخشی تو نے دُنیا کو یہ روحانی غذا
نسخۂ قرآں سے تیرے جس نے حاصل کی دوا
تو شکستہ خاطروں کے واسطے ہے مومیا
دی ہزاروں سال کے بھوکوں کو روحانی غذا
تُو نے سمجھایا کہ ہے حقہ آں خطِ استوا
کاہ تھے ہم لے گیا تو عرش پر لے کہربا
دے کے آزادی جائز درہم و برہم کیے
مطلعِ ثالث نے گوہر پھر ابھارا دل بھرا
کھولے جائیں ہم سے صانع جملہ ابوابِ السما

## مطلع ثالث

بعثتِ احمد کا ہے کونین میں اب غلغلہ
اَے محمد جانِ عالم تجھ پہ ہو جائے فدا
رشکِ مہر و ماہ تُو نے کر دیئے دلہائے انس
چشمِ فشاں کو دیئے اشکِ ندامت کے گہر
جان ہو قربان تجھ پر اے ضیائے پُرسکوں
عہد ہمارا رب کا ہے تجھ کو کرونگا سربسر
وصلِ دلدارِ ازل ہو نُور سے تیرے نصیب
حُزن و خوفِ دہر مٹ جائے دلوں سے اے خدا
حرزِ جاں ہو اسمِ اعظم تیرا اے ربُّ العلا
وہ محمد جس نے دی دُنیا کو توحیدِ صحیح
جس نے دی پیوستگانِ خود کو پہلے سے خبر
ظلمتِ دُنیائے عصیاں جب دکھائے گی نکت
بس کرائے گوہرِ وہ المحمود کی لے لے اماں
آفریں پھر قدسیوں کے لب پہ ہو تیرے لئے
تا کیا گوشے ہوس میں نقش پائے ضعفِ دل

باغِ عالم میں چلی بادِ بہارِ جاں فزا
ہم مطوف تیرے روضہ کے ہوں مثلِ اسیا
پہلے نبیوں سے بنے تھے جو ثریا و سہا
نعرۂ اللہ اکبر ہے بجائے قہقہا
جن میں طغیانی بھری تھی۔ دل ہیں وہ پُر حیا۔
ہے ترا ذکرِ رفیع القدر دُنیا کی صدا
ہم فدا ہے ہوں خدا ہم سے نہ دم بھر کو جدا
جیسا فرمایا ہے تو نے ہم ہوں تیرے اولیا۔
ہو لبوں پر ذکرِ عالیٔ محمد جابجا
وہ محمد عرش پایہ جس نے انساں کو کیا
ہر صدی کے سر پہ میرا جانشیں ہوگا کھڑا
چودھویں صدی میں ہوگا بدرِ عالم رونما
مشکلاتِ دہر میں تیرا اسم ہے مشکل کشا
عرشِ اعظم جھوم کر کہنے لگے صلِّ علیٰ
یہ تری گرامیاں یہ شوقِ دُنیا تا کجا

ختم کرتا مطلعِ رابع کو پھر سالِ دگر
دے خدا گر زندگی منجب کو بحمد مصطفیٰ

# وُہ نبیؐ

رقم زدہ جناب مفتی محمد صادق صاحب سابق مبلغ اسلام یورپ و امریکہ

ہر ملک اور ہر زمانہ میں اللہ تعالےٰ کے جو رسول اور انبیاء آتے رہے۔ وُہ سب کے سب قابلِ احترام اور واجب التعظیم ہیں ہم ان سب پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ اور ان کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور سے رحمت و برکت چاہتے ہیں۔ اور انہیں اللہ پاک کا سچا نبی اور رسول و مامور یقین کرتے اور اُن پر ایمان لانے کے لحاظ سے لانفرق بین احد من رسلہ کے ارشاد الٰہی کے ماتحت ہم اُن میں کوئی فرق نہیں کرسکتے۔ کہ کس پر ایمان لانے کی کم ضرورت ہے اور کس پر زیادہ۔ بلکہ اس لحاظ سے وُہ سب یکساں ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک پر ایمان لانا یکساں طور پر ضروری اور لازمی اور لابدی ہے۔ کیونکہ اُن سے ہر ایک کو اللہ تعالےٰ نے ہی بھیجا۔ اور فرستادہ کو ماننا۔ اور قبول کرنا دراصل فرستندہ کو ماننا۔ اور قبول کرنا ہوتا ہے۔ اس واسطے جس کو بھی خدا نے بھیجا۔ اور جب بھیجا۔ اس کی اطاعت انسان پر واجب اور فرض ہے۔ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔

## سب انبیاء سے افضل نبیؐ

لیکن باوجود اس مساوات کے اس میں بھی شک نہیں۔ کہ تمام انبیاء اور رسول آپس میں ایک درجہ اور مقام پر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں اُن میں سے بعض بعض سے افضل ہیں۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علےٰ بعض۔ یہ سب اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں مگر ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس فضیلت کے لحاظ سے حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے افضل اور سب سے اعلےٰ مقام و مرتبہ پر ہیں۔ اور اسی فضیلت میں دراصل ختم نبوت کا راز ہے۔ ؎

سب پاک ہیں پیمبر اک دُوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے۔
پہلوں سے خوب تر ہے۔ خوبی میں اک قمر ہے۔
اُس پر ہر اک نظر ہے۔ بدر الدجےٰ یہی ہے

## چند معجزانہ نشانات

ان فضیلتوں کی صحیح اور مکمل کیفیت تو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے، یا وُہ اصحاب جن پر اللہ تعالےٰ نے ان کیفیات کو کسی حد تک منکشف فرما دیا۔ لیکن عامۃ الخلائق کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے عالم ظاہر میں بھی حضرت رسول پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے چند ایک ایسے میز معجزانہ نشانات بطور خارق عادت رکھدیئے ہیں جن سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا ؛

## رسُول کریمؐ پر نازل ہونے والی وحی کی زبان

مثلاً کسی نبی کی زبان جس میں اس نے تبلیغ کی۔ اور جس میں اُس پر نازل شدہ وحی اور کتاب ابتداءً مخلوق کو پہونچی۔ آج دُنیا میں زندہ نہیں۔ بلکہ سنسکرت۔ پارسی۔ عبرانی۔ کلدانی۔ سریانی۔ ارمنی قبطی۔ یونانی۔ لاطینی۔ تمام زبانیں مُردہ ہوچکی ہیں۔ صرف عربی ایک زبان ہے۔ جو آج بھی تحریراً و تقریراً زندہ ہے۔ اور اسی لئے تمام کتب سماویہ میں سے صرف قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی تفہیم و تشریح زبان کے لحاظ سے پورے طور پر مستند اور قابلِ اعتبار ہوسکتی ہے۔ یہ بات کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ؛

## رسُول کریمؐ پر نازل ہونے والی الہامی کتاب

ایسا ہی رسولِ پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آوردہ کتاب (قرآن مجید) کو ہی یہ امتیاز حاصل ہے۔ کہ تیرہ سو سال سے آج تک محفوظ چلی آتی ہے۔ اور کسی کتاب کو دُنیا میں یہ بات حاصل نہیں۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ کوئی زبردست قدرت درپردہ اپنا کام کر رہی ہے۔ اور تائید و نصرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک خاص رنگ دکھا رہی ہے ؛

## آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالات زندگی

ایسا ہی ایک امتیازی نشان آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ عطا فرمایا گیا۔ کہ جس قدر تفصیل حالات آپ کی زندگی کے ریکارڈ میں آگئے۔ ایسے کسی اور نبی کے نہیں آئے۔ آپ کا اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ سونا جاگنا غرض تمام حالات احادیث میں مستند روایات کے ساتھ درج ہیں۔ اور اُن سے علوم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ طالب علم کو حاصل ہوتا ہے ؛

ایسا ہی یہ فخر بھی حضرت محمد مصطفےٰ والمجتبےٰ کو ہی حاصل ہے۔ کہ وُہ دُوسرے انبیاء کی طرح صرف کسی ایک قوم یا ایک ملک یا ایک قبیلہ کی طرف رسول ہو کر نہیں آئے۔ جیسا کہ آپؐ سے پہلے انبیاء آتے رہے بلکہ آپؐ سارے جہان کے واسطے نبی اور رسول بن کر آئے۔ اور انی رسول اللہ الیکم جمیعاً کا دعوےٰ آپؐ نے ہی کیا۔ گو آپؐ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی سارے جہان کی طرف مبعوث ہُوئے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو کچھ حاصل ہُوا ہے۔ وُہ سب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظل اور بروز ہونے کی وجہ سے حاصل ہُوا ہے۔ اس لئے وُہ کوئی علیٰحدہ سلسلہ۔ یا سلام نہیں ؛

غرض حضرت نبی اُمّی عربی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے خدائے قادر نے بہت سی ایسی امتیازی خصوصیات معجزانہ رنگ میں قائم کر دی ہیں۔ جو اور کسی نبی میں پائی نہیں جاتیں۔ اور ان خصوصیات۔ اور نشانات کا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ بلکہ آج تک وُہ نشانات چاند اور سورج کی طرح چمک رہے ہیں اور قیامت تک چمکتے رہیں گے ؛

## کلمۂ "آنحضرت" کا استعمال

ایسے ہی نشانات اور خوارق میں سے ایک یہ ہے۔ کہ رسول پاکؐ کے واسطے لٹریچر میں کلمۂ "آنحضرت" ایسا مخصوص ہوگیا ہے۔ کہ اگرچہ انشائے ایشیا میں حضرت کا لفظ تمام انبیاء۔ اولیاء۔ علماء بلکہ بادشاہوں اور دیگر بزرگوں کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرتؐ کا لفظ سوائے حضرت محمد مصطفےٰ والمجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور کسی کے واسطے کبھی کسی نے استعمال نہیں کیا۔ یہ قدرت خداوندی کا ایک زبردست ہاتھ ہے جس کے قبضہ میں تمام دل ہیں۔ کہ کبھی کسی کو نہ یہ خیال ہوا۔ اور نہ یہ توفیق ہوئی۔ کہ وُہ آنحضرت کا لفظ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوائے کسی اور کے واسطے استعمال کرے۔

## "وُہ نبی" کی پیشگوئی کا ظہور

یہ سب کچھ قدرت خداوندی سے اس واسطے ہوا۔ کہ انجیل کی وُہ پیشگوئی پوری ہو جس میں نبی عربی محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو "وُہ نبی" کرکے پکارا گیا ہے۔ یہود منتظر تھے۔ کہ الیاس دوبارہ آئیگا۔ اور مسیح پیدا ہوگا۔ اور وُہ نبی ظاہر ہوگا۔ توریت کی پیشگوئیوں کے مطابق وُہ تین مختلف ہستیوں کے ظہور کے امیدوار تھے۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب ایک آیات ۱۹ تا ۲۱) میں لکھا ہے۔ کہ جب یوحنا نے جنگل میں وعظ شروع کیا۔ تو یہودیوں کے علماء نے اُس سے سوال کیا۔ کہ تو کون ہے۔ آیا تو الیاس ہے۔ یا تو مسیح ہے۔ یا تو وُہ نبی ہے انہی تین کا انہیں انتظار تھا۔ الیاس تو آگیا۔ عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ وُہ یوحنا کے جسم و جان میں بروزی طور پر ظاہر ہوا۔ اور مسیح بھی آگیا جس کا نام انجیل کے مطابق یسوع ہے۔ پھر وُہ نبی کب اور کہاں آیا؟ بعض عیسائی مناظر کہا کرتے ہیں۔ کہ وُہ نبی سے مراد بھی یسوع ہی ہے لیکن اس بات کو کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرسکتا۔

## مثیلِ موسےٰ کون ہے

انجیل میں صفائی کے ساتھ تین مختلف ہستیوں کا ذکر ہے علاوہ ازیں انجیل کے حوالجات کے رُو سے وُہ نبی کی پیشگوئی ابتداءً کتاب استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸۔ میں جہاں ایک ایسے نبی کی پیشگوئی ہے جو موسےٰؑ کی مانند ہوگا لیکن یسوع موسےٰؑ کی مانند نہ تھا۔ بلکہ موسےٰؑ کی

مانند آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے۔ جو بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے (بنی اسمٰعیل میں سے) مطابق پیشگوئی کے پیدا ہوئے حضرت موسےٰ صاحب شریعت نبی تھے۔ حضرت عیسےٰ کوئی شریعت نہ لائے۔ وہ شریعت توریت کے خادم اور عامل تھے۔ لیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نئی شریعت لائے۔ حضرت موسےٰ کو دشمنوں سے جنگیں کرنی پڑیں۔ حضرت مسیح جنگوں میں نہیں پڑے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت موسےٰ کی طرح جنگیں پیش آئیں۔ اس طرح تمام باتوں میں حضرت موسےٰ کی مماثلت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اسی واسطے قرآن شریف میں آیا ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ پس وہ نبی جس کا انتظار قبل مسیح چودہ صدیوں سے ہو رہا تھا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود میں ظاہر ہوا۔ اور قدرت خداوندی نے اپنی زبردست معجزانہ طاقت سے آپ کا نام بھی آنحضرت "مشہور کرا دیا۔ جو کلمہ "وہ نبی" کا ہم معنی ہے ؞

خدا کے لاکھوں صلوٰۃ اور سلام اور برکات ہوں آپ پر۔ آپ کے اصحاب۔ ازواج۔ اولاد پر۔ اور آپ کے متبعین اور نام ان پر۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین ؞

---

## شانِ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم)

از حبیب الرحمٰن خان صاحب کابلی - قادیان

بارک اللہ ہے کیا شانِ شہ عرش پناہ — سرورِ کون ومکاں مرسل محبوب اِلٰہ
پائی واللہ کسی نے نہ یہ عظمت نہ یہ جاہ — رفعت شہ پہ ورفعنا لک ذکرک ہے گواہ
کس زباں سے لبِ گویا ہو ثنا خوانِ رسول
مصحفِ پاک ہے خود آئینۂ شانِ رسول

ذاتِ پاک انجمنِ دہر میں ہے شمعِ ظلام — مہبطِ روحِ قدس مورد وحی الہام
قاب قوسین تھا او ادنیٰ شہ والا کا مقام — نہیں جو اٹھے حقیقت ہو گئیں عقل پہ تمام
آپ ہیں نا ترا باب کتاب حَبَرُوت
قدمِ پاک سے وابستہ ہے بابِ جبروت

دامنِ احمدِ مرسل ہے پناہِ مقصود — وجہ بنیادِ دو عالم ہے وجودِ باجود
عتبۂ دین در اقدس ہیں ملک کے جیوہ — حق نے بخشا ہے محمدؐ کو مقامِ محمود
معتقد اور نبی ہیں شہ ذی جاہ کے بعد
محترم شان محمدؐ کی ہے اللہ کے بعد

---

# اکرامِ اکبر کے متعلق فخرِ موجودات کی تعلیم

از جناب شیخ عبد الرحیم صاحب سابق سردار جگت سنگھ قادیان

## اعلیٰ اخلاق کی ضرورت

انسان کو اگر جنت میں تنقیۂ اخلاق کے بغیر داخل کر دیا جاتا۔ تو جنت میں اس کا وہی حال ہوتا۔ جو اب اس دنیا میں ہے پھر جنت جنت نہ رہتی۔ اور انسان کے بداعمال جو خدا تعالےٰ کے فضلوں کی بارش کے آگے روک بن جاتے ہیں خدا کے فضلوں کو ہمیشہ اور دائمی رنگ میں جاری وساری نہ رہنے دیتے اور ان کے بغیر جنت کو جنت کہنا درست نہ ہوتا۔ لہٰذا خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تکمیل اخلاق کے لئے کامل شریعت دے کر اور کامل نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ تاکہ بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین کے ماتحت اس دنیا میں تہذیب اخلاق ہو جائے۔ اور انسان جو اکیلا رہ کر ہرگز ہرگز خوش نہیں رہ سکتا ہے۔ اخوانا علیٰ سرر متقابلین کے حظ سے اچھی طرح محظوظ ہو سکے۔ مل جل کر رہنے کے لئے اخلاق کا احسن ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ اس کے لئے اللھم اھدنی لاحسن الاخلاق کہہ کر خدا تعالےٰ کی نصرت بھی حاصل کرنا چاہیئے۔ اور ان اخلاق کے حصول کے لئے اچھی طرح مجاہدہ کرنا چاہیئے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر قسم کی صعوبتیں اور تکالیف اٹھا کر سکھائے۔ اور جن کے متعلق عملی تعلیم دی ہے۔

## والدین کی اطاعت کا حکم

اس وقت میں مختصر طور پر ان اخلاق کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑوں بوڑھوں کے متعلق ارشاد فرمائے۔ اور جو آپ کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی تعلیم میں موجود ہیں۔ آپ نے خدا تعالےٰ کا یہ ارشاد پیش فرمایا۔ کہ اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اُف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما یعنی جس کے ماں باپ اس کی زندگی میں بوڑھے ہو جائیں یا ان میں سے کوئی ایک۔ تو خواہ کیسا ہی طبیعت کے خلاف ان سے کوئی قول یا فعل سرزد ہو اف تک نہ کرے۔ اور جو بات بھی ان سے کرے۔ اس میں ان کی تعظیم وتکریم ملحوظ رہے پھر فرمایا۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا یعنے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا یہ رنگ ہو۔ کہ تمام اقوال اور افعال ان کے متعلق نرم اور محبت بھرے ہوں پھر ان کے لئے دعا بھی مانگا کرو۔ تاکہ وہ حقیقی مربی ومحسن آقا کی رحمت کی جاذب ہو سکے ؞

## بڑی عمر والوں کا اعزاز

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امامت میں بھی بڑی عمر والے کو ترجیح دی ہے۔ بشرطیکہ دوسری صفات میں مساوی ہو۔ اسی طرح بات کرنے میں۔ اور کوئی چیز تقسیم کرنے کے وقت بھی بوڑھوں اور بڑی عمر والوں کو مقدم رکھا گیا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں۔ لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف شرف کبیرنا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا ہے۔ اور بڑے کا شرف ایسی طرح نہیں کرتا۔ ایک دفعہ رویا میں آپ نے مسواک کسی چھوٹے کو دینی چاہی۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ بڑے کو دو۔ صحابہؓ مجلس میں بڑوں کا اتنا لحاظ رکھتے کہ باوجود کسی بات کی حقیقت کے سمجھنے اور اسے بیان کرنے کی قابلیت رکھنے کے حیا کی وجہ سے خاموش رہتے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوٹا بڑے کو سلام کرے بوڑھوں کو مقتول دیکھا تو فرما دیا۔ بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو جنگ کے موقعہ پر بھی نہ مارو۔ اسی طرح آپ نے سفید بال متغیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ بوڑھوں کے دلوں پر مایوسی تسلط پیدا نہ کر سکے۔ اور اناث اور اغیار کے سامنے بھی وہ وقار سے رہ سکیں۔ الغرض انک لعلیٰ خلق عظیم کے اظلال انسانی تمدن کے جس پہلو میں بھی تلاش کرنا چاہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور آداب کا ہی کامل نمونہ مل سکتا ہے

## بڑی عمر والوں کے اعزاز کی وجہ

دراصل عام طور پر چالیس سال سے آگے عمر بڑھنے پر بعد وجیہت اخلاق میں سنجیدگی اور شستگی پیدا ہوتی ہے مہبط انوار الٰہی کا بھی یہی زمانہ ہوتا ہے۔ اور بوڑھے اگر متقی ذی علم اور تجربہ کار ہوں۔ تو بہت قیمتی چیز ہوتے ہیں۔ قوم کی تربیت عمدہ کر سکتے ہیں۔ چونکہ اضطراری حالت میں ان کا وقت گذرتا ہے۔ اور مضطر وعدۂ الٰہی کے مطابق بہت سے برکات کا جاذب ہوتا ہے۔ اس لئے عمر رسیدہ لوگوں کی دعائیں بھی زیادہ شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کفی الاسلام والشیب للمرء ناھیا یعنے بہت سی بدکاریوں سے بیچنے کا باعث اسلام اور بڑھاپا ہیں

## التجا

میں بزور التجا کروں گا اس بات کی کہ جن افراد کو نیک متقی پرہیزگار

# شبِ ہجرت

از جناب مرزا ظہیر الدین صاحب ثاقب

اتارا فرق سے خورشید نے جب تاجِ زرتاری
افق سے نور کے طالع ہوئی شب کی عملداری

نقاب اک ڈالکر مغرب نے روئے شاہِ خاور پہ — فضاؤں پر مسلط کر دیئے ظلمات کے لشکر
ہوئے بیدار فتنے تیرہ و تاریک منظر سے — ندا لئے الاماں آنے لگی ہر قلبِ مضطر سے
کواکب کے دلوں میں ہول کچھ ایسے سمائے تھے — کہ خائف ہوکے سب نے اپنے اپنے منہ چھپائے تھے
نظر آتی تھی دنیا بھر میں تاریکی ہی تاریکی — زمانہ دم بخود تھا اور ہیبت ناک ہر وادی
فقط تھے اک گھر میں چراغ پرضیا دیکھا — پیمبرؐ کو جہاں مصروفِ ذکرِ کبریا دیکھا
مگر گھیرے ہوئے تھے گھر کو سارے دین کے دشمن — کھٹکتا تھا نگاہوں میں رسول اللہ کا مسکن
بنی تھی عرصہ گاہ جور دُھ تھے کی آبادی، — حصارِ کفر میں محصور تھا اسلام کا ہادی
اُمڈ کے سارا مکہ گھر پہ پیغمبرؐ کے آیا تھا، — کہ سارے مشرکوں نے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا

رسولِ ہاشمیؐ نے اپنا گھر محصور جب پایا — بلایا بیدار ابنِ عم کو اور ارشاد فرمایا.
ہوا ہے حکم میرے واسطے یثرب سے ہجرت کا — سُلا دوں تمکو بستر پر یہی فرمان قدرت کا
نظر آتی ہیں باہر دیکھو تلواریں ہی تلواریں — بہانا چاہتے ہیں یہ نبیؐ کے خون کی دھاریں
مرے بستر پہ سو جاؤ یہ چادر اوڑھ لو میری — مگر دیکھو نہ خائف ہوکے کملائے کلی دل کی

علی رضؓ نے ہاشمی انداز سے وہ اوڑھ لی چادر
گزاری رات اسی صورت سے پیغمبرؐ کے بستر پر

رسول اللہ ہوئے گھر سے نکلنے پر جب آمادہ — تو دیکھا دشمنوں نے گھیر رکھا ہے ہر اک رستہ
مگر ڈرتا تھا کس سے وہ مئے وحدت کا متوالا — اسی حالت میں نکلا گھر سے وہ اللہ کا پیارا
زباں پر سورۂ یٰسٓ دل میں نورِ خالق کا — یہ دولت ساتھ لیکر وہ شہِ رحمت لقب نکلا
معاذ اللہ معاذ اللہ وہ ہیبت ناک نظارا — ڈراونی رات اور ہر سمت جلادوں کا تھا پہرا
چمک اٹھتی تھیں شمشیریں کبھی بجلی کی صورت میں — کہ اک لرزہ سا پڑ جاتا تھا جس سے قلبِ فطرت میں
مگر برقِ نظر نے گر کے انکو کر دیا اندھا، — نظر آتا نہ تھا انکو رسول اللہ کا جلوا
نبیؐ سوتا ہے گھر میں دل میں وہ کفار سب سمجھے — رسولِ پاکؐ گھر پر حضرتِ صدیقؓ کے پہنچے
سُنایا حضرتِ صدیقؓ کو فرمان ہجرت کا — بنایا اپنا مونس اور شرف بخشا رفاقت کا
یہ سُنکر حضرتِ بوبکرؓ کا ایماں ہوا تازہ — خوشی میں ہمرکابی کی نہ جامے میں سماتا تھا
نہ ہوتی حضرتِ صدیقؓ کو اسکی خوشی کیونکر — حبیبِ حق کی خوشنودی میں تھی اک زندگی مضمر

ابھی تارے تھے دنیا میں کچھ کچھ ظلمتِ شب کے — کہ یہ دونوں خدا کے ناز پرور شہر سے نکلے
حبیبِ کبریاؐ نے دیکھ کر کعبہ کو فرمایا — حریمِ پاک! اب تیری جدائی کا ہے وقت آیا
قریشِ مکہ تیرے سائے میں رہنے نہیں دیتے — سبھے توحید کا پیغام بھی کہنے نہیں دیتے
جدائی گوارا ہے مگر دشمن ستاتے ہیں — خدا حافظ! خدا کے حکم سے ہم آج جاتے ہیں
قدم آگے بڑھایا اتنا کہکر شاہِ والا نے — لئے بوسے قدم کے نقش کو یثرب کے صحرا نے
پہاڑی راستہ دشواریاں تاریک منظر کی — نکیلے پتھروں کی دھار گویا نوکِ نشتر تھی
چڑھائیاں اُنٹ و تنگیں اور ناہموار تھی وادی — مگر بڑھتا چلا جاتا تھا وہ اسلام کا ہادی
لہو تلووں کی صورت جب بہا پاؤں مبارک سے — ہوئے صدیقؓ کے جذبات زخمی فرطِ الفت سے
نہ دیکھا اسکا تکلیف میں سردارِ عالم کو — اٹھا کر اپنے کندھوں پر بٹھایا فخرِ آدمؐ کو
اندھیری رات پتھر یلا وہ رستہ ثور کی گھاٹی — مسافت کس دلیری سے مگر نامِ خدا کاٹی

یہ ہمت یہ شجاعت صرف یہ صدیقؓ کا دل تھا
صحابہؓ پر انہی باتوں سے اسکو فخر حاصل تھا

غرض دونوں مسافر قریبِ غارِ ثور جب پہنچے — خدا کے حکم کی تعمیل کی اور اسجگہ ٹھہرے
مہ و خورشید دونوں ہوگئے اس برج میں داخل — بنا وہ غارِ ثور آخر خدا کے نور کا حامل،

ہوا جب جلوۂ نورِ سحر مشرق سے ضو افگن — تو حیران رہ گئے سارے رسول اللہ کے دشمن
ہر اک ناسرنگوں شرمندگی چھائی تھی لشکر پر — علیؓ کو دیکھا محوِ خواب پیغمبرؐ کے بستر پر
کفِ افسوس ناکامی پہ وہ کفار ملتے تھے — غضب کے جوش میں اگرچہ وہ رہ رہکر اچھلتے تھے
علیؓ کو قید کرکے خوب ہی ان سب نے دھمکایا — مگر ارمانِ دل نکلا کسی صورت نہ بر آیا،
ہوا جب حل نہ یہ عقدہ تو آخر دل میں گھبرا نے — پھر آخر یہ سب پہنچ خانۂ صدیقؓ پر سارے
یہاں آکر بھی کچھ ظالموں کی اور حیرانی — ہوئے شرمندہ دل ہی دل میں ظلم و جور کی ٹھانی

ہوئے دست و گریباں دیر تک کفار آپس میں
ہوئے بیخود کچھ ایسے چل گئیں تلواریں آپس میں،

کیا اعلان آخر جو **محمدؐ** کو پکڑ لائے — تو وہ انعام میں سو اونٹ بھی اور مال و زر پائے
یہ سُنکر بندۂ زر سارے بہرِ جستجو نکلے، — بہانے کو شہِ کونینؐ کا وہ سب لہو نکلے
کئی نے وادی کہ میں چکر خوب ہی کھائے — کئی کفار غارِ ثور تک جاکر پلٹ آئے
پریشاں ہوگئے صدیقؓ آہٹ پاؤں کی سُنکر — کہا لو! آگئے دشمن قریب اے سید و سرور
پیمبرؐ نے کہا اللہ ساتھی ہے تو کیا غم — وہی مشکل کشا حاجت روا ہے اہلِ عالم ہے
بگاڑیں گے ہمارا کیا بھلا کفار کے لشکر: — نظر کر اک ذرا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا
غرض وہ تین روز و شب رہے اس غار کے اندر — محافظ تھے ملائک اور نگہباں ذاتِ اکبر

مفصل اور کچھ لکھتا مگر فرصت نہیں طالب
دماغ و دل پہ ہیں افکارِ فرضِ منصبی غالب

# نبی کریم صلعم کی شادیاں آپ کے کمال کا ثبوت ہیں

از بیگم صاحبہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے قادیان

## رسولِ کریمؐ کی شادیوں کی اہم اغراض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادیوں کے متعلق مخالفین اسلام کی طرف سے بہت سے اعتراضات کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ سب اعتراضات تعصب وجہالت پر مبنی ہیں۔ کیونکہ اگر غور کیا جائے۔ تو آپؐ کی شادیوں کا مسئلہ نہ صرف ہر قسم کے اعتراضات سے پاک نظر آتا ہے۔ بلکہ درحقیقت آپکی شادیاں آپؐ کے کمال اخلاق اور ایثار اور قربانی کی ایک زبردست دلیل ہیں۔

دراصل جیسا کہ قانون قدرت کے ماتحت ہر قیمتی اور خوبصورت اور عالی مرتبہ چیز عام لوگوں کی نظروں سے بلند اور مخفی ہوتی ہے۔ اور جتنا جتنا کسی چیز کا کمال اور حسن ترقی کرتا جاتا ہے۔ اتنا اتنا ہی وہ سفلی نظروں سے دور اور مستور ہوتی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادیاں بھی اپنے اغراض اور مقاصد کی بلندی کی وجہ سے مادی لوگوں کی سمجھ سے بالا ہیں۔ لیکن حقیقت وہ آپ کے کمال پر ان چیزوں سے بھی زیادہ روشن اور زبردست گواہ ہیں۔ جو ظاہر اور عیاں طور پر خوبیوں کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ جیسے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک جو نظر کی گہرائی اور عقل کی رسائی سے محروم ہیں۔ آپؐ کی شادیاں موجب اعتراض دکھائی دیتی ہیں حالانکہ دراصل وہ موجب اعتراض نہیں۔ بلکہ اپنی بلند مقامی کی وجہ سے سفلی نظروں سے دور ہیں۔ ورنہ انکے متعلق جتنا غور کیا جائے۔ اتنا ہی وہ آپکے کمال کو ثابت کرتی ہیں مگر اس جگہ میں ان سب کے سارے پہلوؤں کے متعلق نہیں لکھ سکتی۔ بلکہ صرف بطور مثال دو ایسی باتیں بیان کرونگی جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادیاں کس طرح آپکے مرتبہ کی بلندی اور کمال پر شاہد ہیں۔

## تعددِ ازدواج کی اجازت میں حکمت

لیکن سب سے پہلے میں اصولاً یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اسلام نے جو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے۔ اس کی غرض وغایت نفسانی نہیں ہے بلکہ یہ اجازت اخلاقی اور دینی اور قومی مفاد پر مبنی ہے۔ اور اسی لئے اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت دیتے ہوئے اس کے ساتھ ایسی شرطیں لگا دی ہیں۔ کہ اگر ان شرطوں کی پابندی اختیار کی جائے۔ تو ناممکن ہے کہ تعدد ازدواج پر عمل کرنے والا شخص نفسانی اغراض کی طرف مائل ہوسکے۔ لیکن میں اپنے اس مختصر مضمون میں ان شرطوں کی تفصیل میں نہیں جاؤنگی۔ صرف اصولی طور پر یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ جب کہ اسلام میں تعدد ازدواج کی شرائط ہی نفسانی اغراض کے خلاف ہیں۔ بلکہ ان شرائط کے عائد کرنے کی ایک غرض یہ بھی ہے۔ کہ نفس انسانی کو بدی کے رستوں سے روک کر اس کی اصلاح کی جائے۔ اور اس کے لئے ترقی کا راستہ کھولا جائے۔ تو یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شریعت کو لانے والے اور قائم کرنے والے تھے۔ اپنی شادیوں میں ان اغراض ومقاصد کو چھوڑ کر کوئی دوسری غرض مدنظر رکھتے۔ بلکہ اپنے مقام کے لحاظ سے تو یہ ضروری تھا۔ اور یہی عملاً ہوا بھی۔ کہ آپؐ ان اغراض ومقاصد پر عمل کرنے میں اپنی امت کے لئے ایک نمونہ بنتے۔ اور انہیں اپنے عمل سے دکھا دیتے کہ اگر انسان کو ایک سے زائد شادیاں کرنی پڑیں۔ تو اسے ان ان پاکیزہ شرائط کی پابندی اختیار کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد میں مختصر طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادیوں کے وہ دو پہلو بیان کرتی ہوں۔ جن سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ آپؐ کی زندگی کا یہ حصہ جس پر مخالفین نے اعتراضات کئے ہیں۔ کسقدر شاندار اور خوبصورت ہے۔

## مسافرانہ زندگی

پہلی بات جو میں بیان کرنا چاہتی ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادیوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ آپؐ کی زندگی اس دنیا میں بالکل درویشانہ اور مسافرانہ تھی۔ اور دنیا کے تعلقات اور رشتوں سے آپؐ کو کوئی حقیقی جوڑ نہیں تھا۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یوں تو آپؐ نے زیادہ شادیاں کیں۔ مگر ایک وقت میں آپؐ کی نو بیویاں رہی ہیں۔ اب غور کا مقام ہے کہ جو شخص نو بیویوں کا خاوند ہے۔ اور شریعت کی رو سے وہ اس بات کا پابند ہے۔ کہ اپنا وقت اور اپنا مال اور اپنی توجہ کو ان سب بیویوں میں ایک سا بانٹ کر تقسیم کرے۔ اور قطعاً کوئی فرق یا امتیاز نہ ہونے دے۔ کیا اسکی زندگی میں ظاہری اسباب کے لحاظ سے کوئی حقیقی سکون یا قرار پیدا ہوسکتا ہے۔ کیا حقیقی معنوں میں اسکی کوئی گھریا گھریلو زندگی بھی ہوسکتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو دیکھو۔ کہ سرتاپا ایک سفر کی زندگی ہے جسے کسی پہلو سے بھی قرار حاصل نہیں۔ آج آپؐ ایک بیوی کے گھر میں ہیں تو کل دوسری کے گھر اور پرسوں تیسری کے اور اترسوں چوتھی کے اور اسی طرح نو بیویوں کے گھر میں آپؐ ایک ایک دن گزارتے ہیں۔ اور پھر جب یہ چکر پورا ہو جاتا ہے۔ تو دوسرا چکر شروع ہوتا ہے۔ پھر تیسرا اور چوتھا۔ اس طرح آپؐ کی جسمانی زندگی کا درخت بغیر کسی جگہ جڑ پکڑنے کے ہر روز اکھڑتا اور لگتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ تمام عمر کسی جگہ بھی قرار نہیں پاتا۔ بلکہ جب موت آتی ہے تو بالآخر وہاں جا نصب ہوتا ہے۔ جو اس کا اصل اور حقیقی ٹھکانا ہے یعنی خدا کا گھر۔ دشمن خواہ اپنے تعصب میں کچھ کہے۔ مگر حقیقت چھپائے کسی طرح چھپ نہیں سکتی۔ کہ زیادہ شادیوں کے نتیجہ میں آپؐ کی خانگی زندگی ایک بالکل بے قرار اور مسافرانہ زندگی تھی۔ جس کا ہر دن ایک سفری نوبت کی طرح اپنے ساتھ کوچ کا پیغام رکھتا تھا۔ اور آپؐ کے دل میں یہ تازہ رکھتا تھا۔ کہ تیرا گھر یہ نہیں ہے بلکہ تیرا گھر آگے ہے۔ اور جب آپؐ اگلے گھر میں جاتے۔ تو وہی وہاں چوبیس گھنٹے نہ گزرنے پاتے تھے۔ کہ پھر یہ گھڑیال بجتا تھا کہ اے خدا کے رسول تیرا گھر یہ نہیں ہے تیرا گھر آگے ہے۔ حتیٰ کہ اسی سفر کی حالت میں آپؐ کی زندگی کے آخری لمحے آگئے۔ اور آپؐ جو اپنی زندگی کے اصل مقصد ومدعا کو جانتے تھے بے اختیار ہوکر بول اٹھے۔ کہ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ اے اللہ اب مجھے اس سفری زندگی کے چکر سے نکال لے۔ اور میری زندگی کے درخت کو اس اعلیٰ اور ارفع ماحول میں نصب ہونے دے۔ جو اسکا اصل اور حقیقی ماحول ہے۔ اور صرف موت کے وقت ہی نہیں بلکہ زندگی بھر آپکو یہی احساس تھا۔ کہ یہ مادی زندگی میرا حقیقی قرار نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ جب ایک دفعہ آپؐ ایک سخت اور کھردری چٹائی پر آرام کرنے بیٹھے۔ اور اس چٹائی کے سخت پٹھوں نے آپؐ کے جسم مبارک پر نشان ڈال دیئے تھے۔ تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپؐ کی تکلیف سے متاثر ہوکر آپ سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں تو آپکے واسطے کوئی نرم اور آرام دہ بستر مہیا کر دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے زندگی کے ان سامانوں سے کیا غرض ہے۔ میری مثال تو اس مسافر کی سی ہے۔ جو راستہ میں ایک گھڑی گزارنے کے لئے کسی درخت کے نیچے ٹھہر جاتا ہے۔ اور پھر اٹھ کر اپنا راستہ لیتا ہے۔

## خدا تعالیٰ سے تعلق کا بے مثال نمونہ

دوسری بات جو آپؐ کی شادیوں سے پتہ لگتی ہے۔ وہ آپؐ کا یہ کمال ہے کہ انسان کس طرح دنیا کی باتوں اور دنیا کے علائق میں گھرا ہوا ہوکر اپنا حقیقی تعلق خدا سے رکھ سکتا ہے۔ اور دنیا کے کام اسے خدا کی یاد سے غافل نہیں کرسکتے۔

شادی شدہ لوگ جانتے ہیں۔ کہ مردوں پر اپنے گھر بار کی ذمہ واری کا بوجھ کسقدر ہوتا ہے۔ بیوی بچوں کے اخراجات کا انتظام ان کی ضروریات کی دیکھ بھال شادی غم بیاہ کے دھندے۔ گھر کے لوگوں کی بیماری کا فکر وغیرہ وغیرہ بیسیوں قسم کے بکھیڑے زندگی کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔ اور جب عام لوگوں کا یہ حال ہے۔ تو اس شخص کی کیا حالت ہوگی جس پر ایک گھر نہیں۔ دو گھر نہیں۔ تین گھر نہیں بلکہ پورے نو گھروں کا بوجھ ہے۔ ظاہری لحاظ سے ایسے شخص کو اپنے گھر کے جھگڑوں سے ہی فرصت نہیں ہوسکتی۔ اور اسکی ساری توجہ گھر ہی کے کاموں میں منہمک رہنی

چاہیئے۔ اور اگر وہ دوسری طرف توجہ کرے تو خانگی ذمہ داریوں میں فرق آنا لازمی ہے۔ مگر ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کمال ہے کہ باوجود اتنی بیویاں رکھنے کے اور باوجود اس کے کہ آپ خانگی ذمہ داریوں کی طرف سے غافل نہیں تھے۔ بلکہ نہیں بصورت احسن سرانجام دیتے تھے۔ آپ کے دوسرے فرائض اور ذمہ داریوں میں کوئی فرق نہیں آتا تھا اور اتنے گھروں میں گھرے رہنے کے باوجود آپ کا دل اپنا حقیقی تعلق صرف اپنے خالق ہی سے پاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی روایت کرتی ہیں۔ کہ بسا اوقات آپ گھر میں اپنے اہل وعیال کے اندر بیٹھے ہوئے اپنے گھر والوں کی دلداری میں مصروف ہوتے تھے۔ اور اس وقت خانگی معاملات میں ایک گونہ انہماک نظر آتا تھا۔ مگر اچانک آپ کے کان میں اذان کی آواز پہنچتی تھی۔ تو اس وقت آپ ہمیں چھوڑ کر اس طرح چلے جاتے تھے۔ کہ گویا آپ ہمیں پہچانتے تک نہیں۔

ایک اور موقعہ پر حضرت عائشہ رضی بیان کرتی ہیں۔ کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری میری طرف تھی۔ مگر جب رات کو میری آنکھ کھلی۔ تو کیا دیکھتی ہوں۔ کہ آپ غائب ہیں۔ میرے دل میں نسوانی رقابت کے طور پر یہ خیال آیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی بیویاں ہیں شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں۔ اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے میں اپنے بستر سے اٹھی۔ اور چپکے چپکے اپنی سوکنوں کے حجروں کے پاس جا کر تلاش کرنے لگی۔ مگر مجھے آپ کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اور میرے دل کی گھبراہٹ زیادہ ہوگئی۔ اس وقت اچانک میرے کانوں میں رونے اور کراہنے کی دبی دبی آواز آئی۔ میں نے توجہ سے سنا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز تھی۔ میں اس آواز کی طرف گئی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ آپ مسجد میں یا شاید جنت البقیع میں زمین کے ساتھ چمٹے ہوئے سجدہ میں پڑے تھے۔ اور انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی محبت اور عبودیت کا اظہار کر رہے تھے۔ اور اس وقت آپ کا سینہ اس طرح جوش مار رہا تھا۔ جیسے کوئی ہنڈیا چولہے پر ابلتی ہو۔ حضرت عائشہ رضی کہتی ہیں کہ میں شرم سے پانی پانی ہو کر واپس لوٹ آئی۔ کہ میں کس خیال میں تھی۔ اور یہاں کیا نظارہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کمال یقیناً صرف ایک بیوی کے ہوتے بھی عظیم الشان نظر آتا۔ مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ آپ نو بیویوں کے خاوند تھے۔ اور نو گھروں کا بوجھ آپ کے سر پر تھا۔ اور آپ ان سب ذمہ داریوں کو نبھاتے تھے۔ تو پھر یہ کمال ایک ایسی عدیم المثال رفعت اختیار کر لیتا ہے۔ جو انسان کی نظروں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

## عشق شہ حجاز

از جناب ام چند صاحب حقیقی جالندھری

زمرۂ اہل عشق میں اتنا تو امتیاز دے ❊ عشق جو مجھکو دے خدا عشق شہ حجاز دے
جن کو ہے ناز کی ہوس انکو ادا و ناز دے ❊ میں ہوں تیرا نیاز مند مجھکو سر نیاز دے

---

# رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر اسرار زندگی

از جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم ❊ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

**(۱)**

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ پھر مجھے اپنی زندگی میں ایک اور موقعہ ملا۔ کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے متعلق اپنے تأثرات کا اظہار کروں۔

خاتم النبیین نمبر کی اشاعت کی تقریب پر حسب معمول عزیز مکرم ایڈیٹر صاحب الفضل نے تحریک کی۔ یہ تحریک ایسی حالت میں میرے پاس آئی ہے۔ کہ میں نزلہ اور زکام کے سخت حملہ کا شکار ہوں۔ لیکن میں نے یہ سمجھ کر کہ خدا جانے پھر موقعہ ملے یا نہ ملے۔ ذکر حبیب سے شادکام ہونا ہی بہت بڑی سعادت ہے۔ میں نے پسند کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر اسرار زندگی پر اپنے تأثرات کا اظہار کروں۔ و باللہ التوفیق۔

**(۲)**

ہر شخص کی زندگی کا قابل مطالعہ حصہ وہ ہوتا ہے۔ جو دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو۔ اسوقت وہ ہر ایک قسم کے ریا اور نمائش کے جذبات سے الگ ہوتا ہے۔ اور اس کے تأثرات وتخیلات کی صحیح حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص کی وہ زندگی جو عوام الناس کی نظروں سے غائب ہے۔ اعلیٰ درجہ کی زندگی ثابت ہو۔ اور اسمیں اسکی قلبی کیفیتوں اور جذبات کا مرجع صرف خدا تعالےٰ کے ساتھ وفاداری اور اخلاص اور اس کی مخلوق کے ساتھ شفقت ورحمت کی صورت میں نمایاں ہو۔ تو ایک سخت دشمن کو بھی اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں۔

اس نقطۂ نظر کو مدنظر رکھ کر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پُر اسرار زندگی کو پڑھنا شروع کیا۔ میں نے تنہائی اور خلوت کی مجلسوں میں آپ کو دیکھا۔ اور رات کی سنسان گھڑیوں میں آپ کے افکار و تخیلات کا اندازہ کرنے کی کوشش کی۔ جس جسقدر آپ کی پُر اسرار زندگی کو میں پڑھتا۔ اسیقدر میرا ایمان ایک سرور ورلذت کے ساتھ ترقی کرتا۔ اور مجھے اس دعویٰ کی حقیقت سمجھ میں آتی تھی۔ جو حضور نے خدا تعالیٰ کی وحی سے کیا کہ میں تکمیل اخلاق کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

میں زیادہ دیر تک قارئین کرام کو اس پُر اسرار زندگی کے متعلق تعجب میں رکھنا نہیں چاہتا۔ وہ عظیم الشان وجود جو نوع انسان کی ہدایت اور تکمیل مکارم اخلاق کے لئے مبعوث ہوا ہو۔ اس کی زندگی کا کوئی شعبہ پُر اسرار اور مخفی نہیں ہو سکتا۔ مگر میں جب پُر اسرار زندگی کا لفظ استعمال کرتا ہوں۔ تو اس سے میری مراد یہ ہے کہ حضور کی زندگی کا وہ حصہ جو بظاہر پبلک سے الگ تھا۔ لیکن حقیقت میں انسانی شرف کے مقام کو بلند کرنے کے لئے وہ ایک ضروری چیز ہے۔ اور وہ حضور کی دعاؤں کی زندگی ہے۔

**(۳)**

ظاہر ہے کہ دعا انسان کے تخیلات۔ اس کی امنگوں اور آرزوؤں کا صحیح مرقع ہے۔ اور کسی شخص کی دعائیں اس کی سیرت کے حسن وقبح کا بہترین معیار ہیں۔ ایک شخص لوگوں کے سامنے اپنے اعمال میں نیکوکار۔ نافع الناس نظر آسکتا ہے۔ لیکن اس کے دل کی گہرائیوں اور جذبات کی لہروں میں کیا مقاصد ہیں۔ انکا پتہ نہیں چل سکتا۔ جبتک کہ ہم اسکی دعاؤں کو نہ پڑھیں۔ وہ دعائیں انسان اپنے مولیٰ سے کرتا ہے۔ جن کو کوئی دوسرا نہیں سنتا۔ اور وہ اس کی امنگوں اور آرزوؤں کا صحیح اور حقیقی مرقع ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں پر یکجائی نظر کرے گا۔ تو اسے معلوم ہوگا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی انسان خدا کا پیارا نہیں۔ اور انسان ہی آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ یعنی ایک ہی وقت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو عظیم الشان حقیقتوں کا اظہار ہو جاتا ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے۔ جسکو قرآن مجید نے ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں بیان کیا ہے۔ اس آیت میں حقیقت محمدی کا راز پنہاں بھی ہے۔ اور آشکار بھی۔ یہ مقام محمدی ظاہر کرتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کے قرب کا وہ مقام حاصل تھا۔ کہ اسکی کوئی نظیر نہیں ہو سکتی۔ اور پھر اس صعود کے بعد آپ کا نزول مخلوق کی طرف اس شان سے ہوا کہ بنی نوع انسان کے ساتھ محبت وشفقت کا کوئی مقام اس سے آگے نہیں جاتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ حقیقی معنوں میں شفیع المذنبین ہیں۔

اس حقیقت کی تفسیر اور تصریح قرآن مجید کے مختلف مقامات پر نہایت سرور افزا الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ یہ ایک جداگانہ

مضمون ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور زندگی عطا فرمائی۔ تو میں حقیقتِ محمدیت پر فلسفیانہ اور صوفیانہ بحث کروں گا۔ ورنہ ہر وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ نے معرفت اور بصیرت دے۔ اس پر بہت کچھ لکھ سکتا ہے۔ مجھے چونکہ اس مضمون میں حضور۴ کی پُراسرار زندگی کو نمایاں کرنا ہے۔ اس لئے میں اس سے آگے چلتا ہوں۔

(۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پراسرار زندگی کے دو حصے ہیں۔ اور انہیں بھی پھر دو پہلو ہیں۔ ایک حصہ تو حضور۴ کی زندگی کا قبل از بعثت ہے۔ اور دوسرا حصہ بعثت کے بعد کا ہے۔ اور اس کا ایک پہلو تو وہ ہے۔ جو اُن اعمال سے وابستہ ہے جو رات کو آپ۴ بجا لاتے۔ اور دوسرا اُن دعاؤں سے تعلق رکھتا ہے۔ جو علی العموم آپ۴ فرماتے۔

قبل از بعثت زندگی کے متعلق تو میں اسیقدر کہنا چاہتا ہوں کہ آپکا معمول تھا کہ آپ کئی دن کی خوراک جیسر ہوتی لیکر غارِ حرا میں چلے جاتے اور خلیہ اور تنہائی کی زندگی میں جو آبادی سے دور آپ بسر کرتے تھے۔ آپ۴ کا کام بجز اس کے کچھ نہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں اور دعاؤں میں گزاریں۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عہدِ شباب ہے۔ اور امنگوں اور آرزوؤں کا زمانہ ہے۔ مگر آپ کو دنیا کی کوئی چیز عزیز نہیں۔ کسی سے پیار نہیں۔ کسی کی تڑپ نہیں۔ ایک ہی چیز ہے جس میں آپ کھوئے گئے ہیں۔ وہ اپنے مولیٰ کے ساتھ عشق و محبت کا وہ مقام جہاں ؎

من تن شدم تو جاں شدی من تو شدم تو من شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کہنا جائز ہوتا ہے حاصل ہو جائے۔

بعثت کے بعد آپ۴ کی رات کس طرح گزرتی ہے۔ وہ واقعات اور حالات بھی احادیث میں موجود ہیں۔ کہ تہجد کی نماز میں بعض اوقات آپ۴ اسقدر کھڑے رہتے کہ پاؤں متورم ہو جاتے۔ اور رات کا بہت ہی کم حصہ آرام کرتے۔ باقی حصہ عبادت اور دعاؤں میں بسر ہوتا۔ بعض اوقات رات کی اُن سنسان گھڑیوں میں آپ قبرستان میں چلے جاتے۔ اور اس عبرت کدہ دنیا میں انسانی زندگی کے انجام کے فلسفہ پر غور فرماتے۔

اب قابلِ غور امر یہ ہے۔ کہ رات کی اُن سنسان گھڑیوں میں کوئی دوسرا شخص آپ۴ کو دیکھنے والا نہیں۔ اور دن بھر کی کوفت اور محنت کے بعد آرام بھی ضروری ہے۔ لیکن پھر وہ کونسی چیز ہے جو آپ کو بیدار رکھتی ہے۔ اور آپ۴ اللہ اللہ کہہ کر آستانہ الٰہی پر گرتے ہیں۔ اور اس کی تسبیح و تحمید میں صبح کر دیتے ہیں۔ حضور۴ کی پراسرار زندگی کا یہ پہلو ایک دانشمند انسان کے لئے معرفت کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور قرآن مجید کی اس آیت کی صحیح تفسیر سمجھ میں آتی ہے۔ قُلْ

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

(۵)

اب میں اس پراسرار زندگی کے دوسرے پہلو پر بحث کرتا ہوں۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا پہلو ہے۔ میں نے اوپر لکھا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ کہ دعائیں انسان کی تمناؤں اور اس کے آمال و اعمال کا صحیح نقشہ ہوتی ہیں۔ اور ان سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی سیرت۔ اور کردار کی کیا کیفیت ہے۔ بہت ہی کم لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے کبھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور سیرت پر اس پہلو سے غور کیا ہو۔ میں اسوقت فلسفہ دعا پر کچھ نہیں کہوں گا۔ کہ یہ الگ موضوع ہے۔ یہ تسلیم۔ نہیں یقین کرتے ہوئے کہ دعا ایک زبردست قوت ہے۔ اور اس کی تاثیرات حیرت انگیز انقلاب دنیا میں پیدا کر دیتی ہیں۔ اور دعاؤں میں خدا تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ حیات و ممات کے نقشے تبدیل کر دیتی ہیں۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود دعائے ابراہیم۴ کی قبولیت کا ظہور تھا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ کام کرتی نظر آتی ہے۔ وہ دعاؤں پر زور ہے۔

آپ۴ کی زندگی کا یہ ایک عجیب مرقع ہے۔ کہ انسانی زندگی کا کوئی موقعہ نہیں۔ کہ اس کے مناسب حال آپ۴ نے دعا تعلیم نہ کی ہو یا آپ۴ خود دعا نہ فرماتے ہوں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ آپ۴ گویا پیغمبر دعا تھے۔

(۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس زندگی کا جب ہم پر غور مطالعہ کرتے ہیں۔ جو دعاؤں کے الفاظ میں مستور ہے۔ تو اس جلیل القدر انسان کی عظمت کا تخیل بہت بلند ہو جاتا ہے۔ اس کی ہر دعا میں خدا تعالیٰ کی تقدیس اور تسبیح اور اپنی زندگی میں اعلےٰ درجہ کی طہارت و نظافت کا جذبہ موجود ہے اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور انسانی زندگی کے ہر مشغلہ کو وہ ایسی دعائیں کرتے ہیں جس سے فلسفہ اخلاق و الٰہیات کے علم نفسیات کی روشنی میں بہت بڑا خزینہ معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

مثلاً پاخانہ پیشاب وغیرہ انسان کی طبعی ضروریات ہیں۔ اور یہ ایک ایسا فضلہ ہے۔ کہ اگر انسان کے جسم میں باقی رہے۔ تو یقیناً اس کی ہلاکت کا موجب ہو جاتا ہے۔ مختلف قسم کی زہریں بلکہ بقول بعض ۲۶ قسم کی زہریں تو پیشاب ہی میں ہیں۔ کیا دنیا کے کسی ہادی اور ریفارمر کی تعلیم میں یہ بات پائی جاتی ہے؟ کہ وہ ایسے وقت بھی کوئی دعا کرتے یا دعا کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستور تھا۔ کہ جب آپ رفع حاجت کیلئے بیت الخلاء میں جاتے۔ تو آپ یہ دعا کرتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ اے میرے اللہ! میں ہر قسم کی پلیدی اور گندگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس دعا پر غور کرو۔ کہ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت کی نظافت اور آپکے مقامِ تقدس کا اعلان کرتی ہے۔ اور اس میں یہ راز مخفی ہے کہ جس طرح پر ان جسمانی گندوں اور فضلوں کے دور کرنے کے لئے ایک اضطراری کیفیت انسان کے اندر پیدا کر دی ہے۔ حضور۴ اسی قسم کے اضطرار اور اضطراب سے ہر قسم کے اخلاقی اور روحانی نقائص سے پاک رہنے کے لئے چاہتے ہیں۔

اب اس ایک دعا کو لیکر سوچو اور غور کرو۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تقدس کے کس مقام پر کھڑے تھے۔ اور آپ۴ کو کیسی لطیف اور لطیف فطرت اللہ تعالیٰ نے بخشی تھی۔ بات بظاہر معمولی نظر آتی ہے۔ مگر سوچو تو سہی۔ کہ ایک شخص ایک طبعی تقاضا سے بیت الخلاء میں جا رہا ہے۔ مگر اس کی طبیعت پر جس چیز کا غلبہ اور اس کی روح میں جس مقصد کیلئے جوش ہے وہ ایک عرفانی طہارت ہے۔ اس طہارتِ نفس اور تزکیۂ قلب کی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور یہی وہ سر ہے کہ ایسی فطرۃ مطہرہ کا مالک اس قابل تھا۔ کہ دنیا میں وہ ایک عظیم الشان مشن لیکر آیا۔ جس میں ایک امر یہ بھی داخل تھا۔ کہ وہ اپنی قوتِ قدسی سے دوسروں کی تطہیر کر کے مزکی کہلائے۔ اس نے خود ہی طہارت کا اعلیٰ مقام نہیں پایا۔ بلکہ اسے ایسی قوتِ قدسی دی گئی۔ کہ وہ دوسروں کی بھی تطہیر کر دے۔ اور یہ کسی خاص وقت اور زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اس کی قوتِ تزکیہ اتنی زبردست ہے کہ وہ قیامت تک ایسے لوگوں کے سلسلہ کا باپ ہو گیا۔ جو حضور۴ سے اس قوتِ قدسی کو لیکر دوسروں کا تزکیہ کر سکیں۔

اسی طرح بیت الخلاء سے فارغ ہو کر آتے۔ تو فرماتے۔ غُفْرَانَكَ۔ خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا اور اس کے لئے دائماً متوجہ رہنا یہ بھی حضور۴ کی زندگی کی ایک شان ہے۔ اور حقیقت میں ایمان کے کمال اور اس کے ثمرات کے لئے یہ ایک نہایت اہم اور ضروری چیز ہے۔ استغفار کے ذریعہ انسان خدا تعالےٰ سے ایسی قوت اور طاقت چاہتا ہے کہ کسی قسم کی بدی کا صدور ہی اس سے نہ ہو۔ اس سے بھی حضور۴ کی قوتِ قدسی اور طہارتِ نفس کے زبردست جذبہ کی خواہش کا ایک معمولی سا اندازہ ہوتا ہے۔

افسوس تو یہ ہے۔ کہ تاریکی کے فرزندوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر غور نہیں کیا۔ اور آپکی عملی قوت کو دیکھا نہیں۔ ورنہ وہ جسقدر اس لذیذ موضوع پر غور کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر دیکھتے۔ اور انہیں یقین ہو جاتا کہ قرآن کریم نے جو فرمایا اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یہ ایک صداقت ہے۔ خدا تعالےٰ کا محبوب انسان اسی وقت ہو سکتا ہے۔ کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل متبع ہو۔ اور اس کامل اتباع کا جوش اور تحریک اسوقت ہوتی ہے۔ جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن اور احسان کا صحیح مطالعہ کیا جائے۔

میں نے کہا ہے۔ کہ آپ۴ کی وہ زندگی جو پبلک ہے۔ وہ تو بجائے خود

کھلے کھلے آیات اپنی خوبی اور کمال کے ساتھ رکھتی ہے۔ لیکن آپ کی وہ نہاں در نہاں زندگی اور آپکا وہ عملی پہلو جو راز و نیاز کا رنگ رکھتا ہے۔ اسکو اگر پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا مقام سب سے اونچا ہے۔ اور حقیقی اور صحیح معنوں میں آپ محمد ہیں۔ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۷)

آپ کی دعاؤں میں جو چیز نظر آتی ہے۔ وہ یا تو طہارت نفس ہے یا انسانیت کے شرف و کمال کے مخفی جذبات کو ابھارنے اور کارآمد بنانے کے طریقوں کی طلب اور نوع انسان کی حقیقی بھلائی۔ آپ کی ان تمام دعاؤں کا اگر تجزیہ کریں۔ جو آپ دن میں اور زندگی کے مختلف مراحل میں آپ کرتے تھے۔ تو ایک حیرت ہوتی ہے۔

آپکی دعاؤں میں اور بھی دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ انہیں کسب خیر کا پہلو ہے۔ اور پھر بعض دعائیں ایسی ہیں۔ کہ انہیں ترک شر ہے۔ یعنی آپ ہر اس نیکی اور خوبی کو حاصل کرنے کے لئے دعاؤں میں معروف رہتے۔ جو دنیا میں ممکن ہے۔ اور ہر اس بدی سے بچنے کے لئے دعائیں کرتے اور خدا کی پناہ چاہتے۔ جو انسانی شرف اس کے اخلاق اور روحانیت کے لئے مضر ہے۔ یا مجموعی حیثیت میں نسل انسانی کے لئے مضر ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عجز اور کسل سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کس عزم مقبلانہ اور ہمت بلند کے انسان تھے۔ آپ ہر نیکی اور خوبی کے لئے تہیۂ اسباب کے لئے آمادہ تھے۔ اور پھر ان اسباب سے جائز اور صحیح کام لینے میں سستی نہ کرتے تھے۔ انسانی ترقی میں جو چیز روک ہوتی ہے۔ وہ یہی عجز اور کسل ہے۔ جو شخص اسباب ضروریہ کو مہیا نہیں کرتا۔ یا اسباب سے کام لینے میں سستی کرتا ہے۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فطری اور قلبی خواہش اور آرزو کا اندازہ تو اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ آپ ہمیشہ عجز اور کسل سے خدا کی پناہ چاہتے تھے۔ پھر ایسا انسان کبھی غافل اور کاہل کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس دعا پر اگر ہم غور کریں۔ تو حضور کی ہمت بلند اور سعی فی الامور کی قوت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ تمام ترقیات کو روک دینے والی بیماری یہی کاہلی اور غفلت ہے۔ آپ نے عملاً نسل انسانی کو بتایا۔ کہ عجز اور کسل ایسی چیزیں ہیں۔ کہ یہ انسان کو تباہ کر دیتی ہیں۔ اور اس کے لئے بطور زہر کے ہیں اس لئے ان سے ہمیشہ بچنا چاہیئے۔ اور چونکہ انسان فراہمی اسباب اور اپنی محنت و سعی پر مغرور ہو کر اپنی کامیابی پر نازاں ہو کر خدا سے دور جا پڑتا ہے۔ اس لئے سبق دیا۔ کہ ان خطرناک بیماریوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استعانت اور استعاذہ ضروری ہے۔ جب تک یہ نہ ہو کچھ بھی نہیں۔ گویا اگر سعی اور تہیۂ اسباب اور قوت عملی بھی میسر آجائے۔ تو انسان اسے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم اور اسی کی اعانت و پناہ کا نتیجہ یقین کرے۔

پھر اسی سلسلہ میں آپ یہ بھی کہتے۔ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں نامردی اور بخل سے۔ انسانی کمالات میں سخاوت اور شجاعت کا مقام بہت بلند ہے۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت اور شجاعت کے واقعات ہم نہ بھی پیش کریں۔ تب بھی جو شخص دیانت اور شرافت کے ساتھ حضور کی اس دعا پر غور کرے گا۔ تو اسے معلوم ہوگا۔ کہ یہ جلیل الشان نبی سخاوت اور شجاعت کے کس بلند مقام پر ہے۔ وہ جبن اور بخل سے خدا کی پناہ چاہتا ہے۔ اور ان دونوں چیزوں کو انسانی کمالات اخلاق و روحانی تباہی کا موجب سمجھتا ہے۔ انسانی شرف کا حسن شجاعت اور سخاوت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں۔ جن سے انسانی ہمدردی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ اپنے حقوق کی حفاظت اور دوسروں کو ظالموں کے جور و جفا سے بچانے کی قوت اسی وقت پیدا ہوا کرتی ہے۔ کہ انسان کم ہمت نہ ہو۔ اس کے قلب میں مقابلہ کی قوت ہو۔ موت کا ڈر اس کے سینہ میں نہ ہو۔ اور نہ صرف یہ بلکہ وہ ایک حکمت اور عقل کے ساتھ اپنی قوت کا صحیح استعمال کر سکتا ہو۔ اس لئے کہ جب اس قوت کا ناجائز استعمال ہو۔ تو وہ شجاعت نہیں ہوگی۔ بلکہ ظلم وجور کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ایسے واقعات کی امین ہے۔ کہ جن میں آپکی شجاعت اور سخاوت کا غیر معمولی ظہور ہوا۔ جبن اور بخل کو اکٹھا کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بخل بھی انسان کے اندر نامردی پیدا کرتا ہے۔ اور نامردی اور کم ہمتی بخل پیدا کرتی ہے۔ یہ دونوں قوتیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔

میں پھر کہوں گا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جن میں آپ کی سخاوت اور شجاعت نمایاں ہے۔ لیکن اگر ایک بھی واقعہ ہمارے سامنے نہ ہوتا اور صرف آپ کی یہ دعا ہوتی۔ تب بھی ایک شریف اور دیانت دار محقق کو یہ کہنا پڑتا۔ کہ جس انسان کی یہ تمنا در خواہش ہو۔ اور جو اپنے مولیٰ سے راز و نیاز کی سنسان ساعات میں درخواست کرتا ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی شجاعت و سخاوت کا پیکر نہیں ہو سکتا۔ لیکن واقعات اور حقائق کی روشنی میں جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کردار اور سیرت کو پڑھتے ہیں۔ تو اور بھی حیرت ہوتی ہے۔ کہ آپ جن چیزوں کی خواہش کرتے تھے۔ فی الحقیقت آپ میں وہ خوبیاں جمع تھیں۔ اس سے آپکے کمالات کے ایک اور پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ آپ کی دعاؤں کی قبولیت کی اعجازی قوت ہے۔

غرض میں ان لوگوں کو جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیں۔ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ آپ کی دعاؤں پر غور کریں۔ ہم دنیا کی دعاؤں کو پڑھتے ہیں۔ جن میں دشمنوں پر بسانے گالیوں کو رواں کرنے یا دشمنوں کو تباہ کرنے کی دعائیں نظر آتی ہیں۔ یا اور اسی قسم کے مقاصد ہیں۔ انکو پڑھ کر پتہ لگتا ہے۔ کہ ان لوگوں کا منتہائے مقصود کیا تھا؟ اسی طرح پر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو پڑھیں گے۔ تو ہمیں آپ کی سیرۃ کا حسن و جمال آئینہ ہو جائے گا۔

میری طبیعت اگر درست ہوتی۔ تو میں اس مضمون کو نہایت وسعت سے لکھنا چاہتا تھا۔ علم النفس کی روشنی میں آپ کی دعاؤں پر کہ ایسا تبصرہ کیا جا سکتا ہے۔ جو اپنی علمی حیثیت میں بھی ممتاز ہو۔ مگر وقت کی تنگی اور نزلہ و زکام کی شدت میرے راستہ میں روک ہو رہی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے۔ اگر اس نے زندگی عطا فرمائی۔ تو الفضل کے آنے والے خاتم النبیین نمبر میں انشاء اللہ العزیز ایک سیر کن بحث اس موضوع پر کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ یا پھر اللہ تعالیٰ جس کو توفیق دے۔ میں نے ایک لائن حضور کی سیرت کی پیش کر دی ہے۔

ہماری جماعت کے ہونہار نوجوان عہد حاضرہ کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مضمون کو پھیلا سکتے ہیں۔ خصوصاً میں عزیز نیچے شیخ محمود احمد صاحب عرفانی سے یہی توقع رکھتا ہوں کہ حضرت سرور کائنات کی لائف پر آپکی دعاؤں کی روشنی میں قلم اٹھائے تا کہ اگر پدر نتواند پسر تمام کند کی خوشی اور مسرت مجھے حاصل ہو۔

بہر حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پر اسرار زندگی اپنے اندر انسانی زندگی میں خارق عادت تغیرات کیلئے ایک عملی سبق ہے۔ اس میں حضور نے بتایا ہے۔ کہ انسان کی ساری خوشیوں، ساری کامیابیوں اور ساری نیکیوں و حسنات کا حصول ہر قسم کی کمزوریوں اور غلطیوں سے بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے۔ کہ وہ اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں جیتے پھرتے۔ اپنی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حصہ میں دعاؤں سے کام لے۔ اور یہ دعائیں اس کے لئے ایک ایسے راستہ کو کھول دینگی۔ جو اسے خدا تعالیٰ تک بآسانی پہنچا دے گا۔ اور اس کی زندگی میں خارق عادت انقلاب کر کے اس کی ہر حرکت۔ اور اس کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا سب خدا کیلئے ہو جائیگا وہ خدا کا اور خدا اسکا ہو جائیگا۔ کریم رحیم مولیٰ ہم میں سے ہر ایک کو توفیق دے۔ کہ ہم اس مقصد کو حاصل کر لیں۔ آمین۔

## سب سے بڑی انسانیت

مسٹر گووند جی لیسانی لکھتے ہیں:۔

"یہ امر واقعہ ہے۔ کہ ذاتی طور پر رسول عربی ایک ایسے شخص تھے۔ جن میں سب سے بڑی انسانیت اور شرافت تھی۔ رسول عربی میں تمام انسانوں سے زیادہ انسانیت تھی۔"

# بانیٔ اسلام کے متعلق اظہارِ عقیدت

(از جناب پنڈت تاراچند صاحب ناظر وزارت گلگت)

فرقہ داری کی گندہ فضاء نے ہماری ذہنیت کو اس قدر تنگ و تاریک بنا دیا ہے۔ کہ ہم رواداری اور حق شناسی سے کوسوں دور ہو گئے ہیں۔ ہم کو اپنی آنکھ کا شہتیر تو نہیں سوجھتا۔ مگر پرائی آنکھ کا تنکا شہتیر کی شکل میں نظر آ جاتا ہے۔ حالانکہ جہاں تک مجھے دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے متعلق واقفیت ہے۔ میں ان کی نسبت یہ عرض کر سکتا ہوں۔ کہ سب مذاہب کے بنیادی اصول قریباً ایک ہی جیسے ہیں۔ اگرچہ ان کا طریق بیان اور الفاظ جدا جدا ہیں مجھے اس وقت مذاہب کی اس یک رنگی کے متعلق کچھ عرض نہیں کرنا۔ بلکہ میں اس بڑی شخصیت کی نسبت اظہار عقیدت کرنا چاہتا ہوں۔ جس نے جاہل اور وحشی قوموں میں وحدانیت کا چراغ روشن کر کے ان کو تاریکی اور چاہِ ضلالت سے نکال کر شاہراہ ترقی پر کھڑا کر دیا ہے۔ یہ انسان کوئی ڈگری یافتہ اور مروجہ علوم کا عالم و فاضل نہ تھا۔ بلکہ لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتا تھا۔ اس لئے سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ اس نے کہا۔ اور جو کچھ اس نے کیا۔ اس میں ضرور خدائی طاقت اس کے شامل حال تھی۔ ورنہ جس کام کو بڑے بڑے عالم اور شہنشاہ انجام دینے سے عاجز اور قاصر پائے گئے۔ اس کو ایک امی کیسے انجام تک پہونچا سکتا تھا۔

## مہاپرشوں کا امتیاز

میں بے جا خوش اعتقادی اور اندھی تقلید کا قائل نہیں لیکن میں یہ عرض کر سکتا ہوں۔ کہ مہاپرشوں اور روحانی آدمیوں کو عام لوگوں کی نسبت جو امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ وہ کسی دنیاوی جاہ و حشمت یا شان و شوکت کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی تہ میں ان کی ہمدردی۔ خیر خواہی۔ خود فراموشی۔ اور خاکساری کام کر رہی ہوتی ہے۔ جو انسانوں کے دلوں کو گشش کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ تاریکی کے بندے فسق و فجور کے شیدائی اور دنیا کے متوالے جن کو ایک آنکھ بھی روحانی روشنی گوارا نہیں ہوتی۔ وہ ایسے بزرگوں۔ اور مہاتماؤں پر پھبتیاں اُڑاتے ہیں۔ لیکن وقت آتا ہے۔ جبکہ ان سب کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑتا ہے۔ اور بالآخر ان کو ایسے مہاپرشوں کی رہنمائی قبول کرنی پڑتی ہے

## موجودہ زمانہ کے ہندو مسلمان

آج کل نام کے ہندو اور نام کے مسلمان آپس میں کٹ کر مر رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں کتنے ایسے مسلمان یا ایسے ہندو ہیں۔ جو سری کرشن یا حضرت محمدؐ کے پیغام کو صحیح معنوں میں قبول کرنے والے ہیں۔ ہمارا دینی جوش، رواداری، غمگساری اور ہمسایہ نوازی کی صفات کو روز بروز نگر تا جا رہا ہے۔ اور ہم ہر وقت اسی دھن میں رہتے ہیں۔ کہ کس طرح جائز یا ناجائز طریقوں سے ایک دوسرے کے لئے باعث زحمت ثابت ہوں۔ اور یاں تک پہونچا ہیں۔

## جذبہ شکر گزاری

میرا اعتقاد ہے۔ کہ کوئی بھی انسان جس نے دنیا سے جہالت کی تاریکی کو دور کرنے اور خلق خدا کی راستی کی طرف راہنمائی کرنے کا کام کیا۔ وہ ہمارے شکریہ کا مستحق ہے۔

ہم کو نہ صرف روحانی پیشواؤں کا ہی ممنون ہونا چاہئے۔ بلکہ ان قابل ہستیوں کے احسان کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے جن کی علمی تحقیقات اور تجسس سے زندگی کے مختلف شعبوں میں کئی قسم کی آسانیاں میسر آئی ہیں۔ انسان کی حالتِ عریانی میں پہلے پہل جس نے سوئی ایجاد کر کے ہمارے بدن کو آراستہ اور محفوظ رکھنے کی ترکیب ایجاد کی۔ اس کے احسان سے بھی ہم سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ چہ جائیکہ ہم ان بزرگوں کے احسانات سے اپنے آپ کو سبکدوش سمجھیں۔ جنہوں نے امن اور حقیقی راحت کا راستہ دکھلایا۔

میرے ان الفاظ سے معزز ناظرین قیاس فرما سکتے ہیں۔ کہ میں کسی بھی بزرگ۔ کسی بھی دین کے راہنما اور کسی بندہ خدا کے احسان کو بھول جانا ایک بدترین ناشکر گزاری اور ناقابل معافی گناہ سمجھتا ہوں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ جن باتوں کو میرا ضمیر تسلیم نہیں کرتا۔ انہیں کسی کی خاطر درست قرار دوں۔

## وحدانیت کی تعلیم

میں حضرت محمدؐ صاحب کی اس تعلیم کا پورے طور پر مداح ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ۔ یعنی نہیں ہے کوئی معبود سوائے ایک اللہ کے۔ بت پرستوں کے ملک میں اور ایک بت پرست خاندان میں پیدا ہو کر خدا کی وحدانیت کا اظہار کوئی معمولی بات نہیں ہے ہزارہا قسم کے توہمات اور بت پرستی کی رسوم کو ترک کرا کر ایک وحدہٗ لاشریک خدا کی طرف تاریکی میں ٹھوکریں کھا رہی خلق خدا کو متوجہ کرنا ایک بہت بڑا احسان۔ ایک بہت بڑا کام ہے۔ جو حضرت محمدؐ صاحب نے سرانجام دیا۔ اور ہر شخص جو خدا کی ہستی پر یقین رکھتا ہے۔ اپنے پیارے خالق و مالک کی شان کو ظاہر کرنے والے حضرت محمدؐ کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتا

## بانیٔ اسلام سے عقیدت

مجھے کئی سال تک حضرت محمدؐ صاحب کی زندگی کے متعلق کئی قسم کے خیالات کے مطالعہ کا موقعہ ملتا رہا۔ اول اول تو میں ان کو بداستی کا بانی اور عیش پرست انسان سمجھتا رہا۔ لیکن جوں جوں آپ کی زندگی کے صحیح واقعات میری نظر سے گذرنے لگے۔ میرے پراگندہ اور بے بنیاد خیالات اپنی ہستی پر قائم نہ رہ سکے۔ اور آخر کار مجھے اس عظیم الشان ہستی کا مداح بنے بغیر چارہ نہ رہا۔

میں مذہبی پیچیدگیوں میں پڑنا نہیں چاہتا۔ ہمیں ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ جن عظیم الشان ہستیوں نے اپنی ساری زندگی کے آرام و آسائش کو قربان کر کے اور تکلیفیں اٹھا کر ہمارے لئے روشنی کا مینار قائم کیا ہے۔ ہم صدق دل سے انکے ممنون احسان اور شکر گزار ہوں اور ان کی پاکیزہ زندگی سے فیض حاصل کر کے شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں۔

میں گو تاریخ اسلام سے اچھی طرح واقف نہیں۔ اور نہ مجھے اس وقت ایسے ذرائع میسر ہیں۔ کہ میں مفصل طور پر حضرت محمدؐ کی نسبت کچھ عرض کر سکوں تاہم چند مثالیں ایسی پیش کر سکتا ہوں۔ جن سے یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ خدمت دین کے حقیقی معنے کیا ہو سکتے ہیں۔

## اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

بعض مورخوں اور اکثر نکتہ چینیوں کا دعویٰ ہے۔ کہ اسلام زبردستی اور تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ لیکن بانیٔ اسلام اور آپکے پیروؤں کے عمل اور آپ کی پیش کردہ تعلیم سے اس کی بالکل تردید ہوتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت علی ایک جابر دشمن کو زیر کر کے تلوار کے وار سے اسے کیفر کردار کو پہونچانا چاہتے تھے۔ کہ اس نے ان کے منہ پر تھوک دیا۔ حضرت علی بجائے اسکے کہ زیادہ طیش میں آ کر فوراً اس کا سر تلوار سے قلم کر دیتے۔ اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ تاکہ یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ اس کے قتل کرنے میں ذاتی انتقام کا جذبہ بھی شامل تھا۔

حضرت محمدؐ صاحب پر بھی دشمنوں نے سخت سے سخت حملے کئے۔ ایک دفعہ ایک دشمن ننگی تلوار دکھا کر آپ کو مرعوب کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا بتاؤ تم کو کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے اس وقت جبکہ آپ خالی ہاتھ تھے بغیر کسی تامل کے فی الفور جواب دیا۔ کہ خدا۔ یہ سنکر دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ اور پھر وہ مسلمان ہو گیا۔

عمر کے آخری مرحلہ پر جبکہ تمام عرب مطیع ہو چکا۔ آنحضرتؐ بادشاہ ملک بادشاہ بن گئے۔ مگر آپکے گھر میں وہی تنگی اور فاقہ مستی بدستور قائم رہی جو پہلے تھی۔ بیویوں نے ایک موقعہ پر مطالبہ کیا۔ کہ اب تو روٹی کپڑے کی کمی نہیں ہونی چاہئے۔ مہربانی کر کے ہماری ضروریات پر غور فرمایا جائے۔ لیکن آپ نے اسی حالت

# بانیٔ اسلام علیہ السلام کے متعلق ایک سابق نائب وزیر ہند کا بیان

جناب مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے مبلغ اسلام لندن کی معرفت اس دفعہ کوشش کی گئی تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے متعلق یورپ کے مشہور اور قابل ذکر اصحاب کی تحریری آراء حاصل کی جائیں۔ لیکن چونکہ نہایت تنگ وقت میں کوشش کی جا سکی۔ اس لئے صرف ایک تحریر لارڈ سنل سابق نائب وزیر ہند کی اور دوسری ایک نہایت قابل اور تعلیم یافتہ جرمن فرد مسٹر سکر بزا فراق بیرون آسن کی خاتم النبیین نمبر کے مرتب ہونے تک پہنچی ہیں۔ اول الذکر مع ترجمہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ امید ہے آئندہ انگلستان و امریکہ کے مبلغ صاحبان بڑہ نوازش اس طرف خاص توجہ فرمائیں گے اور سیرت النبی کے متعلق مشہور اصحاب کی آراء بھیج کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

(ایڈیٹر)

## Lord Snell's Tribute to the Arabian Apostle.

Mohammad was to the whole of Islam the "Holy Founder" of their faith, and to all men he was one of the greatest religious forces in history. Those of us who are not Mohammadans are nevertheless entitled to share in the reverence in which his people everywhere hold his name and with them, to admire the courage, the rare insight and purposeful fidelity with which he proclaimed his mission.

The supreme test of a religious teacher or prophet is whether in a hostile world, or in the face of the flattery of his friends, he can stand alone, and remain one hundred per cent loyal to his own ideals. And because Mohammad did this rare thing, his name is revered by millions who belong to other faiths.

Persecution quickly followed the opening of his preaching, and sometimes it came from within his own household. But he refused to be silenced. "If they brought me" he said "the sun to my right hand and the moon to my left, to force me from my work, I would not leave it till the Lord had made my cause good, or till I perished"

My own conception of the religious life is that of devotion to the good that is, and is yet to be, in the world, apart from all credal sanctions and doctrines, and because Mohammad was a great witness to that "good" I can heartily join in the appreciation which is to be paid to his memory.

*Lord Snell.*

(Ex-Under Secretary (Parliamentary) to the Secretary of State for India.)

## لارڈ سنل کا اظہار عقیدت

حضرت محمد (صلعم) مسلمانوں کے نزدیک سارے کے مقدس بانی ہیں۔ تمام دنیا کے نزدیک آپ تاریخ کی عظیم الشان مذہبی قوتوں میں سے ایک زبردست قوت ہیں۔ ہم میں سے جو مسلمان نہیں ہیں۔ ان کا بھی حق ہے۔ کہ آپ کی اس تعظیم میں آپ کے پیروؤں کے ہم نوا ہوں جس سے کہ آپ کے ماننے والے ہر جگہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہو کر آنحضرت کی اس شجاعت۔ عدیم النظیر بصیرت اور راستبازی و ایمانداری کی تعریف کریں جس سے آپ نے اپنے مشن کی اشاعت کی۔

کسی مذہبی معلم یا نبی کی صداقت کا اہم ترین معیار یہ ہو سکتا ہے کہ دیکھا جائے وہ دنیوی مخالفتوں۔ یا اپنے دوستوں کی خوشامد کے باوجود مستقل اور سو فیصدی اپنے اصول پر قائم رہا۔ اور چونکہ محمد (صلعم) سے یہ غیر معمولی چیز ظاہر ہوئی۔ اس لئے غیر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لاکھوں انسان آپ کا نام عزت سے لیتے ہیں۔

جونہی کہ آپ نے تبلیغ شروع کی۔ آپ کو ایذا دی جانے لگی۔ حتیٰ کہ مخالفت کی ابتداء بعض اوقات آپ کے اپنے ہی خاندان کے لوگوں کی طرف سے ہوتی۔ لیکن یہ تکالیف آپ کی زبان کو بند نہ کرسکیں۔ اور آپ نے صاف کہدیا۔ کہ اگر مخالفین میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھدیں۔ کہ میں اپنے کام سے رک جاؤں۔ تو بھی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ خدا مجھے اپنے مقصد میں کامیاب کردے۔ یا مجھے موت آجائے۔

مذہبی زندگی کے متعلق میرا اپنا نظریہ یہ ہے۔ کہ مذہب اور عقائد کی قیود سے قطع نظر کرتے ہوئے اس نیکی کی تقلید کروں۔ جو دنیا میں قائم رہنے والی ہے۔ اور چونکہ محمد (صلعم) اس نیکی کے عظیم الشان مصدق تھے۔ اس لئے میں تہ دل سے اس تقریب میں شرکت کے لئے تیار ہوں۔ جو آپ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ترتیب دی جائے۔

# رحمۃ للعالمین کے دامن رحمت کی وسعت

## تمام انبیاء کرام پر احسانات
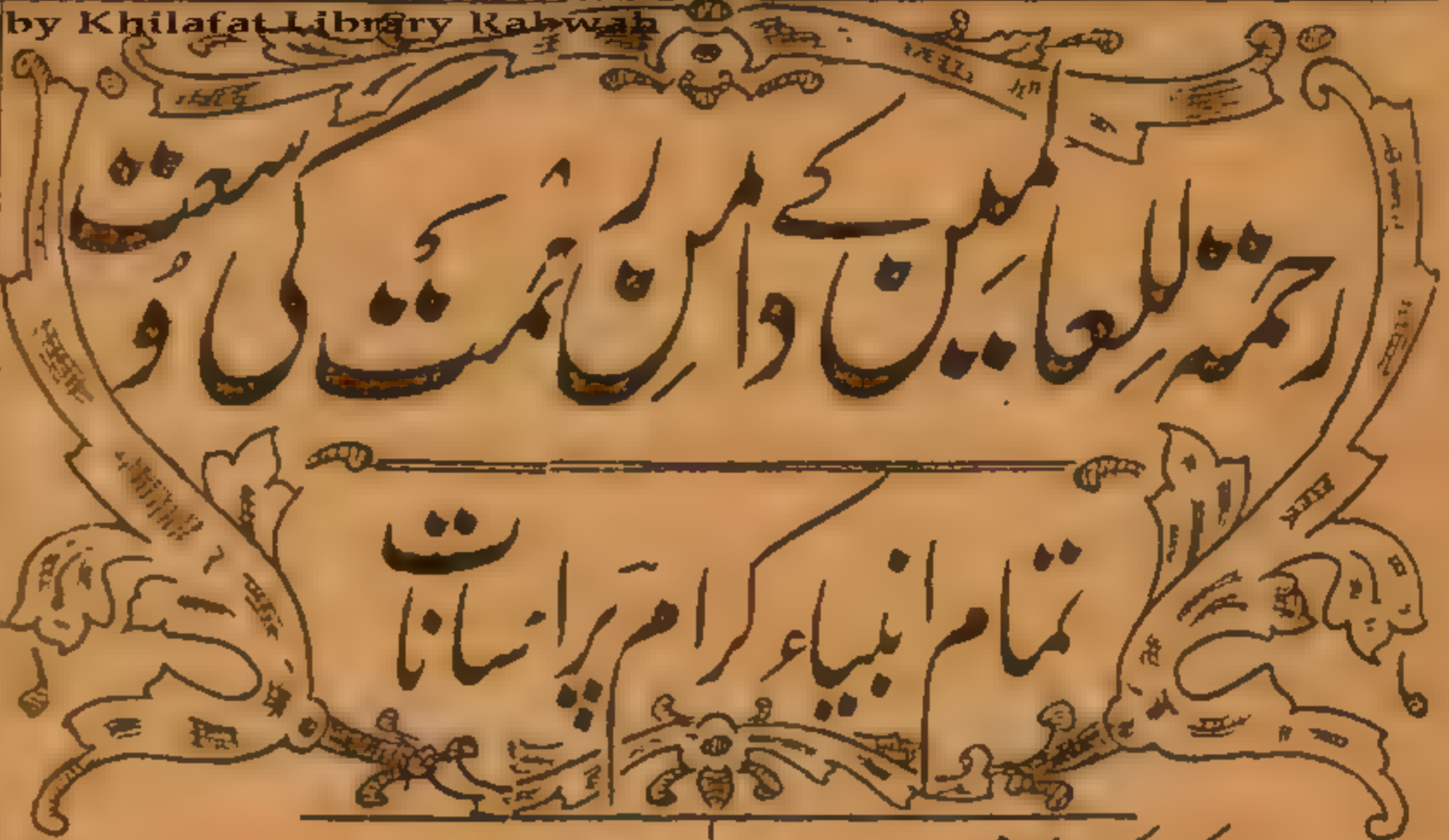
### رسول کریمؐ کی رفعت شان

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کامل تعلیم پیش فرمائی اور اس تعلیم کا جو مکمل عملی نمونہ دنیا کے سامنے رکھا۔ اس کا ہر ایک پہلو آپ کو شرف کائنات۔ اور فخر موجودات ثابت کر رہا ہے اور جب یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ آپ کی رحمت کا دامن خدا تعالیٰ کی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق سے لے کر سب سے اعلیٰ مخلوق تک پھیلا ہوا ہے۔ اور جب آپ خالق کائنات کے عطا کئے ہوئے لقب رحمۃ للعالمین کے پورے پورے مصداق ثابت ہوتے ہیں۔ وہاں کسی انسان کے لئے قطعی ناممکن ہو جاتا ہے کہ آپ کی شان عظمت کو اپنے قیاس میں لا سکے۔ لیکن اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے باوجود میں مختصر طور پر یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی ان برگزیدہ ہستیوں کو بھی اپنے گرانقدر احسانات سے کس طرح نوازا۔ جو مختلف زمانوں۔ اور مختلف قوموں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے مبعوث کی جاتی رہی ہیں۔ اور جو یقیناً تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ وارفع درجہ رکھتی ہیں۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا۔ کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت شان اور بلندی درجات ہادیان عالم کو بھی ممنون احسان بنا سکتی ہے۔ تو عام انسانوں کے لئے آپ کی ذات والاصفات کس قدر نافع۔ اور باعث برکات ہے؟

### دوسری اقوام کے ہادیوں کا انکار

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل جتنے مذاہب دنیا میں پائے جاتے تھے۔ ان کے پیرو اپنا شرف وکمال اسی میں سمجھتے تھے کہ اپنے سوا باقی تمام انسانوں کو ابدی گمراہی وضلالت میں قرار دیں۔ اور یہ دعوےٰ کریں۔ کہ تمام انسانوں کے خالق و مالک نے ان کے سوا باقی سب کو ہدایت ورشد سے محروم رکھا ہے۔ یہود صرف اپنے آپ کو خدا کی برگزیدہ قوم قرار دیتے صرف اپنی قوم کو نبوت ورسالت کی اجارہ دار سمجھتے۔ اور صرف بنی اسرائیل کو ہی خدا کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی اہل قرار دیتے۔ اسی طرح ہندو دھرم کے پیرو یہ کہتے۔ کہ پرمیشور نے صرف ان کے لئے ہدایت نازل کی۔ صرف ان کے لئے ہی رشی بھیجے۔ اور صرف وید ہی ایشور کے منظور نظر ہیں باقی ساری دنیا کو اس شرف سے محروم رکھا گیا۔ اور کسی قوم کی راہنمائی۔ اور ہدایت کے لئے کوئی برگزیدہ انسان نہیں آیا۔ اسی طرح ہر قوم اپنے دائرہ تک محدود تھی۔ ربع مسکون پر بسنے والے تمام انسانوں کو ازلی و ابدی گمراہ قرار دیتی۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے دوسری اقوام میں جن برگزیدہ ہستیوں کو مبعوث کیا۔ اور جن کے ذریعہ وقتاً فوقتاً اپنی مشیت ظاہر فرمائی۔ ان کی صداقت کا بھی انکار کیا جاتا۔ اور اس طرح ان کی تحقیر و تذلیل کی جاتی؎

### تمام مذاہب کے بانیوں کی صداقت کا اقرار

اس کے مقابلہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صداقت کا اظہار فرمایا۔ کہ ہر زمانہ اور ہر عہد میں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ایسے انسان مبعوث کرتا رہا ہے۔ جو طہارت اور پاکیزگی میں نمونہ تھے۔ جو اپنے خالق و مالک کے عاشق زار تھے۔ اور جو اپنے اپنے حلقہ میں لوگوں کو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا طریق بتا کر انہیں روحانیت کے اعلےٰ مقام پر پہنچاتے رہے چنانچہ آپ نے فرمایا۔ ولکل قوم ھاد۔ دنیا کی تمام قوموں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہادی آتے رہے ہیں۔ پھر فرمایا۔ ولکل امۃ رسول۔ ہر امت میں رسول مبعوث کیا جاتا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی تعلیم دی۔ کہ لا نفرق بین احد منھم ونحن لہٗ مسلمون۔ وہ تمام رسول جو مختلف قوموں اور امتوں میں مبعوث کئے جاتے رہے ہیں۔ ان میں سے کسی میں فرق کرنا جائز نہیں۔ سب کے سب قابل تعظیم اور لائق تکریم ہیں۔ اور سب کو اپنے اپنے زمانہ کا صادق اور راستباز ماننا فرض ہے؎

### ہر قوم کے ہادی کی عزت قائم کی۔

اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں ہر ایک قوم کے ہادی اور پیشوا کی عزت قائم کر دی۔ اور اس غلطی کا کلیتہً استیصال فرما دیا۔ جو مختلف مذاہب میں پائی جاتی تھی۔ اور جس کے نتیجہ میں سوائے اپنی قوم کے ہادی اور رشیوں کے باقی خدا تعالیٰ کے تمام راستبازوں کی صداقت کا انکار کیا جاتا تھا۔ اب ہر ایک وہ شخص جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر ایمان رکھتا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ تمام قوموں کے ہادیوں۔ اور تمام مذاہب کے بانیوں کی تعظیم و تکریم کرے۔ انہیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ یقین کرے۔ اور نہ صرف خود ایسا کرے۔ بلکہ دوسروں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین کرے۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کے سنجیدہ اور فہمیدہ انسان رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش فرمودہ اس صداقت کے سامنے سر تسلیم خم کر رہے ہیں۔ اور اپنے مذہب کی تعلیم کو پس پشت ڈالتے ہوئے یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ کہ فی الواقعہ ہر قوم اور ہر امت کے لئے خدا تعالیٰ نے مصلح بھیجا رہا ہے؎

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مذاہب کے ہادیوں کی صداقت کا اعلان کر کے۔ اور ان کی صداقت کا اقرار کرنا فرض قرار دے کر اس افسوسناک غلطی کا ازالہ فرمایا۔ جو ہر مذہب والوں میں دوسرے مذاہب کے متعلق پائی جاتی تھی۔ اور جس کی وجہ سے نہ صرف خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی صداقت پر پردہ ڈالا جاتا۔ بلکہ ان کی تحقیر و تذلیل بھی روا رکھی جاتی تھی۔ اور اس طرح تمام مذاہب کے بانیوں۔ اور ہادیوں کی راستبازی دنیا پر ظاہر کر کے انہیں ممنون احسان بنایا؎

### ایک اور نہایت خطرناک غلطی

پھر ایک خطرناک غلطی تمام سابقہ مذاہب کے پیروؤں میں یہ پیدا ہو گئی تھی۔ کہ وہ ایک طرف تو بعض ہستیوں کو خدا کے برگزیدہ اور راستباز سمجھتے۔ انہیں خدا کے محبوب قرار دیتے۔ اور یہ یقین رکھتے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث کیا اور ان کے نقش قدم پر چل کر نجات حاصل کر سکتے۔ اور خدا تعالیٰ کے پیارے بن سکتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف۔ ان کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کرتے جو کسی معمولی درجہ کے شریف۔ اور معقول انسان کی شان کے بھی شایاں نہیں سمجھی جا سکتیں۔ چنانچہ نہایت ہی اعلیٰ اور عظیم الشان انبیاء اور مذہبی پیشواؤں کے متعلق یہود و نصاریٰ کی مقدس مذہبی کتاب بائبل میں۔ اور ہندوؤں کی مذہبی کتب پُران وغیرہ میں ایسی ایسی ناپاک اور قابل شرم باتیں پائی جاتی ہیں جن کو پڑھ کر حیرت سے انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں؎

### ہندوؤں کی مذہبی کتب میں رشیوں کے خلاف الزامات

بائیبل میں ان برگزیدہ ہستیوں کے خلاف جنہیں خود بائبل خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول قرار دیتی ہے جو کچھ کہا گیا ہے چونکہ اس کے متعلق کسی قدر تفصیل سے آگے ذکر کیا جائے گا۔ اس لئے اس موقعہ کے لئے صرف یہ بتانا کافی ہے کہ ہندو دھرم کی مذہبی کتب کی نسبت یہ بتایا جاتا ہے کہ ان میں بڑے بڑے رشیوں اور منیوں کے متعلق ایسے ایسے شرمناک واقعات مذکور ہیں جنہیں بیان کرنے کی شرافت اور

تہذیب بھی اجازت نہیں دیتی۔ اگر کرشن جی کے متعلق ان تصاویر کو ہی دیکھ لیا جائے۔ جو ہندو چار چار پیسے کو بازاروں میں فروخت کرتے ہیں۔ اور جن میں اپنی مذہبی کتب کی روایت کی بنا پر یہ دکھاتے ہیں۔ کہ کرشن جی گوپیوں کے ساتھ کیا کچھ کرتے۔ کس طرح نہاتی دیکھ کر ان کے کپڑے اٹھا کر درخت پر چڑھ گئے۔ اور کس طرح گوپیوں نے ان کے سامنے برہنہ کھڑی ہو کر اپنے کپڑوں کے لئے التجائیں کیں۔ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ہندو دھرم نے خدا کے پاکباز انسانوں کو دنیا کے سامنے کس رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور ان کے کیرکٹر کو کیسی معیوب شکل میں ظاہر کیا ہے:

یہ سطور لکھی جا رہی تھیں۔ کہ ایک آریہ اخبار آریہ ویر کا تازہ پرچہ (۱۰ نومبر) موصول ہوا۔ جس میں ایک آریہ نے پورانوں کو گند ہونے کا فتویٰ قرار دیتے ہوئے نہایت مسرت کے ساتھ لکھا ہے:۔

"عروج قوم کا مرتبہ یہ بھی ہے۔ کہ اس قوم میں ایسے بزرگ گزرے ہوں۔ جن کی زندگی کار خیر اور اعمال صالحہ سے مملو ہو۔ وہ ہمارے لئے مشعل ہدایت کا کام دے سکے۔ اور ان کے کارنامے ہمارے دلوں کو راہ حق کی طرف مائل کر سکیں۔ مگر پورانوں کے مصنف نے ہمارے رشیوں منیوں اور بزرگوں پر طرح طرح کے الزام لگا کر ان کا جیون ایسا بنا دیا ہے۔ کہ جو ہمارے لئے قابل تقلید نہیں ہو سکتا۔ ان گنا ہیں جرات فرد پیدا کر سکتا ہے"

پھر لکھا ہے۔ "پورانوں میں جا بجا ایسے طریقے استعمال کئے گئے ہیں جن سے گناہ سے بچنا تو درکنار۔ الٹا انسان پاپ کی گہری دلدل پر پھنس کر اپنے مطلع انظر سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ دیکھئے پدم پران اتر کھنڈ (۱) شیو جی نے پاربتی سے جوا کھیلا۔ اور لوگوں کو دیوالی کے دن جوا کھیلنے کی ہدایت بھی کی۔ (۲) شیو جی کا بالکل برہنہ ہو کر رشیوں کی عدم موجودگی میں رشی پتنیوں کے سامنے جانا۔ ان کا خوفزدہ ہونا اور شیو جی کا اونشاپ دینا۔ دنیا۔ ہی شاپ سے شیو جی کے لنگ کا زمین پر گر جانا۔ مگر بجائے اس کے کہ شیو جی اپنے فعل کا پرایشچت کرتے۔ الٹا ان رشیوں سے اپنے اس لنگ کی پوجا کرائی۔ اور ہمیشہ کے لئے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آج تک ایسا کیا جاتا ہے (۳) کرشن جی نے راجن کو عورت بنا کر اس سے بھوگ کیا۔ اور اس فعل کو برا نہیں قرار دیا گیا" (پدم پوران پاتال کھنڈ)

ان حوالجات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ہندوؤں نے دوسرے بڑے رشیوں منیوں کو بلکہ اپنے معبودوں کو کس قسم کے افعال کے مرتکب قرار دے رکھا ہے:

## رسول کریمؐ نے تمام مذاہب کے ہادیوں کی بریت کی

پس جبکہ مختلف مذاہب اپنے ہادیوں اور راہ نماؤں کو نہایت ہی کریہہ صورت میں پیش کر کے ان کی تحقیر و تذلیل کے مرتکب ہو رہے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اصل شان تمام کی ہر قسم کے عیوب اور نقائص سے انہیں بری ٹھہرایا۔ انہیں اپنے اپنے زمانہ کے بہترین پاکباز قرار دیا اور ان کی تعلیمات کو جن کا وہ خود بہترین عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ہر قسم کے شیطانی اثرات سے پاک بتایا۔ چنانچہ فرمایا عالم الغیب فلا یظھر علےٰ غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا۔ یعنی اللہ تعالےٰ جو عالم الغیب ہے۔ وہ جن انسانوں کو دوسروں کی راہنمائی کے لئے اپنے پیغمبر قرار دیتا ہے۔ ان پر اپنا غیب کا کلام نازل کرتا ہے۔ ایسا کلام جس میں کسی قسم کے مغالطہ کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالےٰ اس کلام کی پوری پوری حفاظت کرتا ہے ملائکہ کا پہرہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس میں گندی اور ناپاک روحیں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کر سکتیں:

اس میں بتایا۔ کہ خدا تعالےٰ جن انسانوں کو دوسروں کی راہنمائی کے لئے کھڑا کرتا ہے وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی تعلیم کو اپنی اصل شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور جو شیطانی دخل سے پاک ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ جن انسانوں کے ذریعہ خدا تعالےٰ اپنے احکام و نواہی نازل کرتا ہے۔ وہ خود بھی ہر قسم کے گندوں اور آلائشوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ورنہ اگر ان کی اپنی زندگی نقائص اور معائب سے پُر ہو۔ تو پھر ان کی پیش کردہ تعلیم کو کون شیطانی دخل سے محفوظ مان سکتا ہے۔ پس ان کی اپنی زندگی کا پاک اور بے عیب ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ اور وہ یقیناً پاک ہوتی ہے۔

## تمام مذاہب کے ہادیوں پر بہت بڑا احسان

اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مذاہب کے ہادیوں کو ان گندوں اور ناپاکیوں سے بری قرار دے دیا۔ جو ان مذاہب کے ماننے والے خود ہی ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور یہ وہ عظیم الشان احسان ہے۔ جو آپ نے تمام مذاہب کے برگزیدہ انسانوں پر کیا:

پھر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ بعض بڑے بڑے اور عظیم الشان انبیاء کے نام پیش کر کے ان عیوب کا قلع قمع فرمایا۔ جو ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں مضمون کو طوالت سے بچاتے ہوئے میں اس کی صرف دو تین ہی مثالیں پیش کروں گا:

## حضرت نوح علیہ السلام کی بریت

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق بائبل میں لکھا ہے:

"نوح کھیتی باڑی کرنے لگا۔ اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس کی مے پی کر نشے میں آیا۔ اور اپنے ڈیرے کے اندر آپ کو ننگا کیا۔ اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا۔ اور اپنے دو بھائیوں کو جو باہر تھے خبر دی۔ تب سم اور یافث نے ایک کپڑا لیا۔ اور اپنے دونوں کاندھوں پر دھرا۔ اور پیچھے پاؤں جا کے اپنے باپ کی برہنگی کو چھپایا" (پیدائش باب ۹)

ظاہر ہے۔ کہ ایک نبی جو دنیا کو پاکیزگی سکھانے اور طہارت کا سبق پڑھانے کے لئے آئے۔ اس کی شان سے یہ قطعاً بعید ہے۔ کہ ایسی حالت میں پایا جائے۔ مگر بائبل حضرت نوح علیہ السلام کو اسی شکل میں پیش کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتی ہے۔ کہ "نوح اپنے قرنوں میں صادق اور کامل تھا اور نوح خدا کے ساتھ چلتا تھا" (پیدائش باب ۶) اگر اپنے قرنوں میں صادق۔ اور کامل ہونے والے۔ اور خدا کے ساتھ چلنے والے کی یہ حالت ہو سکتی ہے۔ تو دوسروں کا کیا ٹھکانا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالےٰ کی وحی سے حضرت نوح علیہ السلام کو اس شان میں پیش فرمایا ہے۔ انا ارسلنا نوحاً الیٰ قومہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیھم عذاب الیم۔ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف اس لئے بھیجا۔ کہ وہ اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے اس پر دردناک عذاب نازل ہو۔ ڈرائیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جب خدا تعالےٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی اصلاح۔ اور اس کی بدیوں کو دور کرنے کے لئے بھیجا۔ تو انہیں ہر قسم کے نقائص سے پاک کیا تھا۔ اس حقیقت کے اظہار سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نوح علیہ السلام پر احسان عظیم کیا:

## حضرت ابراہیمؑ کی بریت

پھر ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بائبل میں آتا ہے:۔

"ابراہام نے اپنی جورو سرہ کے حق میں کہا۔ کہ وہ میری بہن ہے" (پیدائش باب ۲۰)

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بائبل نے جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ کہہ کر اسے رد کیا۔ کہ واذکر فی الکتٰب ابراھیم انہ کان صدیقاً نبیا ابراہیمؑ کو یاد کرو۔ وہ بہت سچا اور راست باز نبی تھا۔ نبی کا سچا ہونا ایسی موٹی بات ہے۔ کہ معمولی سے معمولی عقل کا انسان بھی اسے سمجھ سکتا ہے لیکن جب بائبل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھوٹ منسوب کیا۔ تو خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ممنون احسان بناتے ہوئے فرمایا۔ انہ کان صدیقاً نبیا۔ دنیا کو سنا دو کہ ابراہیم تو بہت صادق اور راستباز نبی تھا۔

## حضرت لوطؑ کی بریت

حضرت لوط علیہ السلام پر بائبل نعوذ باللہ اپنی لڑکیوں سے ہم بستر ہونے کا الزام لگاتی ہے۔ (دیکھو پیدائش باب ۱۹)

یہ الزام جس قدر ناپاک ہے۔ خدا تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اسی قدر زور کے ساتھ اس کی تردید کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

ولوطاً اٰتینٰہ حکماً وعلماً ونجینٰہ من القریۃ التی کانت تعمل الخبٰئث انھم کانوا قوم سوء فٰسقین وادخلنٰہ فی رحمتنا انہ من الصٰلحین۔ یعنی لوطؑ کو ہم نے ہر ایک فعل کی حکمت سمجھائی تھی۔ اور ہر قسم کی نیکی اور بدی کا علم دیا تھا۔ چونکہ وہ

پاکباز تھا۔ اس لئے اسے اس قریہ سے نکال لیا۔ جس میں اس کے رہنے والے ناپاک افعال کے مرتکب ہوتے تھے۔ وُہ بہت بری اور فاسقین کی قوم تھی۔ لُوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ کیونکہ وُہ ہمارے صالح بندوں میں سے تھا۔

اس طرح حضرت لُوط علیہ السلام کو نہ صرف اس الزام سے بالکل بری قرار دیا۔ جو بائیبل ان پر لگاتی ہے۔ بلکہ انہیں خدا تعالےٰ کا برگزیدہ اور صالح بندہ ثابت کیا۔

## حضرت ہارونؑ کی بریت

حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق بائیبل میں آتا ہے۔

"جب لوگوں نے دیکھا۔ کہ مُوسیٰ نے پہاڑ پر سے اُترنے میں دیری کی ہے۔ تو وُہ ہارون کے پاس جمع ہوئے۔ اور اسے کہا۔ کہ اُٹھ ہمارے لئے معبُود بنا۔ کہ ہمارے آگے چلے۔ کیونکہ یہ مرد موسیٰ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ اسے کیا ہوا۔ ہارون نے انہیں کہا کہ زیور سونے کے جو تمہاری جورووں اور تمہارے بیٹوں اور تمہاری بیٹیوں کے کانوں میں ہیں۔ توڑ توڑ کر مجھ پاس لاؤ۔ چنانچہ سب لوگ سونے کے زیور جو ان کے کانوں میں تھے۔ توڑ توڑ کر ہارون کے پاس لائے۔ اور اس نے ان کے ہاتھوں سے لیا۔ اور ایک بچھڑا ڈھال کر اس کی صُورت حکاکی کے ہتھیار سے درست کی۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ اے بنی اسرائیل یہ تمہارا معبُود ہے۔ جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔ (خروج باب ۳۲)

خدا تعالےٰ نے اس الزام سے حضرت ہارون علیہ السلام کی بریت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اس طرح کی۔ کہ فرمایا۔
سلامٌ علےٰ موسےٰ وھٰرون۔ انا کذالک نجزی المحسنین انھما من عبادنا المومنین۔ سلامتی ہو موسےٰ اور ہارون پر ہم نیکی کرنے والے کو ہم اس کا بدلہ دیتے ہیں۔ وُہ دونوں ہمارے مومن بندے تھے۔ جس انسان کو خدا تعالےٰ اپنا مومن بندہ قرار دے۔ اس کے متعلق خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وُہ لوگوں کو مشرک بنانے کا سامان مہیا کرے۔

ان چند مثالوں سے ظاہر ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چونکہ خدا تعالےٰ نے رحمۃ للعالمین کی شان کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس لئے بنی نوع انسان کے سب سے اعلےٰ طبقہ یعنی انبیائے کرام کو بھی آپ کی رحمۃ للعالمینی سے حصہ وافر ملا۔ اور دنیا ان کو ان کی اصل شان میں دیکھنے کے قابل ہو سکی۔ ورنہ اگر آپ ان کی بریت نہ فرماتے۔ تو ان کے ماننے والوں کے خیالات اور مذہبی کتب انہیں جس شکل وصورت میں پیش کرتی ہیں۔ وُہ ایسی بھیانک اور نفرت انگیز ہے۔ کہ کوئی سمجھدار انسان ان کا نام لینا بھی پسند نہ کرتا۔ کجا یہ کہ انہیں خدا تعالےٰ کے برگزیدہ یقین کرتا۔ اور اپنے لئے قابل تقلید سمجھتا۔ خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جہاں سابق انبیاء کو دنیا کے بہترین انسان ظاہر فرمایا وہاں انبیاء کے اس گروہ کو آپ کا ممنون احسان بنا کر آپ کی شان وعظمت کو بھی بے نظیر اور بے مثل ثابت کر دیا۔

خاکسار غلام نبی

یتیموں غریبوں کا پیارا نبی ہے — شکستہ دلوں کا سہارا نبی ہے
جو بزمِ تقدس کا دُلارا نبی ہے — جو دنیا کی آنکھوں کا تارا نبی ہے

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

وہ میدانِ حکمت کا سالارِ لشکر — دیا ہم کو جس نے وہ قانون لا کر
ہوئیں کامراں جس پہ اقوام چل کر — سوئے ارتقاء ہے جو دُنیا کا رہبر

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

بنی نوعِ انساں کا ہمدرد و یاور — کبھی بد دعا کی نہ جس نے کسی پر
رہا مانگتا جو ہدایت ہی اکثر — غمِ قوم میں آنکھ جسکی رہی تر

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

وہ دنیا میں وحدانیت کا منادی — وہ قوموں کی تخصیص جسنے اڑا دی
وہ دُنیا میں پہلے یہ جسنے صدا دی — کہ ہر قوم میں رب نے بھیجے ہیں ہادی

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

وہ تفسیرِ لولاک ہے شان جس کی — ہے لفظوں میں تصویر قرآن جسکی
غلامی میں ہیں جن و انسان جسکی — ہیں کہلاتے امت مسلمان جس کی

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

وہ جسنے پلٹ دی زمانے کی کایا — وہ بندوں کو مولیٰ سے جسنے ملایا
وہ ذروں کو خورشید جسنے بنایا — شفیعِ مشفع وہ خیر البرایا

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

جمیل المناقب کریم السجایا — تمدن میں عورت کو جس نے بڑھایا
غلاموں کو پستی سے جس نے اٹھایا — حکومت کا ڈھب وحشیوں کو سکھایا

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

دوئی بزمِ ہستی سے جس نے مٹائی — تھی پشتوں سے آپس میں جنکی لڑائی
کھایا اور انہیں کرا دی صفائی — کہ مومن سب آپس میں ہیں بھائی بھائی

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

وہ تعلیم دی جسنے آکر پیاری — کہ گھُل مل گئیں ملتیں جس سے ساری
ہوئے ایک امریکی و ماہ پاری — یہ کہتا ہے چینی سے مل کر بخاری

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

دیا کھول حکمت کے رازوں کو جس نے — وہ محمودیاں دیں ایازوں کو جس نے
کچلوا کے چڑیوں سے بازوں کو جس نے — کیا دم بخود فتنہ سازوں کو جس نے

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

کبھی جنگ میں کی نہ تھی جس نے سبقت — رہا عمر بھر داعیِ امن و راحت
صداقت کا حامی مجسم دیانت — وہ اعداء نے دی جسکے حق میں شہادت

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

وہ جسنے دیا توڑ آذر کا تیشہ — کیا بتگروں کو براہیم پیشہ
یہ تاثیر تھی جس کے دم میں ہمیشہ — ہوئے شیر قالین بھی شیر بیشہ

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

وہ جنگوں کی صف میں بہادر سپاہی — عدالت میں تھا جسکی رنگِ الٰہی
فقیری سے سرشار تھی جس کی شاہی — ہے الفقر فخری کی جس پر گواہی

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

وہ تسنیم گلزارِ وحدت کا مالی — نظر جسکی ہے روح کی تازہ حالی
ہیں جسکی شفاعت کے در پر سوالی — اقاصی اقارب ادانی اعالی

وہ پیارا محمدؐ ہمارا نبی ہے

# رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں

از جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب مقیم لندن

## دُعا پر زور

انبیاء کی بعثت کی غرض بنی نوع انسان کو خدا تعالےٰ تک پہونچانا ہے۔ اس لحاظ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک سیرت اور تعلیم کا معمولی سا مطالعہ بھی اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ حضور کی بعثت سے یہ غرض بدرجۂ اتم پوری ہوئی آپ نے اول تمام وُہ روکیں دُور کیں۔ جو انسان اور اس کے خالق کے درمیان حائل ہو گئی تھیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی ہستی۔ توحید اور صفات کی صحیح تصویر انسانوں کے سامنے پیش کی۔ جس سے وُہ اپنے رب کو پوری طرح پہچان سکیں۔ تا کامل معرفت کے ساتھ کامل عشق اور محبت کا ولولہ انسانوں کے دلوں میں اُبل پڑے۔ کہ یہی حقیقی ایمان ہے۔ اور اسی کے نتیجہ میں پاکیزہ خیالات اور جذبات نشوونما پاتے ہیں۔ اور نیک اور نافع اعمال صادر ہوتے ہیں۔ پھر انسان کو وُہ راہیں سکھائیں۔ جن پر چل کر وُہ اپنے رب کی محبت کو حاصل کر سکتا ہے۔ کہ یہی آخری مقصد انسانی زندگی کا ہے۔ اس غرض کے حصول کے لئے سب سے مؤثر طریق جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھایا۔ وُہ دُعا ہے۔ دوسرے انبیاء نے بھی بے شک اس طریق کو استعمال کیا۔ اور اس کی تعلیم دی ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں غیر مسلم اقوام میں دُعا کا صحیح مفہوم قریباً مفقود ہو چکا ہے۔ اور دُعا صرف ایک رسم رہ گئی ہے۔ جس کے اندر کوئی زندگی بخش طاقت نہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ ان مذاہب میں اللہ تعالےٰ کی صفات کا صحیح علم۔ اور ان کی معرفت مفقود ہو چکی ہے۔ اور اس لئے اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی خواہش پیدا نہیں ہوتی؛

## دعا کرنے کے طریق

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار اور بہت بڑے احسانوں میں سے جو آپ نے بنی نوع انسان پر کئے۔ ایک بہت بڑا احسان یہ ہے۔ کہ آپ نے ایسے ایسے طریق ہمیں دُعا کے سکھائے ہیں۔ جو ایک طرف صفات الٰہی کی معرفت کی تکمیل کرتے رہتے ہیں اور دوسری طرف ایک نہایت لطیف سلسلہ راز و نیاز کا بندے اور اس کے رب کے درمیان قائم کر دیتے ہیں۔ اور پھر اسے تازہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ مضمون خود نہایت لطیف اور نہایت وسیع ہے۔ میں اس جگہ صرف اس کے ایک پہلو کے متعلق مختصر طور پر لکھنا چاہتا ہوں؛

## ہر مقصد کے حصول کیلئے کیا کرنا چاہیئے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور آپ کی ہدایات پر اگر پورا عمل کیا جائے۔ تو انسان کی زندگی کا ہر شعبہ اور اس کا ہر لحظہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت آ جاتا ہے۔ اور وہ ان کامل اطمینان کی زندگی بسر کرنا شروع کر دیتا ہے۔ حضور نے یہ حقیقت انسان کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی۔ کہ انسان کی زندگی اور اس کے تمام قوے اور طاقتیں۔ اور دُنیا کے تمام اسباب جو انسانی زندگی اور انسانی اعمال پر اثر ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا عطیہ ہیں۔ انسان کے تمام اعمال کے نتائج اور دُنیا کے علم اسباب کے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اسی کی رضا۔ اور حکمت کے ماتحت ان کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہر شعبۂ زندگی میں ہر مقصد کے حصول کے لئے اور ہر عمل سے صحیح اور مفید نتیجہ حاصل کرنے کے۔ اول اپنے مقاصد اور اعمال کو خدا کی رضا کے ماتحت رکھا جائے اور پھر اس سے استعانت کی جائے؛

## دُعاؤں کا پہلا درجہ نماز ہے

اسلامی دُعاؤں میں سب سے پہلا درجہ نماز کا ہے جو نے اپنے متعلق تو فرمایا ہے۔ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہ ایک مومن کی روحانی زندگی کے صحت قیام کے لئے کم سے کم روحانی ہے۔ اس کے اوقات کا تقرر گویا اس طور پر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو اپنے دربار میں طلب کیا ہے۔ اور ان اوقات پر ان کی حاضری دربار میں لازم کر دی ہے۔ انسان صبح سویرے اُٹھے۔ اور فجر کے دربار میں حاضر ہونے کی تیاری کرکے دربار میں حاضر ہو۔ پھر اپنے کاروبار میں لگ جائے۔ لیکن کچھ وقت گزر جانے پر اس کے اندر ایک بے قراری اور گھبراہٹ پیدا ہو جائے گی۔ اور وُہ ایک دُوری محسوس کرنے لگ جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کی شفقت نے اسے پھر بلایا۔ کہ وُہ دوپہر کے دربار میں حاضر ہو۔ پھر اس کے بعد جلد جلد سہ پہر کے دربار میں۔ پھر شام کے دربار میں اور پھر اس آخری دربار میں جس کے بعد اس پر ایک عارضی موت وارد ہو جاتی ہے۔ لیکن اسے تسکین دی گئی ہے۔ کہ ان کے لئے جو خاص مقربین میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ رات کے آخری حصہ میں ایک خاص دربار منعقد ہو گا۔ وُہ جن کا عشق انہیں ہر لحظہ بے قرار رکھتا ہے۔ اس دربار میں حاضر ہونگے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد پھر دن کے دربار عام شروع ہو جائیں گے۔ ایک انسان جو دن بھر میں پانچ دفعہ الٰہی دربار میں حاضر ہو۔ اور خلوص نیت اور ولولۂ عشق کے ماتحت حاضر ہو۔ اس کے درمیانی اوقات اسی اخلاص اور ولولہ سے رنگین رہیں گے اور اسے ہر ایسے امر سے اجتناب رہے گا۔ جو اس کے اور اس کے خالق کے درمیان بُعد کا باعث ہو سکتا ہے۔ اور ابھی ایک دربار میں حاضری کا اثر زائل نہ ہُوا ہو گا۔ کہ اُسے دوبارہ طلب کر لیا جائے گا؛

## ہر وقت یاد حبیب

پھر رات کے آنے پر وُہ آخری دربار سے واپس ہوتے ہی اپنی جان اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔ نیند کے عرصہ میں بھی وُہ نیم خوابی میں اپنے محبوب کو یاد کرتا رہتا ہے۔ اور آخری حصہ رات میں مقربین کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ گویا وُہ رات کا عرصہ جو تاریکی اور اضطراب کا عرصہ ہوتا ہے۔ ایک قسم کی نیم موت اور نیم زندگی میں گزارتا ہے اس کیفیت کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متعلق یوں فرمایا ہے۔ کہ میری آنکھ تو سو جاتی ہے۔ لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے جس شخص کے دل میں محبت کی چنگاری سلگ چکی ہو۔ اسے مقررہ اوقات میں یادِ حبیب سے پورا اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی کیفیت تو ایک ایسی گداز اور درد کو چاہتی ہے۔ اور وُہ اپنے ہر فعل کو بس کو اپنی محبت کے اظہار اور اس کے اذکار کے لئے بہانہ سمجھتا ہے۔ یہ وہی کیفیت ہے۔ جس کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں اظہار فرمایا ہے۔ کہ میری نماز اور میری عبادتیں۔ میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں۔ چنانچہ ہم حضور کی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ کہ آپ نے انسانی زندگی کے ہر مرحلہ کو بلکہ ہر لحظہ کو ذکر الٰہی کی ایک تقریب بنا دیا ہے۔ تا حیاتِ انسانی اظہارِ عشق الٰہی کا ایک پیہم و پیوستہ سلسلہ بن جائے۔ اور قلب انسانی اس سے دائمی سرور حاصل کرے؛

## ہر موقعہ کے لئے دُعا

آپ نے ہر موقعہ اور ہر تقریب کے لئے دُعا سکھائی ہے۔ اور ہر دُعا اپنے اندر معارف کا ایک سمندر رکھتی ہے۔ ایک طرف تو ذکر ہے۔ اور دُوسری طرف کسی صفت ہی کی تفسیر اور کسی مقصد حیات انسانی کی طرف راہنما۔ ان دعاؤں میں علم اور معرفت کا ایک خزانہ ہے۔ اور محبوبِ حقیقی کے ساتھ راز و نیاز کا ایک لطیف سلسلہ؛

میں اس مضمون کی حدُود کے اندر ان تمام دُعاؤں میں سے چند ایک کا ذکر بھی نہیں کر سکتا۔ صرف دو تین دُعاؤں کے بعض حصوں کا ذکر نمونہ کے طور پر کر دُوں گا۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے والے اس مختصر ذکر سے ہی محسوس کر سکیں گے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان۔ اور اس کے مالک کے درمیان محبت کا سلسلہ مضبوط کرنے۔ اور اس رستہ پر انسان کی راہنمائی کرنے میں کس قدر احسان عظیم نسل انسانی

پر کیا ہے۔

ان مواقع کا تو شمار ہی نہیں۔ جن کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیں سکھائی ہیں۔ میں چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔ مثلاً صبح آنکھ کھلنے پر دعا کرے۔ کپڑا پہنے تو دعا کرے بیت الخلا میں جائے تو دعا کرے۔ وہاں سے باہر آئے۔ تو دعا کرے وضو کرے۔ تو دعا کرے۔ مسجد کو جائے تو دعا کرے۔ پھر نماز تو خود دعا ہی ہے۔ کسی سے ملے تو دعا کرے۔ جدا ہو۔ تو دعا کرے کھائے تو دعا کرے۔ کھانا ختم کرے۔ تو دعا کرے۔ سواری کرے تو دعا کرے۔ ہر کام کے شروع میں دعا کرے۔ کامیابی پر دعا کرے حتی کہ ناکامی پر بھی دعا کرے۔ تکلیف میں دعا کرے۔ آرام میں ہو تو دعا کرے۔ بیمار ہو۔ تو دعا کرے۔ مشکل میں ہو۔ تو دعا کرے۔ غصہ میں آئے۔ تو دعا کرے۔ مقابلہ پڑے تو دعا کرے۔ گھر سے نکلے تو دعا کرے۔ گھر میں آئے۔ تو دعا کرے۔ سفر پر جائے۔ تو دعا کرے واپس آئے۔ تو دعا کرے۔ کسی کام کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے دعا کرے۔ قرضہ میں ہو۔ تو اس سے نکلنے کے لئے دعا کرے۔ بارش نہ ہو۔ تو دعا کرے۔ بارش ہو رہی ہو۔ تو دعا کرے۔ ہوا تیز چلے۔ تو دعا کرے بجلی کڑکے۔ تو دعا کرے۔ نکاح پر دعا کرے۔ اپنے لئے اپنی بیوی کے لئے۔ اور آئندہ نسلوں کے لئے۔ بیوی کے پاس جائے تو دعا کرے۔ سوئے تو دعا کرے۔ نیند نہ آئے۔ تو دعا کرے۔ نیند میں ڈر جائے۔ تو دعا کرے۔ غرض کوئی موقعہ اور مرحلہ زندگی کا ایسا نہیں۔ جس کے لئے حضور نے مناسب دعا نہ سکھلائی ہو۔ ان دعاؤں سے جہاں انسان کی اپنی معرفت بڑھتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ وہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک دل کی کیفیات کا اندازہ کرنے کا بھی موقعہ ملتا ہے۔ جس کی کیفیت کو یہ دعائیں ظاہر کرتی ہیں۔ اس کے متعلق کوئی ایسا شبہ کرنا جو مخالفین اسلام حضور کی ذات مبارک کے متعلق کرتے رہتے ہیں۔ صریح ظلم اور بد دیانتی ہے۔ اب میں نمونہ کے طور پر ان دعاؤں میں سے بعض کا مفہوم پیش کرتا ہوں۔

## گھر سے نکلنے کے وقت کی دعا

گھر سے نکلنے کے وقت حضور کی دعا ہوا کرتی تھی۔ "میں اللہ کے نام کے ساتھ گھر سے نکلتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ پر ہی توکل کرتا ہوں۔ وہی بدی پر غلبہ کی۔ اور نیکی کے حصول کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس امر سے کہ میں کسی غلطی میں پڑ جاؤں۔ یا کوئی مجھے غلطی میں ڈال دے۔ اور اس سے کہ میں کسی پر ظلم کروں۔ یا مجھ پر کوئی ظلم کرے۔ اور اس سے کہ میں کسی پر زیادتی کروں۔ یا مجھ پر کوئی زیادتی کرے"۔

## مسجد کو جاتے وقت کی دعا

مسجد کو جاتے وقت حضور کی دعا ہوا کرتی تھی۔ "اے اللہ میرے دل میں نور ڈال دے۔ اور میری زبان میں نور ڈال دے۔ میرے کانوں میں نور ڈال دے۔ اور میری آنکھوں میں نور ڈال دے۔ میرے پیچھے نور کر دے۔ اور میرے آگے نور کر دے۔ میرے اوپر نور کر دے۔ اور میرے نیچے نور کر دے۔ مجھے نور ہی نور کر دے"۔

اے اللہ تو۔ شاہ ہے۔ تیرے سوائے کوئی لائق عبادت نہیں میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنی جان پر زیادتیاں کیں۔ اور اپنی کمزوریوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تو میری کمزوریوں کو رفع کر دے کیونکہ تیرے سوائے کوئی انہیں رفع نہیں کر سکتا۔ اور اعلیٰ اخلاق کی طرف میری راہنمائی فرما کیونکہ تیرے سوائے کوئی ایسی راہنمائی نہیں کر سکتا میں تیری فرمانبرداری کے لئے حاضر ہوں۔ اور تمام بھلائیوں کی توفیق تجھ سے ہی ہے۔ اور بدی کا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میں تیرا ہی ہوں۔ اور تو ہی میرا مقصد ہے بابرکت ہے تو اور بلند ہے تیرا درجہ۔ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں۔ اور تیری طرف لوٹتا ہوں۔

## کسی کام کے متعلق فیصلہ کرنے کی دعا

کسی کام کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ فرماتے:۔

"اے اللہ بھلائی طلب کرتا ہوں میں تجھ سے۔ تیرے علم کے لحاظ سے۔ اور طاقت چاہتا ہوں تجھ سے تیری طاقت کے لحاظ سے۔ مانگتا ہوں تجھ سے تیرے فضل عظیم سے۔ کیونکہ تجھے قدرت حاصل ہے۔ اور مجھ میں کوئی طاقت نہیں۔ اور تو جانتا ہے۔ اور میں نہیں جانتا۔ اور تجھے ان باتوں کا علم ہے۔ جو ظاہر نہیں۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے۔ کہ یہ بات میرے لئے بہتر ہے دین اور دنیا اور انجام کے لحاظ سے۔ بہتر ہے تو مجھے اس کی توفیق عطا فرما۔ اور اسے میرے لئے آسان کر دے۔ اور اس میں میرے لئے برکت ڈال۔ اگر تو جانتا ہے۔ کہ اس میں میرے لئے کوئی برائی ہے۔ تو اسے مجھ سے دور کر دے۔ اور مجھے اس سے دور کر دے۔ اور مجھے نیکی کی توفیق عطا فرما۔ جہاں بھی ہو۔ اور پھر مجھے اس پر راضی کر دے"۔

## سوتے وقت کی دعا

رات کو سوتے وقت کی دعا:۔

"اے اللہ میں تیرے نام کے ساتھ سوتا۔ اور بیدار ہوتا ہوں میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور اپنا معاملہ تجھ پر چھوڑتا ہوں۔ اور تجھے ہی اپنا سہارا قرار دیتا ہوں ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے۔ کیونکہ تجھ سے سوائے تیری ہی ذات کے۔ اور کوئی جائے پناہ اور نجات نہیں۔ میں ایمان رکھتا ہوں تیری کتاب پر۔ جو تو نے اتاری۔ اور تیرے نبی پر۔ جس کو تو نے بھیجا"۔

## قرض سے مخلصی کے لئے دعا

قرض سے خلاصی کے لئے یہ دعا سکھائی:۔

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں فکر اور غم سے۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں بے بسی اور سستی سے۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی اور کنجوسی سے۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ۔ اور لوگوں کے دباؤ سے۔ اے اللہ مجھے حلال روزی عطا کر۔ اور حرام روزی سے بچائے۔ اور اپنے فضل سے مجھے اپنے غیر سے مستغنی کر دے"۔

## غصہ آنے کے وقت کی دعا

غصہ آ جائے۔ تو دعا کی جائے:۔

"اے اللہ میرے گناہ بخش دے۔ اور میرے دل کا غیظ دور کر دے۔ اور مجھے ہر بُرے اثر سے بچائے"۔

## بحالت آرام کی دعا

گھر میں آرام سے رہتے ہوئے دعا

"سب تعریف کے لائق ہے میرا رب جس نے مجھے کفایت کی۔ اور مجھے پناہ دی۔ اور سب تعریف کے لائق ہے میرا رب۔ جس نے مجھے کھلایا۔ اور پلایا۔ سب تعریف کے لائق ہے میرا رب۔ جس نے مجھ پر احسان کیا۔ میں دعا کرتا ہوں تجھ سے اے میرے رب کہ تو بچائے مجھے اپنی ناراضگی اور عذاب سے"۔

## کسی بستی میں داخل ہونے کے وقت کی دعا

کسی بستی یا شہر میں داخل ہونے کے وقت کی دعا:۔

"اے اللہ۔ جو مالک ہے تمام بلندیوں کا۔ اور اس کا جو ان کے نیچے ہے۔ اور مالک ہے زمینوں کا۔ اور جو ان پر ہے۔ اور غالب ہے تمام بُرائی کی طاقتوں پر۔ اور اختیار رکھتا ہے ہر قسم کی تحریکوں پر۔ میں مانگتا ہوں تجھ سے بھلائی اس بستی کی۔ اور اس کے رہنے والوں کی۔ اور جو کچھ اس میں ہے۔ اور پناہ مانگتا ہوں تیری اس بستی کے شر سے۔ اور اس کے رہنے والوں کے شر سے۔ اور جو کچھ اس میں ہے۔ اس کی بُرائی سے۔ اے اللہ ہمیں اس کی زندگی بخش چیزیں عطا فرما۔ اور اس کے بُرے اثرات سے بچائے۔ اے اللہ اس بستی کے رہنے والوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے۔ اور ان میں سے جو نیک لوگ ہیں۔ ان کی محبت ہمارے دل میں ڈال دے"۔

## بیوی سے ہم صحبت ہونے کے وقت کی دعا

بیوی کے پاس جانے کے وقت کی دعا۔ "اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ ہمیں بُرے اثرات۔ اور خیالات سے بچانا۔ اور جو اولاد تو ہمیں بخشے۔ اُسے بھی بدی کے اثرات سے محفوظ رکھنا"۔

میاں بیوی کے تعلقات کی غایت کو بھی دعا ہی میں سکھا دیا ہے۔

یہ حکایت بہت لذیذ ہے۔ اور دل چاہتا ہے۔ کہ اسے لمبا کیا جائے۔ لیکن مضمون کی نوعیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اسی سے اصحاب بصیرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق الٰہی کا اندازہ کر سکیں گے۔ فداہ ابی و امی۔ وصلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

میں اس مختصر مضمون میں لحاظ سیاق و سباق۔ حدیث۔ اور محاورہ زبان عربی لفظ "خاتم النبیین" کے صحیح معنی ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ خدا تعالےٰ نے اس خطاب کے ذریعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو شان بیان کی ہے۔ وہ ظاہر ہو۔

## ہر نبی اپنی اُمت کا باپ ہوتا ہے

آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم سورۂ احزاب کے پانچویں رکوع کی آیت ہے۔ اور تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ۵ھ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح مبارک پر مخالفوں کے اعتراضات کے جواب میں اور متبنٰی کی رسم کو ناجائز قرار دینے کے لئے اُتری تھی۔ (فتح البیان جلد ۷۔ صفحہ ۲۴۴)

اس سورۃ کے شروع میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ یعنی یہ نبی زیادہ شفیق ہے مومنوں پر خود مومنوں کے نفوس سے بھی اور اس کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ اس آیت میں بحکم الکنایۃ ابلغ من الصریح۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوجہ نبی ہونے کے واضح طور پر مومنوں کا باپ قرار دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے بزرگان اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ چنانچہ:-

۱- وقال مجاھد کل نبی ابو امتہ ولذالک صار المؤمنون اخوۃ (فتح البیان جلد ۷، صفحہ ۲۵۱) یعنی مجاہد تابعی کہتے ہیں۔ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے سب مومن آپس میں بھائی ہوتے ہیں۔

۲- قال النسفی وکل رسول ابو امتہ فیما یرجع الی وجوب التوقیر والتعظیم لہ علیھم ووجوب الشفقۃ والنصیحۃ لھم علیہ (فتح البیان جلد ۷، صفحہ ۲۵۹) نسفی نے کہا ہے کہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ بسبب اس کے کہ واجب ہے ان پر توقیر و تعظیم کرنی اس نبی اور رسول کی۔ اور نبی پر بھی واجب ہے اپنی امت کی خیر خواہی و شفقت۔ بعض قراٰتوں میں تو صاف طور پر وھو اب لھم کے الفاظ بھی ساتھ آتے ہیں۔ مثلاً وفی قراءۃ ابن مسعود النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وھو اب لھم (فتح البیان جلد ۷۔ صفحہ ۲۵۱) یعنی ابن مسعود کی قرأت میں النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم کے ساتھ وھو اب لھم کے الفاظ بھی مروی ہیں۔

۳- وعن بجالۃ قال مر عمر بن الخطاب بغلام وھو یقرء فی المصحف وازواجہ امھاتھم وھو اب لھم (فتح البیان جلد ۷، صفحہ ۲۵۲) یعنی بجالہ کی روایت ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب ایک نوجوان کے پاس سے گزرے۔ وہ نوجوان قرآن میں وازواجہ امھاتھم کے ساتھ وھو اب لھم بھی پڑھ رہا تھا۔

## رسول کریم کی ابوت کی نفی

ماحصل کلام یہ کہ اس آیت میں خدا تعالےٰ نے بلحاظ نبی ہونے کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنوں کا باپ۔ مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق مخالفوں کے اعتراض کو دور کرنے کے لئے اول تو یہ فرمایا۔ کہ وما جعل ادعیاءکم ابناءکم۔ خدا تعالےٰ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ ذالکم قولکم بافواھکم۔ یہ صرف تمہارے منہ کی بات ہے۔ اور پھر فرمایا ماکان محمد ابا احد من رجالکم۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں:

## دو شبہات

اس سے دو شبہے پیدا ہوتے تھے۔ اول یہ کہ شروع سورۃ میں تو بلحاظ نبی ہونے کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کا باپ قرار دیا تھا۔ مگر اس آیت میں باپ ہونے کی نفی کر دی۔ کیا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابوت کی نفی سے نبوت کی نفی بھی ہو گئی؟ چنانچہ شہاب میں درج ہے۔ کہ انہ لما نفیت ابوتہ مع اشتھاران کل رسول اب لامتہ ربما یوھم نفی رسالتہ فاستدرک ذالک (شہاب علی البیضاوی جلد ۷، صفحہ ۱۷۱) یعنی نفی ابوت سے چونکہ نفی نبوت کا شک پڑتا تھا اس لئے اس کو دور فرمایا:

دوم یہ کہ مکی زندگی میں خدا تعالےٰ نے سورۃ کوثر نازل کر کے فرمایا تھا۔ ان شانئک ھو الابتر۔ یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن مقطوع النسل ہے۔ مگر اس آیت میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد نرینہ کی نفی کی۔ تو کیا آپ پر بھی اس حالت کے چسپاں ہونے کا احتمال ہے؟ (معاذ اللہ)

## شبہات کا ازالہ

پس ان دو شبہوں کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ گویا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا ارشاد مقام مدح میں ہے۔ اور اس شک کو دور کرنے کے لئے ہے۔ جو پہلے کلام ماکان محمد ابا احد من رجالکم سے پیدا ہوا تھا۔ مجھے یہ ضرورت نہیں۔ کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے مقام مدح میں وارد ہونے کے حوالے دوں۔ کیونکہ سب مسلمان اس کو توصیفی و تعریفی اور مدح کا جملہ مانتے ہیں۔ اور خود حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی مدح میں قرار دیا۔ اور بار بار اس کا ذکر بھی فرمایا۔ البتہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ پہلے کلام سے جو شبہ پیدا ہوتا تھا۔ اس کے ازالہ کے لئے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین آیا ہے۔ اس کے ثبوت میں حوالے پیش کئے جاتے ہیں:-

۱- ولکن للاستدراک ومعنی الاستدراک دفع توھم من الکلام المتقدم متوسط بین کلامین متغائرین نفیا واثباتا (حاشیہ شرح جامی) یعنی لکن کا حرف استدراک کے لئے ہوتا ہے۔ اور استدراک کے معنی ہیں اس وہم و شک کو دور کرنا جو پہلے کلام سے پیدا ہوتا ہو۔ یہ حرف لکن ایسے کلامین کے درمیان آتا ہے جو نفی و اثبات کے لحاظ سے آپس میں مختلف ہوں:

۲- ولکن خفیفۃ وثقیلۃ للاستدراک وھو دفع التوھم الناشی عن السابق شرطہ الاختلاف کیفا ولو معنی (مسلّم الثبوت) یعنی لکن خفیفہ ہو یا ثقیلہ۔ دونوں استدراک کے لئے ہیں۔ اور استدراک کے معنے ہیں اس وہم کو دور کرنا۔ جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہو۔ اور اس کی شرط یہ ہے۔ کہ پہلے اور پچھلے کلام میں نفی و اثبات کا اختلاف ہو۔ خواہ معنوی طور پر ہو:

ان دونوں حوالوں سے ظاہر ہے۔ کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم سے واقعی کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے جس کے دور کرنے کے لئے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمایا گیا۔ اور پیدا ہونے والے دونوں شبہات میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ جن کو دور کرنے کے لئے لکن کا حرف لا کر اس آیت میں دو اضافی جملے رکھے گئے۔ ایک رسول اللہ کا جملہ۔ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اظہار کیا۔ اور بتایا۔ کہ آپ کی نبوت و رسالت قائم ہے۔ کیونکہ ابوت روحانی آپ کو حاصل ہے۔ دوسرا جملہ خاتم النبیین

کلھا ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ آپ صرف رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النبیینؐ بھی ہیں۔ یعنے بلحاظ افاضہ اور کمالات محمدیہ آپ دوسرے انبیاء سے افضل و برتر و بے نظیر ہیں۔ اب چونکہ خاتم النبیینؐ یہاں مقام مدح میں واقع ہوا ہے۔ اس لئے خاتم النبیینؐ کے وہ معنے کرنے ضروری ہیں جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت ثابت ہو۔ پس اگر خاتم النبیینؐ کے یہ معنے ہوں۔ کہ آپ سب نبیوں سے آخر میں آئے ہیں۔ تو یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ چنانچہ دیوبندی علماء اور ان کے تمام ہم خیال لوگوں کے مسلم بزرگ مولانا محمد قاسم صاحبؒ بھی لکھتے ہیں:۔

"اہل فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے"

(تحذیر الناس صـ۳)

## خاتم النبیینؐ کے معنوں کی تحقیق

جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ بلحاظ سیاق و سباق خاتم النبیینؐ کے وہ معنے ہونے چاہئیں۔ جو مدح کے مظہر ہوں۔ تو اب یہ تحقیق لازم آئی۔ کہ زبان عربی کے رو سے خاتم النبیینؐ کے کیا معنے ہیں۔ اس کے متعلق گزارش ہے۔ کہ خاتم (بفتح تاء) جو قرآن پاک میں آیا ہے۔ زبان عربی کے لحاظ سے دو معنے رکھتا ہے (۱) انگوٹھی جو عام مشہور و معروف معنے ہیں۔ اور احادیث میں بھی کثرت سے آئے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ تو حدیث کی ہر کتاب میں ہے۔ کہ ایک صحابی جو ایک عورت سے نکاح کرنے کے خواہشمند تھے۔ مگر مہر کے لئے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ انہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کچھ تلاش کر کے لاؤ۔ ولو خاتما من حدید خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الصداق)

اس لحاظ سے خاتم النبیینؐ کے معنے یہ ہوئے کہ نبیوں کی انگوٹھی۔ اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ حضور کو نبیوں کی انگوٹھی کیوں فرمایا ہے یعنے اس میں وجہ شبہ کیا ہے۔ سو عرض ہے۔ کہ انگوٹھی سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ہاتھ کے لئے زینت کا کام دیتی ہے۔ اس جہت سے مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیوں کے لئے زینت کا باعث ہیں۔ چنانچہ اسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے تفسیر فتح البیان جلد ۷ صـ۲۸۶ میں لکھا ہے انہ صار کالخاتم لھم الذی یختمون بہ ویتزینون بکونہ منھم یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سب انبیاء کے لئے انگوٹھی ہیں۔ یعنے وہ انبیاء آپ کے ذریعہ خوبصورتی حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ بھی ان میں سے ہیں۔ اور مجمع البحرین میں لکھا ہے۔ خاتم بمعنی الزینۃ ماخوذ من الخاتم الذی ھو زینۃ للابسہ یعنے خاتم کے معنے زینت کے ہیں۔ اور اس خاتم (انگوٹھی) سے ماخوذ ہیں جو پہننے والے کے لئے موجب زینت ہوتی ہے۔

دوسرے انگوٹھی انگلی کو گھیر لیتی ہے۔ اس لحاظ سے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبیوں کی انگوٹھی ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ آپ نے تمام انبیاء کے کمالات کا احاطہ کر لیا ہے۔ کوئی کمال کسی نبی کا ایسا نہیں۔ جو آپ میں نہ ہو۔ آپ جامع جمیع کمالات ہیں غرض خاتم کے معنے انگوٹھی ہیں۔ جو لغوی معنے ہیں اور ان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت ظاہر ہے۔

## خاتم بمعنے مہر

دوسرے معنے خاتم کے عربی زبان کی رُو سے مہر کے ہیں۔ یعنے وہ آلہ جس کے ذریعہ کسی دوسری چیز پر مہر ثبت کی جائے جیسے لکھا ہے الخاتم اسم آلۃ لما یختم بہ شیء کالطابع لما یطبع بہ (روح المعانی جلد ۲ صـ۹۵) یعنے لفظ خاتم اسم آلہ ہے۔ اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کے ذریعہ دوسری چیز پر مہر لگائی جائے۔ جیسے طابع کا لفظ ہے۔ یہ اس چیز پر بولا جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ چیز طبع کی جائے۔ اس لحاظ سے خاتم النبیینؐ کے یہ معنے ہوئے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مہر ہیں۔ مہر اپنے اندر دو خصوصیتیں رکھتی ہے۔ اول مہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ عن انس بن مالک قال کتب النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کتابا او اراد ان یکتب فقیل لہ انھم لا یقرء ون کتابا الا مختوما فاتخذ خاتما من فضۃ ونقشہ محمد رسول اللہ کانی انظر الی بیاضہ فی یدہ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵ مصری) یعنے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کی طرف تبلیغی خطوط لکھنے چاہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ وہ لوگ خط کو بغیر مہر کے قبول نہیں کرتے۔ اس پر حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی۔ جس پر نقش کیا "محمد رسول اللہ" اور یہ مہر لگا کر خطوط بھیجے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ مہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ امام ابو عبد اللہ محمد طاہر گجراتی ارشد میاں لغت کی کتاب مجمع بحار الانوار میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک اوتیت جوامع الکلم وخواتمہ کے یہ معنے لکھتے ہیں۔ ای القرآن ختمت بہ الکتب السماویۃ وھو حجۃ علی سائرھا ومصدق لھا (مجمع البحار جلد ۱ صـ۳۲۹) یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے جامع کلمات اور ان کے خواتم دیئے گئے ہیں خواتم سے مراد قرآن کریم ہے جس کے ساتھ کتب سماویہ ختم کی گئیں۔ بایں طور کہ ان سب پر وہ حجت ہے اور ان کا مصدق ہے۔ اس طرح صاحب مجمع البحار نے ختم کی تصریح کردی ہے۔ کہ مہر تصدیق اور دلیل کے معنوں میں ہوتی ہے۔ چنانچہ انہی معنے سے قرآن پاک میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں مصدق لما معکم یا مصدق لما بین یدیکم فرمایا گیا ہے۔ پس جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ مہر کا کام تصدیق ہے تو معلوم ہوگیا۔ کہ حضور کا خاتم النبیینؐ ہونا بایں معنے ہے۔ کہ حضور نبیوں کے مصدق ہیں۔ اور یہ لغوی معنے بھی لیسے ہیں۔ جن سے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ نہ صرف ایمانی طور پر بلکہ واقعیت کے لحاظ سے بھی صرف آپؐ ہی کی ذات مبارک ایسی ہے۔ جو تمام نبیوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی صداقت ظاہر کرنے والی ہے۔ مولانا آل حسن صاحب مشہور مناظر اسلام اپنی کتاب استفسار برحاشیہ ازالۃ الاوہام صـ۳۷۹ میں فرماتے ہیں:۔

"از آں جہت کہ سب انبیاء بنی اسرائیل پر ایمان لانے کی بسبب فقدان اسناد اور ثبوت تحریف کے کوئی سبیل باقی نہیں رہی بجز تصدیق حضرت خاتم النبیینؐ کے"۔

پس دنیا کی کوئی کتاب اور دنیا کا کوئی انسان گزشتہ انبیاء کی نبوت و رسالت اور صداقت ثابت نہیں کرسکتا۔ بجز رسول خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق ہی دیکھ لیا جائے۔ انجیل کے بیانات اور عیسائیوں کے خیالات ان کے درجہ نبوت کے سخت منافی ہیں۔ ان کی حقیقی شان نبوت یا حقیقی شان طہارت صرف رسول پاک سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی ظاہر فرمائی ہے۔ آئندہ آنے والے نبی کی صداقت یوں طور ظاہر فرمائی۔ کہ آئندہ وہی سچا نبی ہوگا۔ جو حضور کی غلامی اور اتباع میں آئے۔ اور حضور کی شریعت کا متبع ہو۔ کیونکہ اب بجز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے کوئی کمال یا کوئی قرب الہیٰ کا رستہ نہیں مل سکتا۔ انہی معنوں کی رُو سے حضرت محدث ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔ اذ المعنی انہ لا یاتی نبی ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ (موضوعات کبیر صـ۵۹) یعنے خاتم النبیینؐ کے یہ معنے ہیں۔ کہ کوئی نبی ایسا نہیں آئے گا۔ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور وہ آپ کی امت میں سے نہ ہو پس نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیینؐ ہیں یعنے آپؐ نبیوں کے مصدق ہیں۔ خواہ پہلے نبی ہوں یا پچھلے

مہر کا دوسرا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ جیسی مہر ہوتی ہے۔ ویسا ہی اس کا نقش بنتا ہے۔ مثلاً ٹکٹوں کی مہر سے ٹکٹ بنیں گے۔ اور روپوں کی مہر سے روپے بنیں گے۔ اس وجہ شبہ کے لحاظ سے خاتم النبیینؐ کے معنے یہ ہوئے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا افاضہ روحانی آپ کی قوت قدسیہ آپ کی غلامی و تابعیت روحانی طور پر نبی تراش ہے۔ اور یہ درجہ آپؐ کے سوا کسی نبی کو عطا نہیں ہوا

## محاورہ خاتم کے معنی

پھر محاورہ کے لحاظ سے خاتم کے معنی یہ ہیں۔ کہ کمالات کے لحاظ سے بے مثل ہونا چنانچہ ایک شاعر اپنے استاد کی وفات پر اس کے مرثیہ میں کہتا ہے ؎

نجم التقریض بخاتم الشعراء وغدیر روضتہا حبیب الطائی

(وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ مصری)

اس شعر میں خاتم الشعراء سے یہ مراد نہیں۔ کہ آئندہ کوئی شاعر نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ حبیب الطائی جیسا شاعر اب نہیں ہوگا۔

مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ختمہائے کانبیاء بگذاشتند | آں بدین احمدی برداشتند
قفلہائے ناکشادہ ماندہ بود | از کف انا فتحنا برکشود
بہر ایں خاتم شدست او کہ بجود | مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست | نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

(مثنوی دفتر ششم باب دوم آخر)

مطلب یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ان معنوں میں ہیں۔ کہ آپ جیسا نبی نہ کوئی پہلے ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا آپ نے تمام رازہائے سربستہ بے نقاب کر دیئے۔ اس لئے آپ بلحاظ کمالات خاتم ہوئے۔ جب کوئی کاریگر کسی صنعت میں کمال پیدا کرے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ اب صنعت کا وجود باقی نہیں رہا۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اب اس درجہ اس مرتبہ اور اس شان کا صناع نہیں ہوگا۔

انہی معنوں میں حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں۔ بک تختم الولایۃ (فتوح الغیب مقالہ ۱۲) یعنے راہ سلوک میں فانی عن الارادہ ہونے کے بعد تو ایسا ہو جائے گا۔ کہ تجھ پر ولایت ختم کی جائے گی۔ یعنے تو اپنے ہمعصروں میں فقید المثال اور اعلےٰ مقام پر ہوگا۔ یہ نہیں۔ کہ تیرے بعد آئندہ ولایت ختم ہو جائے گی

مشہور شاعر انوری کہتا ہے

مادر گیتی نہ زادہ در جہاں چنبری
پادشاہے چوں غیاث الدین گدا چوں انوری

بر تو سلطانیست ختم و بر من مسکیں سخن
چوں شجاعت بر علی بر مصطفیٰ پیغمبری

زمانہ حال کے شاعر حسرت موہانی کے دو شعر ہیں

اس نازنیں پہ ختم ہیں سب شیوہ ہائے ناز
جس کو بنا کے خود بھی ہے ناز اس خدائے ناز

ختم تھا جس پر کبھی انداز حسن و دلبری
آہ اب لاؤں کہاں سے وہ نگاہ التفات

## خاتم کے خیالی معنے

خاتم کے معنی آخر نہ لغت کے لحاظ سے درست ہیں اور نہ محاورہ عرب کے لحاظ سے بلکہ یہ محض خیالی معنے ہیں اور کوئی لغت والا خاتم بفتح تاء کے معنی ہرگز آخر نہیں کرتا۔ اور نہ کوئی محاورہ ہی ایسا پایا جاتا ہے جن لوگوں نے اس کو آخر کے معنی میں لیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ معنے تاویل کے لحاظ سے ہیں۔ نہ کہ اصل معنے ہیں۔ اور یہ تاویل محض بے ثبوت ہے۔ اس کی کوئی شہادت کوئی نظیر اور کوئی وجہ پیش نہیں کی گئی ؎

# حضرت خاتم النبیین کی تاثیرات قدسیہ

## جملہ نبیوں سے نمایاں خصوصیت

از جناب مولوی غلام احمد صاحب مبلغ بلاد عربیہ۔ مقیم حیفا

### اعترافِ عجز

عقل حیرت زدہ اور زبان عاجز ہے۔ کیونکہ مقام محمدیت فکر کی بلند پروازیوں اور قلم کی جولانیوں سے بہت بالا ہے۔ میں سوچ رہا تھا۔ کہ اس ذات ستودہ صفات کی سیرت و سوانح حیات کے کس پہلو کے متعلق کچھ لکھوں۔ پُرسکون اور تنہائی کی گھڑیوں میں میں نے غور و فکر کیا۔ اور بار بار کیا۔ میں جوں جوں اس موضوع پر نظر ڈالتا۔ میری حیرت میں اضافہ ہوتا جاتا۔ محمد اپنی ذات میں۔ اپنے صفات میں۔ اپنے اعمال میں۔ اور اپنے کارناموں میں۔ غرض ہر پہلو سے قابل ستائش اور سزاوار حمد ہے۔ وہ انسانیت کا نقطہ کمال۔ اور خالق کائنات کی صنعت کا بہترین نمونہ ہے۔ میں نے اس کے اپنے مولیٰ سے عشق پر نگاہ ڈالی۔ تو اسے بے پایاں اور بے مثال دیکھا۔ شب دیجور کی تاریکیوں اور غار حرا کی دہشت زا خلوتوں میں اس کا سوز و گداز۔ پھر قریش کے مطالبہ ترک دعوت توحید پر عاشق صادق کا زمین اور آسمان کی زیب و زینت کو ٹھکرا دینا۔ اس رابطہ کی استواری اور استحکام کی زبردست دلیل ہے کہ اس کی ہر حرکت اور ہر سکون۔ ہر قول اور ہر فعل میں اپنے محبوب کی رضا مطلوب تھی۔ میں نے سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رابطہ خالق کو اتھاہ سمندر اور ادراک سے بالا۔ بلاد عشق پایا۔ بت پرست بھی کہا کرتے تھے۔ "عَشِقَ محمدٌ ربّہ" آج بھی مغرب کے مورخ حیران و ششدر ہیں۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر لمحہ اور ہر گھڑی یاد خدا میں مصروف تھا۔ فلک نیلگوں کے بہجت آگیں مناظر اسے حسن ازلی کا منظر دکھاتے دن اور رات کے تغیرات۔ خوشی اور غم کے اوقات۔ پیدائش اور موت کے حوادث۔ صلح۔ اور جنگ کے حالات۔ جلوت اور خلوت کی گھڑیاں غرض ہر عسر و یسر میں وہ صرف اپنے مولےٰ کو یاد کرتا۔ یہ حالت تکلف سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ تصنع اور بناوٹ کا نتیجہ نہیں تھی۔ بلکہ اس محبت و عشق کی آگ کا دھواں تھا۔ جو قلب محمدی میں شعلہ زن تھی۔ اس رابطہ کے متعلق بہت کچھ کہا۔ اور لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن آخر یہی کہنا پڑیگا۔

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم | آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

### ہر انسانی کمال میں بے مثل

میں اس پہلو کے بیان سے اعتراف عجز کر کے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زندگی میں آپ کے مخلوق سے تعلقات کی طرف متوجہ ہوا۔ اس جگہ بھی اخلاق و شمائل۔ عادات و پاکیزہ خصائل اور اوصاف حمیدہ و کمالات نادرہ کا نمونہ نظر آیا۔ یتیم پروری مہمان نوازی عفت و پاکدامنی۔ دستگیری مظلوموں کی دادرسی بے زبانوں پر رحم۔ وفاداری۔ جود و سخا۔ تواضع و فروتنی۔ بنی نوع کی محبت و ہمدردی۔ مصیبت زدوں سے غمخواری مسافروں بے کسوں کی خدمت۔ نظام و قواعد کی پابندی۔ دشمنوں سے عدل و انصاف کا سلوک۔ صبر آزما مشکلات میں غیر معمولی صبر و استقلال۔ توحید و دین کے لئے غیرت۔ حیرت زا آفات کا جانبازانہ مقابلہ۔ مخالفت کے طوفان اور بلاؤں کے بھنور میں معجزانہ استقامت۔ اللہ کی ذات پر کامل یقین۔ اور پورا بھروسہ۔ بے رو رعایت عدالت۔ ریا و خود بینی سے طبعی نفرت۔ حیا و خاکساری لازمہ۔ دلربا انداز میں کارہائے سپہ گری بے نظیر شجاعت و بسالت۔ دوستوں کے حقوق کا لحاظ۔ جاں نثار احباب کی حوصلہ افزائی۔ خطرناک حالات میں بیدار مغزی۔ تدبیر صائب مساوات سادہ زندگی۔ بیویوں سے حسن سلوک بچوں سے مشفقانہ برتاؤ۔ علم و عفو۔ غرض کہاں تک شمار کیا جائے۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر انسانی کمال میں بے مثال اور بے عدیل نظر آیا۔ انسانوں میں باکمال ہوئے۔ اور ہونگے۔ مگر میرے رب کے پیارے محمد سا باکمال نہ ہوا نہ ہوگا۔ مادر گیتی ایسا جامع کمالات انسان پھر نہ دیکھے گی۔ وہ بہترین فرزند تھا۔ بہترین بھائی۔ اور بہترین دوست۔ بہترین سپہ سالار اور بہترین حاکم تھا۔ بہترین خاوند اور بہترین باپ۔ بہترین معلم اور بہترین نبی تھا۔ ہر کمال کا اس پر خاتمہ اور ہر انسانی خوبی کی اس پر انتہا ہوتی ہے۔ اسی لئے خدائے بزرگ و برتر نے اسے خاتم النبیین قرار دیا۔ اس کے صفات بے نظیر اور اس کے کام بے مثال۔ اس کی قوت قدسیہ بے نہایت اور اس کی نورانی تاثیریں بے زوال ہیں۔ میں اوصاف محمدی۔ اور احسانات نبویہ پر غور کرتا۔ اور محو حیرت تھا۔ اس مقام پر بھی زبان عاجز

اور تسلیم تامہ ہے۔ ؎

عجب نوریست در جانِ محمدؐ ۔ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

## انبیا کی بعثت کی واحد غرض

ہر نبی طہارت و پاکیزگی کی تعلیم لے کر آیا۔ اور اپنے انفاسِ طیبہ سے اپنے متبعین کو پاک کرتا رہا۔ دائرے مختلف ہیں۔ قومیں علیحدہ ہیں۔ ممالک جُدا جُدا ہیں۔ لیکن سارے نبیوں کی بعثت کی غرض ایک ہے۔ ان کی تمام جدوجہد کا نتیجہ ایک ہے۔ کمیت اور کیفیت میں فرق ضرور ہے۔ مگر نوعیت میں کوئی اختلاف نہیں۔ توحید کا قیام۔ اور پاکیزہ زندگی پیدا کرنا ان کا منتہائے مقصود تھا۔ اور جتنا جتنا کوئی قوم اپنے نبی کے نور پر عاشق و شیدا ہوئی اتنا ہی جلد اور نمایاں طور پر اس مقصد کو حاصل کرتی رہی۔ نبی کی ذات جاذبیت کا مرکز اور طبعی ارتباط کا نقطۂ اساسی ہوتی ہے۔ حقیقی توحید ان کے ذریعہ ہی معلوم ہوتی ہے۔ اور پاکیزگی کا وہ چشمہ ہوتے ہیں۔ انہی دو حقیقتوں کے پیشِ نظر نبی کی اطاعت ضروری ہوتی ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ ہر نبی جاذبیت کا مرکز تھا۔ اور نورانی شعاعوں کا مظہر۔ یہ ایک صداقت اور ناقابلِ تردید صداقت ہے۔ اور اس کا اعلان کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور خدا کے تمام برگزیدہ نبیوں پر ایمان لانا ضروری جانتے ہیں۔ لیکن یہ امر بھی کسی طرح سے رد نہیں ہو سکتا۔ کہ روحانی جاذبیت۔ اور اپنے پیروؤں پر قدسی تاثیرات کے لحاظ سے سیدنا محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اور آپ کا مقام سب سے اونچا ہے۔ اس امر کے اثبات کے لئے میں ذیل میں صرف ایک بات کا ذکر کرتا ہوں:-

## اہل عرب کی حالت

تاریخ کے صفحات کی ورق گردانی کیجئے۔ قصہ ہائے ماضی کا مطالعہ کر لیجئے۔ آپ کو روئے زمین پر عربوں سے زیادہ اجڈ۔ اکھڑ بات بات پر بگڑ جانے والی۔ اور کسی کی اطاعت کو ننگ و عار سمجھنے والی کوئی قوم نظر نہ آئے گی۔ وحشیانہ زندگی اور خونخوارانہ زندگی نے جذبۂ حریت پسندی یا مطلق العنانی کی روح کو کمال تک پہنچا دیا تھا۔ غیر تو رہے الگ۔ اپنوں کی بات برداشت کے روادار نہ تھے۔ انانیت اور خود رائی کا دور دورہ تھا۔ صدیوں سے آزاد تھے۔ کسی بڑی سے بڑی سلطنت کو ان کے جوشِ بے لگامی کو دیکھتے ہوئے ان پر حکومت کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ان کی روایات۔ اور ان کے قصائد شاہد ہیں۔ کہ انہوں نے کبھی کسی کی اطاعت کا جوا بھی گردن پر نہ رکھا تھا۔ اور نہ اس کے لئے تیار تھے۔

## نبی کریمؐ کی کامیابی

ان حالات میں اور ایسی قوم میں اللہ تعالیٰ نے نبی ہر شان و شوکت سے محروم اور نہتے انسان کو ان پر حکومت کرنے کے لئے مبعوث فرمایا۔ ان کے منتشر شیرازہ کو جوڑنے۔ اور [illegible] کرنے کے لئے مبعوث فرمایا۔ یہ [illegible] اس انتظام پر برافروختہ ہوئے

اور نہایت بے رخی سے منہ پھیر لیا۔ نہیں۔ بلکہ اس ننھے پودے کو روندنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ۲۰ سال تک متواتر برسرِ پیکار رہے۔ کتنے بے گناہوں کا خون بہایا۔ اور کتنے بے کسوں کو بے وطن کیا۔ اور کتنی جانیں آہ و کرب میں مبتلا رہیں۔ انہوں نے ترغیب و ترہیب۔ لالچ و تخویف اور سیف و سنان کا استعمال کیا۔ اور مقدور بھر الٰہی آواز کو دبانے کی کوشش کی۔ آخر کیا ہوا؟ ساری دنیا کو معلوم ہے کہ بیس سال کے قلیل عرصہ میں حضرت آمنہ کا یتیم فرزند عرب کی قوم کا بادشاہ بن گیا۔ وہ عرب جن پر قیصر و کسریٰ بھی حکومت نہ کر سکے تھے۔ ہاں وہ اس قوم کا بادشاہ ہی نہ تھا۔ بلکہ ان کے دلوں کا مالک بھی تھا۔ اس کی محبت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی۔ وہ اس کے ایسے مطیع تھے۔ جیسا انسان کا سایہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ وہ اس کے لئے پسینہ کی جگہ خون بہاتے تھے۔ اور خندہ پیشانی سے موت قبول کرتے تھے۔ وہ اس کے عاشق تھے سچے عاشق۔ وہ شمع تھا۔ تو وہ پروانے۔ انسانی تاریخ اس فدائیت۔ اس جاں نثاری۔ اور اس اطاعت شعاری کے نمونے پیش کرنے سے عاجز ہے۔ یہ سب کچھ ہوا قلیل ترین عرصے میں ہوا۔ مگر جانتے ہو۔ کہ عربوں کی کایا کس چیز نے پلٹ دی۔ ان کو کس چیز نے انسان کیا۔ روحانیت کے شیدا انسان بنا دیا۔ کس چیز نے ان بھیڑوں اور اونٹوں کے چرواہوں کو انسانوں کا حکمران اور بادشاہ بنا دیا۔ یہ کارنامہ تلوار کا نہیں۔ تلواریں تو ان کے پاس بہت تھیں۔ یہ کارنامہ مادی قوت کا شرمندۂ احسان نہیں۔ مادی طاقتیں تو قیصر و کسریٰ کے پاس بہت زیادہ تھیں۔ نہیں۔ یہ سب کچھ پیارے آقا ہمارے محمد صلعم کی محبوبیت کی جلوہ نمائی تھی۔ اس کی تاثیراتِ قدسیہ کا نتیجہ تھا۔ اس کی جاذبیت اور روحانی قوت کا نظارہ تھا۔

عربوں کی زندگی کے دونوں پہلو ہمارے سامنے ہیں۔ وہ اتنا نخوت کے مجسمے اور اپنی بات کے ضدی تھے۔ کسی کی ادنیٰ سی بات برداشت نہ کر سکتے تھے۔ لیکن محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آکر اس کی تربیت میں رہ کر۔ اس کے نور سے منور ہو کر وہ تواضع و خاکساری کے پتلے۔ اور دل کے حلیم بن گئے۔ اطاعت اور وفاداری ان کا شعار بن گیا۔ کونسا عقلمند ہے۔ جو اس معجزہ کا انکار کر سکے۔ کونسا دانشمند۔ اس تاریخی حادثہ کو دیکھ کر سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یکتائی کا قائل نہ ہو جائے۔ نادان ہزار انکار کریں۔ مگر کیا وہ ہمیں ایسا انقلاب۔ ایسا غیر معمولی تغیر کسی دوسرے نبی کے ذریعہ دکھا سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

## حضرت موسےٰؑ کی مثال

حضرت موسےٰ علیہ السلام صدیوں سے غلام اور فرعون کے زیرِ عبودیت تھے۔ کچلے ہوئے۔ بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ آزادی کا وعدہ دیتے ہیں۔ ارضِ مقدسہ کی حکومت ملنے کی بشارت سناتے ہیں اور معجزات کا ایک لمبا سلسلہ ان کے سامنے ہے۔ لیکن یہی قوم اور یہی

بنی اسرائیل جو حکومت کے شوق سے گھروں سے نکلے تھے دشمنوں کی قوت کا خیال کر کے سرحد پر ہی ہمت ہار دیتے ہیں۔ اور ہر قسم کی تحریص و ترغیب اکارت جاتی ہے۔ وہ غلاموں کی جماعت اور گردن کش قوم ہی کا خطاب پاتی ہے۔ وہ قدم قدم پر موسیٰ سے جھگڑتی اور بات بات پر بگڑ بیٹھتی ہے۔ حضرت موسےٰ جیسا صابر و حلیم نبی ان سے بیزار اور وہ اس سے تنگ نظر آتے ہیں۔ آخر کار بنی اسرائیل دشت و بیابان میں سرگرداں پھرتے۔ بھوک و پیاس کی مصیبتیں جھیلتے ہوئے وہیں مر جاتے ہیں۔ آئندہ نسلیں کہیں جا کر ان وعدوں کو پاتی ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا۔ حضرت موسےٰ سچے نبی تھے۔ ان میں قوتِ قدسیہ بھی تھی۔ مگر وہ قوت کہاں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں تھی۔ حضرت مسیحؑ جنہیں عیسائی صاحبان الوہیت کے مقام تک لے جاتے ہیں۔ یہود کی پست حالی کے وقت مبعوث ہوئے۔ رومانی حکومت کی اطاعت کرتے کرتے ان میں اطاعت گزاری عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ حضرت مسیحؑ نے مقدور بھر کوشش فرمائی۔ یہود کو مستقبل کے وعدے دیئے۔ معجزات بھی دکھائے۔ مگر قوم ان کی شنوا نہ ہوئی۔ جو تھوڑے سے لوگ آپ پر ایمان لائے۔ وہ بھی مخالفت کی بادِ صرصر کا مقابلہ نہ کر سکے۔ آفات کے بالمقابل کھڑے نہ رہ سکے۔ حتیٰ کہ مصیبت کی گھڑیوں میں حضرت مسیحؑ کو دشمنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ان میں سے بڑا حضرت مسیحؑ کی شناسائی سے ہی منکر ہو بیٹھا۔ یہ وہ حالات ہیں۔ جن کا عیسائیوں کو اعتراف ہے۔ تاریخ میں ثبوت موجود ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ایسا کیوں ہوا۔ کیا حضرت مسیحؑ صادق نبی نہ تھے۔ ان میں روحانی جاذبیت نہ تھی۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میرے عقیدہ میں وہ پارسا اور برگزیدہ نبی تھے۔ اور بلاشبہ ان میں قوتِ قدسیہ بھی موجود تھی۔ ان میں روحانی تاثیر بھی تھی۔ لیکن اتنی نہیں۔ جتنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھی۔ حضرت موسےٰ کی امت میں بھی بعض مخلص اور وفادار تھے۔ اور ضرور ہے کہ حضرت مسیحؑ کی امت میں بھی بعض ایسے جانثار ہوں۔ لیکن بلحاظ اکثریت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا درجہ سب سے بالا اور بالکل نمایاں ہے۔

## دیگر انبیاء

حضرت موسےٰ۔ حضرت مسیحؑ کے علاوہ دوسرے بڑے نبی مثلاً حضرت ابراہیم اور دیگر رشیوں وغیرہ کی زندگیوں پر بھی نظر ڈالئے۔ ہمارے آقا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے خطرناک حالات میں بے نظیر کامیابی اور روحانی جاذبیت کسی پیغمبر میں نہ پاؤ گے۔ دوسرے نبی اپنی قوموں کی طرف جو غلامی کی حالت میں سسکیاں لے رہی تھیں۔ حریت اور آزادی کا فرحت زا پیغام لے کر آئے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آزاد اور مطلق العنان عرب قوم کی طرف اطاعت و فرمانبرداری کے سبق کا ارشاد لیکر آئے ہمارے آقا کی مشکلات زیادہ تھیں۔ حالات برعکس تھے۔ اس کی بے سروسامانی بے نہایت تھی۔ مگر اس کی روحانی تاثیرات اور قدسی جاذبیت کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ آپ نے چند ہی سالوں میں عرب کی کشتی کو منجدھار سے نکال کر ساحلِ نجات

# نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکرِ الٰہی

از محترمہ امۃ الرحمٰن بیگم صاحبہ بنت جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

## وہ ماحول جس میں رسول کریمؐ نے پرورش پائی

آج سے ساڑھے چودہ سو برس پہلے عرب میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ اور اس نے بحالتِ یتیمی دنیا میں قدم رکھا۔ جب یہ بچہ چار پانچ سال کا ہوا۔ تو والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ یہ بچہ کون تھا۔ یہ ہمارے پیارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس وقت تمام دنیا کی خصوصاً عرب کی جو حالت تھی۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہر طرف گمراہی اور ضلالت کا دور دورہ تھا۔ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو بالکل بھول چکے تھے۔ خدائے واحد کی جگہ بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ اور کسی جگہ کا تو کیا ذکر۔ خود خانہ کعبہ میں جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کے حکم سے رکھی تھی تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ اور رات دن ان کی پوجا ہوتی تھی۔

## پاکیزہ بچپن

یہ وہ ماحول تھا جس میں آپ نے پرورش پائی۔ اور ہر ایک جانتا ہے۔ کہ ماحول کے اثر سے بچنا قریباً قریباً محال ہوتا ہے خصوصاً ایک یتیم بچہ کے لئے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفائی قلب طہارت نفس اور پاکیزگی فطرت کا یہ تقاضا تھا کہ باوجود ایسے ماحول کے جس میں ہر وقت بتوں کی عظمت کے راگ گائے جاتے تھے۔ اور انہی کی پرستش کی طرف رغبت دلانے والے محرکات سامنے آتے رہتے تھے۔ آپ کی زندگی میں ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں آیا۔ کہ آپ نے غیر اللہ کی پرستش کی طرف ذرہ بھی میلان ظاہر کیا ہو۔ آپ ایسی پاکیزہ روح لیکر آئے تھے جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا اور کسی کے آگے کبھی جھک ہی نہ سکتی تھی۔ خدائے ذوالجلال کی طرف آپ کو طبعی کشش تھی۔ اور اس یار ازلی کی محبت سے آپ کا دل لبریز تھا۔ بچپن ہی سے اللہ تعالےٰ کا خوف آپ کے دل میں جاگزین تھا۔ اور اس کی یاد آپ کو تڑپاتی رہتی تھی۔ تمام رائج الوقت برائیوں اور لغویات سے جو بندہ اور اللہ تعالےٰ کے درمیان روک بنی ہوئی تھیں۔ آپ ہمیشہ کنارہ کش رہے یہ باتیں اس امر کی بین دلیل ہیں۔ کہ آپ ایک نورانی فطرت کے مالک تھے۔ جو اس تاریکی اور ظلمت کے زمانہ میں مکہ میں پیدا ہوئے۔

## جوانی میں ذکرِ الٰہی

یہ بچپن کے زمانہ کا حال ہے لیکن جوں جوں آپ جوانی کی عمر کو پہونچتے گئے۔ آپ کے اندر محبت الٰہی زیادہ سے زیادہ ترقی کرتی گئی۔ چنانچہ بھرپور جوانی کا زمانہ جبکہ عیش وعشرت کے تمام سامان میسر تھے۔ آپ نے ذکر الٰہی میں گذارا۔ آپ ایک غار میں جس کو غار حرا کہتے ہیں۔ چلے جاتے۔ اور غور وفکر اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ بعض اوقات کئی کئی دن کا کھانا بھی ساتھ لیجاتے۔ اور شہر میں کئی روز تک نہ آتے۔ بلکہ تمام وقت یاد الٰہی میں گزارتے۔

## زمانہ نبوت میں ذکرِ الٰہی

اس کے بعد جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو نبوت جیسے اعلےٰ مقام پر کھڑا کیا۔ اور ساری دنیا کا آپ کو رہنما بنا دیا۔ تو اس وقت آپ کی عبادت اور ذکر الٰہی میں ہر گھڑی اور ہر لحظہ ترقی ہوتی گئی۔ چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں۔ ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقوم لیصلی حتی ترم قدماہ او ساقاہ فیقال لہ فیقول افلا اکون عبداً شکوراً۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے۔ کہ آپ کے قدم یا پنڈلیاں سوج جاتیں اگر آپ سے کہتے۔ کہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ تو آپ فرماتے کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ اللہ اللہ۔ کیا ہی محبت الٰہی سے پُر اور کیسا شکرگزاری ظاہر کرنے والا جواب ہے۔ اور کس طرح آپ کے قلب مطہر کے جذبات کو نمایاں کر رہا ہے۔ یہ جواب بتاتا ہے۔ کہ آپ کے ذکر الٰہی میں کبھی کمی آ ہی نہیں سکتی تھی۔ بلکہ ہمیشہ زیادتی ہوتی چلی جاتی تھی۔ کیونکہ ذکر الٰہی سے خدا تعالےٰ کے انعامات زیادہ ہونگے۔ اور ان کی زیادتی ذکر الٰہی میں اور زیادتی کا موجب ہوتی رہے گی۔ اور یہ ایسا دور ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا ذکر الٰہی سے آپ کا قلب جس قدر لذت محسوس کرتا تھا۔ اس کا اندازہ آپ کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ پس جس انسان کے دل کا تمام سرور اور تمام راحت ذکر الٰہی سے وابستہ ہو۔ اس کی ذکر الٰہی کے ساتھ محبت کا اندازہ لگانا احاطۂ عقل سے باہر ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ ذکر الٰہی میں گزرتا تھا جس کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے۔ کہ آپ آفتاب نکلنے سے پہلے نماز پڑھتے۔ آفتاب نکلنے کے بعد اشراق۔ کسی قدر بلند ہونے پر ضحیٰ پھر آفتاب ڈھلنے پر نماز۔ ڈوبنے سے پہلے نماز۔ ڈوبنے کے بعد نماز۔ سونے سے قبل نماز۔ آدھی رات کو تہجد۔ پھر راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر گھر سے باہر تنہائی کی جگہوں میں جا کر اللہ تعالےٰ کے حضور رو رو کر دعائیں کرتے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تھے۔ رات کے وقت میری آنکھ کھلی۔ تو میں نے آپ کو بستر پر نہ پایا۔ اس سے میرے دل میں خدشہ پیدا ہوا۔ اور میں آپ کو تلاش کرنے کے لئے ادھر ادھر گئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں۔ کہ پاس ہی ایک قبرستان میں آپ اپنے مالک کے حضور سربسجود ہیں۔

## ہر وقت ذکرِ الٰہی

یہی نہیں۔ کہ آپ ذکر الٰہی کو صرف نمازوں تک یا خاص خاص وقتوں تک ہی محدود رکھتے۔ جو آپ نے عبادت کے لئے مقرر کئے ہوئے تھے۔ بلکہ آپ نے ایسا طریق اختیار کیا ہوا تھا جس سے دن رات میں کوئی وقت بھی ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں آپ ذکر الٰہی نہ کریں۔ نیند سے اٹھتے تو الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور کی دعا کرتے۔ یعنی تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں زندہ کیا۔ بعد اس کے کہ اس نے ہمیں موت دی۔ اور اس کی طرف ہم سب اٹھائے جائیں گے۔ قضاء حاجت کے لئے جاتے۔ تو یہ دعا فرماتے۔ اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث۔ واپس آتے تو فرماتے غفرانک۔ کھانا کھاتے۔ تو بسم اللہ پڑھتے۔ کھانے سے فارغ ہوتے۔ تو الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین کا ورد کرتے۔ بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اور نشیب کی طرف آتے۔ تو سبحان اللہ فرماتے۔ گھر سے نکلتے تو دعا کرتے گھر میں داخل ہوتے۔ تو دعا کرتے۔ بازار میں جاتے تو دعا کرتے۔ چھینک آتی۔ تو دعا کرتے۔ بارش ہوتی۔ تو دعا کرتے۔ بیمار دیکھنے کے لئے جاتے۔ تو دعا کرتے۔ سفر میں جاتے تو دعا کرتے۔ سفر سے واپس آتے تو دعا کرتے۔ آئینہ دیکھتے تو دعا کرتے۔ کپڑے پہنتے تو دعا کرتے۔ مسجد میں داخل ہوتے۔ تو دعا کرتے۔ مسجد سے نکلتے۔ تو دعا کرتے۔ گھبراہٹ اور قلق کے وقت میں دعا کرتے۔ کامیابی اور خوشی کے موقعہ پر دعا کرتے۔ غرضیکہ دن اور رات میں کوئی بھی ایسا کام نہ تھا جس کے مناسب حال دعا نہ کرتے۔ اور اس طرح ذکر الٰہی کو ہر گھڑی اور ہر لحظہ مدنظر رکھتے۔ مخوف طوالت میں نے تمام دعائیں نقل نہیں کیں۔ جس کو یہ دعائیں دیکھنے کا شوق ہو۔ وہ حزب المقبول یا اور کوئی کتاب دعاؤں کے متعلق پڑھ لے۔ ذکر الٰہی کی یہی کثرت تھی جس کو دیکھ کر آپ کے اشد ترین دشمن بھی یہ شہادت دیتے نہیں رہ سکے۔ کہ عشق محمد ربہ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنے رب پر

عاشق ہو گیا ہے۔

## ذکر الٰہی کا دوسرا پہلو

ذکر الٰہی کا یہ ایک پہلو ہے جو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ یہ مضمون نامکمل رہے گا۔ اگر اسے بھی اختصاراً بیان نہ کیا جائے۔ ذکر الٰہی کا حقیقی مقصد یہ ہے۔ کہ صرف الفاظ ہی زبان پر جاری نہ رہیں۔ بلکہ دل کے اندر وہ الفاظ اس قدر گہرا اثر حاصل کر لیں۔ کہ کسی حالت میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے۔ بلکہ ہر وقت اس کے سامنے موجود رہے اس کی عظمت اور اس کا جلال انسان کے قلب پر اس قدر مستولی ہو۔ کہ کوئی فعل اس کے حکم کے خلاف اس سے سرزد نہ ہو سکے اور اس قدر کامل یقین و وثوق اس کی صفات کے متعلق پیدا ہو جائے کہ آڑے سے آڑے وقت میں بھی انسان اس کی مدد سے مایوس نہ ہو۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دھوکہ و فریب دے رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے عیوب کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ مگر زبان بڑے زور کے ساتھ اللہ اللہ کا ورد کر رہی ہوتی ہے۔ پھر ایسے آدمی بھی پائے جاتے ہیں جو سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ذاکر ہیں۔ لیکن مصائب و آلام کے وقت خدا تعالیٰ ان کی نظروں سے بالکل اوجھل ہو جاتا ہے گویا کبھی ان کا اس سے واسطہ پڑا ہی نہیں۔ اور ان کے دل سے خدا کی یاد ایسی نکل جاتی ہے گویا کبھی وہ اس سے آشنا ہی نہیں۔ پس محض زبان سے اللہ اللہ کرنے رہنا نتیجہ خیز ذکر نہیں کہلا سکتا۔

## ذکر الٰہی کا کامل نمونہ

اس اصل کو مدنظر رکھ کر جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو آپ کے وجود میں ذکر الٰہی کا حقیقی اور کامل نمونہ نظر آتا ہے۔ آپ نے تجارت کی۔ اور دوسرے کے مال سے کی۔ اور ایسی جگہ اور ایسے حالات میں کی۔ جبکہ آپ پر کوئی نگران نہ تھا۔ آپ جس طرح چاہتے اس مال کو خرچ کر سکتے تھے غرضیکہ آپ کو تمام وہ مواقع پیش آئے۔ جو بالعموم تاجروں کو پیش آتے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر پیش آئے۔ جن میں مال کی محبت غالب آ کر ان کو خدا بھلا دیتی ہے۔ یعنی دیانت و امانت کے متعلق تمام احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں لیکن اس معاملہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل دیانت و امانت کا ثبوت دے کر ثابت کر دیا۔ کہ آپ کے قلب میں خدا تعالیٰ کی یاد محض لفظی طور پر ہی نہیں۔ بلکہ عملی لحاظ سے بھی میخ کی طرح پیوست تھی۔ پس آپ سے تمام معاملات میں خواہ وہ دوستوں سے ہوں۔ یا دشمنوں سے۔ اپنوں سے ہوں۔ یا بیگانوں سے۔ اپنے دین کے ہوں یا دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے۔ سب میں آپ سے کبھی بھی کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا۔ جو یہ ظاہر کرے۔ کہ آپ نے خدا تعالیٰ کو ایک لمحہ کے لئے بھی بھلا دیا۔ اور اپنے ذاتی مفاد کو خدا تعالیٰ کے احکام پر مقدم رکھا۔

## چند واقعات

یہ اصل بیان کرنے کے بعد میں چند واقعات آپ کی زندگی کے ایسے بیان کرتی ہوں۔ جو ثابت کرتے ہیں۔ کہ انتہائی مصائب کے وقت میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد آپ کے قلب سے جدا نہ ہوئی یوں تو آپ کی ساری زندگی ہی اس قسم کے واقعات سے پُر ہے۔ مگر اس جگہ میں اختصار کے ساتھ چند ایک واقعات پیش کرتی ہوں۔

## پہلا واقعہ

جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ تو راستہ میں غار ثور میں آپ ٹھہرے۔ جب دشمنوں کو جو آپ کی جان لینے کے درپے تھے معلوم ہوا۔ کہ آپ صحیح و سلامت مکہ سے چلے گئے ہیں۔ تو ان کی دشمنی کی آگ اور زیادہ بھڑکی۔ اور انہوں نے آپ کے پیچھے آدمی دوڑائے۔ ایک شخص کھوج لگاتا ہوا ایک غار کے قریب پہونچ کر ٹھہر گیا۔ یہ ایسا وقت تھا۔ کہ دشمن سر پر کھڑا تھا۔ اور اس نیت اور ارادہ سے آیا تھا۔ کہ آپ کی جان لے۔ اس موقعہ پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نہیں بھولا۔ بلکہ اس کی معیت اور نصرت پر کامل ایمان ظاہر کیا۔ آپ کو کامل یقین تھا۔ کہ تمام دلوں پر اسی کا تصرف اور ہر ایک قوت پر اسی کا قبضہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ جو آپ کے ساتھ تھے۔ جب کچھ گھبراہٹ ظاہر کرتے ہیں۔ تو آپ ان کو ان الفاظ میں تسلی دیتے ہیں۔ لا تحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کر یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کا نام ہے حقیقی ذکر۔

## دوسرا واقعہ

ایک سفر کے موقعہ پر آپ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے آپ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اور آپ بالکل تنہا تھے۔ کوئی صحابی آپ کے پاس نہیں تھا۔ اس وقت ایک دشمن نے آ کر آپ کی تلوار لے لی اور آپ کے بیدار ہو جانے پر کہا۔ اے محمدؐ! اس وقت تم کو میرے ہاتھ سے کون بچانے والا ہے۔ ایسے خطرناک وقت میں کہ دشمن ننگی تلوار لیکر آپ کے سر پر کھڑا ہے۔ اور آپ کے اور موت کے درمیان بظاہر بہت ہی تھوڑا فاصلہ ہے۔ آپ بالکل نہیں گھبراتے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور آپ کو وثوق کامل ہے۔ کہ وہ اسکے ارادہ کو شل کر دیگا۔ اس کی تمام قدرت چھین لیگا۔ یقین رکھتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھکو بچانے والا ہے۔ یہ الفاظ آپ کے منہ سے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ کو بیکس کر دیتا ہے۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھٹکر زمین پر گر پڑتی ہے۔ آپ اُسے اٹھا لیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ تم کو میرے ہاتھ سے کون بچانے والا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ آپ سے اللہ تعالیٰ کا نام سن چکا تھا۔ مگر وہ کہتا ہے۔ کہ آپ کا رحم۔ اس واقعہ سے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذکر الٰہی کی طرف توجہ کا بہت بڑا ثبوت ملتا ہے۔

## تیسرا واقعہ

غزوہ خندق کا واقعہ ہے۔ مسلمان مٹھی بھر ہیں۔ ادھر ایک طرف مدینہ کے اندر منافقین آپ کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ اور یہود آپ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ دوسری طرف سارا عرب متحد ہو کر آپ کے مقابلہ پر کھڑا ہے۔ اس وقت آپ جب صحابہ کو خندق کھودنے کا حکم دیتے ہیں۔ تو ایک عجیب نظارہ نظر آتا ہے۔ ایک پتھر دکھائی دیتا ہے۔ تمام صحابہؓ اسے کھودنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وہ کسی سے نہیں کھدتا۔ اس معاملہ کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیجاتی ہے۔ آپ تشریف لاتے ہیں۔ اور کدال اس پر مارتے ہیں۔ اس سے ایک چنگاری نمودار ہوتی ہے۔ اسے دیکھکر آپ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ جب دوسری مرتبہ کدال مارتے ہیں۔ تو پھر ایک چنگاری نمودار ہوتی ہے۔ آپ پھر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ جب صحابہ پوچھتے ہیں تو فرماتے ہیں جس وقت پہلی چنگاری نکلی۔ تو مجھے دکھایا گیا۔ کہ کسریٰ کا ملک مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہو گیا۔ اور جب دوسری مرتبہ نکلی۔ تو مجھے یہ دکھایا گیا۔ قیصر کا ملک مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح ہو گیا۔ اللہ اللہ کیا ایمان اور اللہ تعالیٰ کی نصرت پر کیا کامل یقین ہے۔ اس وقت جبکہ مسلمان اندرونی و بیرونی دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے۔ بظاہر سب معلوم ہوتا ہے۔ کہ تباہ ہو جائینگے۔ اور دشمن یقین کئے ہوئے تھا۔ کہ اب اسلام صفحہ ہستی سے مٹ جائیگا۔ اور کوئی اس کا نام لیوا نہیں رہیگا۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طرف تو دشمنوں کے مقابلہ میں مضبوط چٹان سے بھی بڑھکر ثابت قدم رہتے ہیں۔ [illegible] کو یاد کرتے ہیں۔ اسکی بے انتہا طاقت [illegible] کہ [illegible]

[illegible]

ہیں۔ بلکہ آئندہ [illegible]

کہ یہ دشمن کیا ہے [illegible]

قیصر جیسی عظیم الشان سلطنتوں پر فتح حاصل کرینگے [illegible]

[illegible] کا کامل نمونہ ہے۔ اللھم صل علی محمد [illegible]

## چوتھا واقعہ

اسی طرح جنگ حنین کا واقعہ ہے اس وقت [illegible] کہ مسلمان میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کے ساتھ صرف [illegible] آدمی رہ جاتے ہیں۔ دشمن پہاڑی پر سے چھپکر برابر تیروں کی بارش کر رہا ہے حالات بظاہر بالکل مخالف اور بہادر سے بہادر دل کو بھی ہلا دینے والے ہیں۔ ۔۔۔ بڑا بہادر سمجھا جاتا ہے لیکن وہ لڑائی کے میدان میں سے بھی بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ ایسے حالات ایسے مخالف نہ تھے۔ جیسا کہ ہمارے پیارے رسول صلعم کیلئے جنگ حنین میں تھے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت اطمینان کیساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے یہ کہکر آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ کہ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اور خدا کے فضل سے آپ کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ ہم

ہم یہ تمام واقعات بتاتے ہیں کہ آپ کا ذکر الٰہی حقیقی ذکر الٰہی تھا۔ اور اس کے مقابل میں خدا تعالیٰ کی بھی کامل نصرت اور مکمل تائید آپ کے شامل حال تھی۔ اور اس نے اپنے وعدہ واللہ یعصمک من الناس کو ہر نازک سے نازک موقعہ پر پورا کر کے دکھایا۔

[illegible]

# ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاور

## ایمان باللہ

دنیا میں مختلف مذاہب موجود ہیں۔ مگر کوئی تو خدا تعالےٰ کی ہستی کا ہی منکر ہے جیسے دہریت۔ اور جو خدا تعالےٰ کو مانتے ہیں۔ ان کے توحید کے متعلق خیالات ایسے شستہ اور صحیح نہیں۔ جیسا کہ حق توحید ہے۔ مثلاً پارسی خالق الخیر یا یزدان اور خالق الشر یا اہرمن دو خداؤں کے معتقد ہیں۔ عیسائی تین جدا جدا مستقل خداؤں کے قائل ہیں۔ آریہ بھی عیسائیوں کی طرح تثلیث کے قائل ہیں۔ مثلاً اقنوم اول خدا یا پرمیشر۔ اقنوم دوم روح۔ اقنوم سوم مادہ۔ وہ خدا کو ہر چیز کا نیست سے ہست کرنے والا یا خالق اور فاطر نہیں مانتے بلکہ اس کو صرف صانع الاشیاء یعنی روح اور مادہ کو ترکیب دینے والا [illegible] کائنات موجودہ کو وجود میں لانے والا مانتے ہیں۔ عام ہندو یعنی سناتنی ہر ایک طاقتور شے کو دیوتا جیسے [illegible] اور مفید چیز کو دیوتا اور دیوی کہکر سجدہ کرتے اور ان سے استعانت طلب کرتے ہیں۔ ان سب کے مقابلہ میں صرف اسلام ہی ہے جس نے خالص توحید کی تعلیم دی۔ [illegible] اشہد ان لا الٰہ الا اللہ [illegible] قدرت وحدہٗ [illegible] خدا سے بلند [illegible] سے۔ وہ خالق کل [illegible] رب الکل۔ عالم بکل شئی [illegible] اور ہر عیب و نقص اور کمزوری سے مبرا ہے۔ ایسا [illegible] خدا کس نے دنیا میں پیش کیا۔ اور کرد [illegible] انسانوں [illegible] ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

## ایمان بالوحی

تمام مذاہب جن کے پیرو ان کی بنیاد وحی پر قائم ہونے کے [illegible] اس بات کے قائل ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے ان کے مذہب کے بانی سے ہمکلام ہوا۔ [illegible] خدا تعالےٰ کی ہستی کا یقین ہوتا ہے۔ اگرچہ خدا تعالےٰ جیسے کہ ہمیشہ سے سمیع اور بصیر ہے۔ ایسے ہی کلیم بھی ہے۔ مگر کوئی آریوں کی طرح کہتا ہے۔ کہ پرمیشر [illegible] چار رشیوں سے آغاز عالم میں ہمکلام ہوا۔ اور اس کلام کا مجموعہ چار وید ہیں۔ پھر ایشور سے بولنے کی طاقت سلب ہو گئی۔ اس کے بعد جو بھی مدعی وحی و نبوت ہوا۔ وہ کاذب اور مفتری ہے جیسا کہ آریہ سب نبیوں اور رسولوں کو مفتری کہتے ہیں۔ پھر کوئی کہتا ہے۔ خدا صرف ممالک شرقیہ چین و چین میں جلوہ گر ہوا۔ اور جو وحی نازل کرنا چاہتا تھا۔ کر چکا۔ اب دنیا میں کسی سے کلام نہیں کرتا۔ کوئی کہتا ہے۔ خدا کا تعلق صرف سرزمین ایران سے رہا ہے۔ اور اس کا سلسلہ تکلم حضرت زرتشت پر منقطع ہو چکا ہے کوئی کہتا ہے۔ خدا کا تعلق صرف [illegible] یہودیوں شامیوں اور عراقیوں سے رہا ہے۔ اور بنی اسرائیل ہی خدا کے برگزیدہ ہیں۔ اور خدا سے ہمکلامی کا حق صرف ان سے مخصوص ہے۔ اس کے مقابلہ میں کس نے دنیا میں آ کر یہ تعلیم دی کہ خدا تعالےٰ جس طرح حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسےٰ تک عراق و شام و مصر و عرب اور فلسطین [illegible] اپنے پاک بندوں سے ہمکلام ہوا۔ اسی طرح سے وہ ایران اور ہند اور چین اور دنیا کے دوسرے ممالک میں ہمکلام ہوا۔ اور یہ بتایا کہ قولوا آمنا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔ کہ ہر قوم اور ہر ملت کے نبی کی صداقت تسلیم کرنا فرض ہے۔ پھر کس نے سلسلہ وحی و الہام [illegible] الفاظ میں تسلیم کیا۔ ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔ یعنی مومنوں پر نزول ملائک ہوا۔ اور حضرت جبرائیل مخصوص نزول بالوحی ہیں۔ اور یہ کہ وہ بشارات لاتے رہیں گے۔ اور یہ سلسلہ تکلم اور نزول وحی خدا تعالےٰ کی ہستی پر تا قیامت زندہ ثبوت ہوگا۔ یہ تعلیم دنیا کو ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دی۔

## ایمان بالملائکہ

خدا تعالےٰ کی ورا الورا ہستی اور اس کی مخلوق کے درمیان بطور واسطہ ایک نوری مخلوق ہے۔ جسے اصطلاح اسلام میں ملائکہ کہتے ہیں۔ کوئی ان کو خدا کی بیٹیاں اور کوئی ان کو دیویاں کوئی ان کو مرد اور کوئی ان کو مؤنث یقین کرتے ہیں۔ مگر کس نے آ کر یہ تعلیم دی۔ کہ ملائکۃ اللہ۔ لا یعصون اللّٰہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون بل عباد مکرمون کے مصداق ہیں۔ یعنی خدا تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ بلکہ وہی کرتے ہیں۔ جس کے کرنے کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ وہ تو خدا کی قابل عزت و احترام مخلوق ہیں۔ یہ تعلیم ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔

## ایمان بالرسل

ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ اپنے سلسلہ انبیاء کے سوا دوسری اقوام عالم میں نبوت و رسالت مسدود مانتے ہیں۔ اس کے خلاف کس نے آ کر یہ تعلیم دی۔ کہ لکل قوم ھاد۔ ہر قوم میں ہادی آتے رہے ہیں۔ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ ہر قوم میں نذیر ہوئے ہیں۔ لقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً۔ ہر قوم میں ہم نے رسول مبعوث کئے۔ اور اپنے ماننے والوں سے یہ اقرار لیا ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ یعنی ہم ہر قوم کے ہادیوں کو صادق مانتے ہیں۔ اور سب پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ تعلیم ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دی۔

## ایمان بالیوم الآخر

فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔ کہ اس کے اعمال کی جزا اور سزا حاصل ہو۔ بعض ہمارے یہاں کے متعلق افعال کے یہاں نتائج ملنے پر یقین اور آخرت کے متعلق اعمال کے نتائج آخرت میں ملنا منظور ہیں۔ دہریہ تو قیامت کا قائل ہی نہیں۔ آریہ و ہنود تناسخ کے معتقد ہیں۔ بعض صرف دنیا ہی کی جزا کے قائل ہیں۔ بعض آخرت میں جزا و سزا کے قائل ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ گناہ تو عیسائی کریں اور سزا کی سزا حضرت عیسےٰ بھگتے۔ ان کے بالمقابل یہ تعلیم کس نے دی کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ ہر عمل کا نیک یا بد نتیجہ یہاں ہی ملتا ہے۔ اور آخرت میں بھی۔ پھر کس نے بتایا۔ کہ دوزخ دائمی عذاب کی جگہ نہیں۔ بلکہ شفا خانہ ہے۔ جس میں ہر مریض یا مجرم اپنے جرم اور گناہ یا روحانی بیماری کے موافق رہے گا۔ پھر وہاں سے نکال کر بہشت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور جنت کے انعامات لا انتہا غیر محدود غیر منقطع اور غیر مجذوذ ہیں۔ یہ بتانے والے ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

یہ نہایت اہم روحانی اور ہر مذہب کی اساسی امور کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ پیش کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے۔ کہ دنیا کے تمام مذاہب کے مقابلہ میں وہی تعلیم افضل و اعلیٰ ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی۔ اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق آپ کی تعلیم کو فضیلت حاصل ہے۔ اور یہ بات نہایت عمدگی کے ساتھ ثابت کی جا سکتی ہے۔ کہ عالمگیر اخوت و مروت۔ پابندی عہد۔ حقوق العباد۔ مذہبی و سیاسی رواداری کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت کامل تعلیم دی۔ اور نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ اور یہ دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا کامل مذہب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کامل نمونہ ہیں۔

کجا غوغائے شاں برخاطرِ من وحشتے آرد — کہ صادق بزدلے نبود وگر بیند قیامت را

(المسیح الموعود)

(۱)

خدا کے برگزیدہ انبیاء جب دنیا میں آتے ہیں، عام طور پر دنیوی نگاہیں، اپنے محدود ذرائع شناخت کے باعث ان کے مقام ارفع و اعلیٰ تک نہیں پہنچ سکتیں۔ خدا کے پیارے انبیاء کی پر حقائق و معارف باتیں ان کے ناقص تخیل میں نہیں آسکتیں۔ اس لئے دنیا اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ ان کی مخالفت اور معاندت کے درپے ہو جاتی ہے۔ اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتی ہے۔ مگر خدا کے پیارے انبیاء چونکہ ایک قادر و توانا خالق ارض و سما ہستی کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور وہی عزیز و حکیم ہستی ان کی پشت و پناہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان دنیوی مصائب و شدائد کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے۔ اور ہر طرح سے مطمئن خدا کے دیئے ہوئے فرض اپنا فرض تبلیغ سرانجام دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے بڑی حسرت انگیز الفاظ میں اہل جہان کی اس لائق تاسف شقاوت شعاری کا ذکر فرمایا ہے۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ۔ اہل دنیا پر افسوس! کہ ایک رسول بھی ان کے پاس ایسا نہیں آیا۔ جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو۔ اور اس کی ایذاء کے درپے نہ ہوئے ہوں۔ چنانچہ جب انبیاء کے بادشاہ سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ تو دنیا نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق آپ کو بھی نشانہ ظلم و ستم بنایا۔ بعض طور کی قتل کی سازشیں کیں۔ گھر سے نکالا۔ آپ کا تعاقب کیا۔ آپ پر فوج کشی کی۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو جسمانی تکالیف دیں۔ بے گناہوں کا خون بہایا۔ غرضیکہ جو کچھ ان سے ہو سکتا تھا کیا۔ مگر باوجود ان تمام کوششوں کے دنیا خدا کے اس اولوالعزم رسول کے پائے استقلال میں جنبش نہ لا سکی۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ خدا کے پیارے بندوں کو خدا کی طرف سے ہمیشہ تسلی اور تسکین دی جاتی ہے۔ اور ان کو بتایا جاتا ہے۔ وہ دن قریب ہے کہ لوگوں کے ظلم و ستم کے مقابلہ میں تمہارا صبر و استقلال رنگ لائے گا۔ آخر فتح تمہاری ہی ہے۔

غرض خدا کے صادق انبیاء کی یہ بھی ایک علامت ہے۔ کہ وہ ہر قسم کے دنیوی وسائل سے تہیدست ہونے کے باوجود اس مسبب الاسباب ہستی پر اطمینان اور بھروسہ رکھتے ہیں۔ یاس و ناامیدی ایک لمحہ کے لئے بھی ان پر مستولی نہیں ہوتی۔ بلکہ جوں جوں مصائب و شدائد زیادہ ہوتے جاتے ہیں ان کو اپنی کامیابی پر یقین بڑھتا جاتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ خدا کا روز اول سے یہی دستور ہے۔ کہ دنیا خواہ اپنے تمام ساز و سامان اور انتہائی جد و جہد کے ساتھ مقابلہ کرتا چاہے۔ پھر بھی وہ اپنے ارادوں میں ناکام رہیگی۔ کیونکہ كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي۔ خدا نے روز اول سے مقدر کر دیا ہے کہ وہ اور اسکے رسول ہی غالب رہیں گے۔ جھوٹے اور کاذب کی نشانی یہ ہوتی ہے۔ کہ چونکہ وہ دنیا کے ظاہری ساز و سامان پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اور اپنی تمام تر کامیابی کا انحصار دنیوی سہارے پر ہی موقوف سمجھتا ہے۔ اس لئے دنیا جب اسکی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھتی ہے تو وہ فوراً گھبرا جاتا اور اپنے آپکو ناکامی کے منہ میں گرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے مقدس صحابہ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرایا کہ عَلٰى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي۔ میں اور میرے ساتھی علی وجہ البصیرت صداقت پر قائم ہیں کیونکہ ہم نے اپنی آنکھوں سے خدا کے زبردست نشانات کا مشاہدہ کیا ہے۔ پس تمہاری دھمکیاں اور تمہارے منصوبے ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں دیگر ہزاروں صفات میں دیگر انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں۔ وہاں اپنی بے عدیل استقامت میں بھی بین طور پر سب سے ممتاز ہیں۔ مثلاً دوسرے انبیاء نے جہاں اپنے مخالفین کی انتہائی شقاوت سے تنگ آکر ان کی تباہی اور ہلاکت کی بددعا کی۔ وہاں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام طور پر اپنی قوم کے لئے کوئی اس قسم کی بددعا نہیں کی۔ خدا کے انبیاء اپنے منصب کے لحاظ سے چونکہ بشیر ہونے کے علاوہ نذیر بھی ہوتے ہیں اس لئے اس فرض منصبی کی ادائیگی کے لئے خدا تعالیٰ کی خاص حکمتوں کے ماتحت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مخصوص اشخاص کی ہلاکت کے لئے بددعا کی۔ جیسا کہ ابوجہل وغیرہ کے متعلق۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الوضوء) مگر آپ کی زندگی میں یہ بات بالکل نمایاں نظر آتی ہے۔ کہ آپ نے بحیثیت مجموعی اپنے دشمنوں کے ساتھ عفو و درگذر ہی کا سلوک کیا۔ حتیٰ کہ طائف کے غنڈوں کے پتھروں سے جب لہولہان ہو گئے۔ ایڑیاں زخمی ہو گئیں۔ حضور نے یہی فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ اپنی ناشناسی کے باعث مجھے ایذاء پہنچا رہے ہیں۔ ورنہ اگر یہ لوگ میرے مقام کو شناخت کرتے تو ایسا نہ کرتے۔

آپ کی استقامت اور ثابت قدمی کا اعلان قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ کہ ان سے کہدے۔ میں تمہاری دھمکیوں اور تمہارے بلند بر خوفناک منصوبوں سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ میری زندگی اور میری موت۔ میری عبادت اور میری قربانی سب خدا ہی کے لئے ہے۔ پھر تمہاری مخالفت اور مصیبتیں میرے ارادوں میں کس طرح تغیر و تبدل لا سکتا ہے؟

(۳)

کسی انسان کے استقلال اور استقامت کے سخت ترین امتحان کی گھڑیاں وہ ہوتی ہیں۔ جبکہ اس کے پیارے دوست اور رشتہ دار اسکی رائے اور ارادوں میں اپنی دوستی کے طفیل تغیر و تبدل کرانا چاہتے ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ ایک انسان اپنے اعداء اور مخالفین کی ترغیب و ترہیب سے ڈر کر اپنے مقصد وحید کو چھوڑنے پر تیار نہ ہو۔ مگر اپنے دوستوں اور رشتہ داروں اور پیاروں کی تحریص و ترغیب کے علی الرغم اپنے پائے استقامت میں تزلزل نہ آنے دینا یقیناً اسکی استقامت اور استقلال کا عظیم الشان ثبوت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ حق اور توحید خداوندی کے اعلان سے مخالفین نے باز ... رکھنا چاہا۔ انواع و اقسام کے مصائب و شدائد میں مبتلا کیا۔ مگر جب ان کی یہ سرگرمیاں کارگر نہ ہوئیں تو انہوں نے ترہیب و تعذیب کے طریق کار کو چھوڑ کر تحریص و ترغیب کے ہتھیار سے کام لینا شروع کیا۔ مگر پھر بھی ان کے عظیم منصوبے مواعید و مواثیق خدا تعالےٰ کے اولوالعزم رسول کو توحید الٰہی کی اشاعت سے نہ روک سکے۔ آخر ہر طرح سے مایوس ہو کر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب (جنکی کفالت میں آپ رہتے تھے) کے پاس گئے۔ اور جا کر کہا۔ اے ابوطالب! تو ہماری نظروں میں معزز اور بزرگ ہے۔ تیرے بھتیجے نے ہمارے بتوں کی مذمت اپنا شعار اور ہمارے متعدد خداؤں کے بالمقابل خدائے واحد کی تبلیغ کرنا اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیا ہے۔ ہم نے اسکو بہت روکا۔ مگر اس پر ہماری کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ آخرکار ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ اور تجھ سے کہتے ہیں۔ کہ تو اپنے بھتیجے کو سمجھا کیونکہ ہم کو محض تیرا پاس خاطر ہے۔ جس کے باعث ہم نے اسکو جانی نقصان نہیں پہنچایا۔ لیکن آج ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر اب بھی وہ باز نہ آیا۔ تو ہم تیرا بھی مقابلہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ابوطالب نے ان سے وعدہ کیا۔ کہ وہ اپنے بھتیجے کو ان کا پیغام پہنچا دیں گے اور سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ اور کہا۔ اے پیارے بھتیجے! میں اب بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ زیادہ عرصہ تک قریش کا مقابلہ کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ میں تجھ سے یہ نہیں کہتا۔ کہ تو ایک خدا کو نہ مان۔ البتہ یہ کہتا ہوں۔ کہ ان کے بتوں کی مذمت نہ کر۔ اور اپنے مخصوص خیالات کی تبلیغ چھوڑ دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیغام کو سنا۔ اور اس کا یہ جواب

دیا۔ یا عمّ! لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِی یَمِیْنِیْ وَ الْقَمَرَ فِی شِمَالِیْ مَا تَرَکْتُ ھٰذَا الْاَمْرَ اِلَّا اَنْ یُّظْھِرَہُ اللّٰہُ اَوْ اَھْلِکَ فِیْہِ۔ فَدَمَعَتْ عَیْنَاہُ فَوَلّٰی بَاکِیًا۔ (الطبری ج ۳ ص ۱۱۷۸) یعنی اے چچا! اگر آپ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دیں۔ پھر بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا سوائے اس کے کہ خدا مجھ کو اس جنگ میں غالب کر دے یا میں اسی میں مارا جاؤں۔ یہ فرمایا۔ اور سوچا کہ دنیا میں ایک ہی پیارا شفیق چچا تھا وہ بھی ساتھ چھوڑ رہا ہے۔ آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ اور منہ موڑ کر دوسری طرف چل پڑے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان الفاظ نے ابو طالب کو بھی بے تاب کر دیا۔ انہوں نے کہا۔ اَقْبِلْ یَا ابْنَ اَخِیْ! اِصْنَعْ مَا اَحْبَبْتَ فَاِنِّیْ لَا اُسْلِمُکَ لِشَیْءٍ اَبَدًا۔ کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! میری طرف آ۔ تو جو چاہتا ہے کر۔ میں دنیا کی کسی چیز کے بدلے بھی تجھ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

کفار نے جو کچھ کر سکتے تھے کر دکھایا۔ آپ کا خطرناک مقاطعہ اور بائیکاٹ کیا۔ تین سال تک آپ اور آپ کے رشتہ داروں کو تمام مسلمانوں سمیت شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا۔ خدا تعالےٰ نے ایسے سامان پیدا کر دئے کہ چند نیک دل لوگوں کے دل میں تحریک کی جو رات کے وقت خود اس اولوالعزم رسول اور اس کے غریب مگر ثابت قدم ساتھیوں کو کچھ پہنچا دیتے تھے۔ یہ تمام تکالیف۔ مصائب و شدائد روز بروز اپنی شدت میں حد سے بڑھتے گئے۔ مگر اس کے باوجود اسلام کی تبلیغ نہ رکی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسلسل جد و جہد اور استقامت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ فرد واحد ایک قوم بن گیا۔ کفر اور شرک تائید خداوندی کے ساتھ اسلام اور توحید کی صورت میں تبدیل ہو گیا وہی جو بتوں کی خاطر خدا کے برگزیدہ رسول کو طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے۔ توحید کے علمبردار بنے۔ اور توحید کے لئے اپنی جانیں قربان کیں وہی جو آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ آپ کے پسینے کے ایک ایک قطرہ پر خون کی ندیاں بہانے والے ہوئے۔

یہ وہ تغیر عظیم تھا۔ کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ اس وقت سے لیکر آج تک **محمد عربی** صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے غلاموں کے سوا کسی سے ظہور میں نہیں آیا۔ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزم و استقامت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ آپ نہ صرف خود ساری دنیا کے مقابلہ میں پہاڑ بن کر کھڑے رہے۔ بلکہ اپنے ماننے والوں میں بھی وہ طاقت اور قوت پیدا کر دی۔ کہ انہوں نے نہایت ادنیٰ حالت سے اٹھ کر دنیا کی زبردست سے زبردست سلطنتوں کا تختہ الٹ کر رکھ دیا اور کوئی طاقت ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکی۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا<br>فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٖ

# خاتم النبیین کا اسوۂ حسنہ

(از عبد الجلیل صاحب عشرت متعلم اسلامیہ کالج لاہور)

دنیا میں انقلاب آتے رہتے ہیں۔ اور آتے رہیں گے۔ قومیں پیدا ہونگی اور مٹ جائیں گی۔ بڑی بڑی مدبر اور مصلح ہستیاں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ اور ہونگی۔ لیکن مادر گیتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اکمل انسان پیدا کرنے سے قاصر رہے گی۔ آج چودہ سو سال کا طویل عرصہ گذر چکا ہے۔ کہ وہ مبارک ہستی اس دنیا میں موجود تھی۔ اس وقت سے لیکر آج تک اربوں انسان آپ کا کلمہ پڑھتے رہے۔ لاکھوں نظم و نثر میں۔ قلم و زبان سے ان عظیم الشان احسانات پر جو آپ کی ذات ستودہ صفات نے دنیا پر کئے خراج تحسین ادا کرتے رہے۔ کیا دنیا میں ایسی ہر دلعزیزی کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ اور کیا یہ ایک زبردست نشان نہیں۔ جو اس باکمال ہستی کی صداقت کا زبردست شاہد ہے!

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام خوبیاں جمع کر دی گئی تھیں۔ جو کسی انسان میں ممکن ہو سکتی ہیں کسی نے خوب کہا ہے

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری<br>آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی پاکیزہ زندگی ہر ایک شعبۂ زندگی میں کامل نمونہ تھی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (الاحزاب ۲۱)

کہ رسول اللہ کی زندگی تمہارے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ آنحضرت ایام طفولیت ہی میں نہایت متین۔ سنجیدہ۔ اور غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے بچپن میں عام بچوں کی طرح کھیل کود کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور اسی میں خوش رہتے۔ گالی گلوچ۔ فضول گفتگو اور آوارہ گردی جو عام بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ آپ سے کوسوں دور تھی۔ جس انسان کو خدا تعالےٰ نے دنیا کا معلم بننا تھا۔ کیوں نہ اس کی فطرت ہی نیک ہوتی۔ یہ زمانہ بچوں کے لئے نمونہ ہے۔

عہد شباب ایک سخت امتحان کا زمانہ ہوتا ہے۔ جوانی دیوانی مشہور ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری<br>وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیزگار

آنحضرت کی جوانی کا زمانہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں گذرا۔ اور آپ پر گندے اور پلید ماحول کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا۔ اہل عرب کی ضلالت و جہالت کی زندگی۔ بت پرستی۔ توحید سے بیزاری اور شرمناک رسومات کو دیکھ کر حضور کے دل میں ان کی اصلاح کے لئے تڑپ پیدا ہوئی

اسی زمانہ میں ایک انجمن "ابو الفضول" بنائی گئی تھی جس کا مقصد تقریباً کہ ملک کی اصلاح اور مظلوموں کی حمایت کی جائے۔ آپ اس کے ممبر بنے۔ اگرچہ وہ انجمن کچھ کام نہ کر سکی۔ لیکن آپ کا ممبر ہونا بتاتا ہے۔ کہ آپ قوم و ملک کی اصلاح کے لئے کس قدر بے قرار تھے۔ آپ کے ذاتی صفات کی وجہ سے لوگ آپ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ جو آپ کی راستبازی و دیانت ہی پر دال ہے۔ جس وقت حضرت خدیجہ نے آپ کو تجارت کے لئے ملک شام بھیجا۔ تو آپ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ آپ کی پاکیزہ جوانی دیانت داری اور بقول سر میور شرافت و نجابت دیکھکر ہی اس فہمیدہ خاتون نے آپ سے نکاح کی درخواست کی۔ اس زمانہ میں آپ نہایت عابد اور زاہد انہ زندگی بسر کرتے۔ غار حرا میں چلے جاتے۔ اور پہروں اللہ تعالےٰ کے حضور نہایت خشوع و خضوع سے دعائیں کرتے۔ اور ملک و قوم کی بدبختی پر آٹھ آٹھ آنسو روتے۔ یہ ہے آپ کی جوانی۔ اسی کی وجہ سے آنحضرت نے دعویٰ رسالت کے بعد پکار کر کہا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس ۱۷)

کون تھا جو ایسی زندگی پر حرف گیری کر سکتا۔ اور آج کون ہے جو ایسا کر سکے۔ آپ کی زندگی کا یہ زمانہ نوجوانوں کے لئے شمع راہ ہے۔

چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے چن لیا۔ ۲۳ سال کے اس عرصے میں خدا کے اس برگزیدہ نبی نے دنیا کے لئے وہ کام کیا۔ اور اپنے قول و فعل۔ علم و عمل سے وہ نمونہ پیش کیا۔ کہ دنیا باوجود اپنے ارتقاء کے آج تک انسانوں میں سے ایسی کوئی مثال پیش نہ کر سکی۔ اور نہ کر سکے گی۔ مگر آہ! عرب کے ناسمجھ اور نادان لوگوں نے اپنے اس محسن کی قدر نہ کی۔ اس درد مند انسان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ غلاظت پھینکی گئی۔ گالیاں دیں۔ اور آپ کے قتل کرنے کی سازشیں کیں۔ غرض ہر ایک طرح سے تنگ کیا۔ لیکن آپ معاندین کے لئے دعائیں ہی کرتے رہے۔ اور نہایت ثابت قدمی سے پیغام حق پہونچانے میں مصروف رہے اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا۔ آپ مدینہ پہونچے۔ اہل مکہ نے وہاں بھی تنگ کرنا شروع کیا۔ آخر جنگیں ہوئیں جن میں حضور نے ایک زبردست جرنیل کی طرح فوجوں کی قیادت کی۔ نہایت احسن طریق سے فوجوں کو ترتیب دیتے۔ صحابہ کرام سے مشورہ لیتے جنگوں میں نہایت بہادری سے لڑتے۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کی تمام فوج بھاگ گئی۔ لیکن اللہ کا یہ جری رسول اپنی جگہ پر چند جانثاروں کے ساتھ جما رہا۔ اور دشمنوں کے پیہم حملوں کی قطعاً پروا نہ کی۔ ... بہادری ... ہیں۔ اس قدر بہادر ہونے کے باوجود آپ ہمیشہ جنگ سے اجتناب کرتے۔ مخالفین کے بچوں۔ عورتوں اور بوڑھوں کی حفاظت کرتے۔ غرضکہ آپ ایک اعلیٰ جرنیل کا بھی کامل نمونہ تھے۔

آنحضرت صلعم کا زمانہ بعثت۔ خلق خدا کی خدمت ... میں گذرا۔ آپ نے اپنے اخلاق حسنہ سے مخالفوں ... ایک دن کا ذکر ہے ... ایک ... یہودی کی جنازہ ... [illegible] ... زندگی ... ایسی ... سعد ... حضور نے ... [illegible]

...ادا کر دیا جائے گا۔ لیکن اس نے نہایت سختی سے گفتگو کی۔ اور طعنوں پر آگیا کہنے لگا۔ تمہارے بڑے بھی نادہندہ تھے حضرت عمرؓ کو طیش آگیا لیکن حضور نے ان کو منع کیا۔ اور نہایت اخلاق سے قرضخواہ کا قرضہ ادا کر دیا ایسے سینکڑوں واقعات آپ کی زندگی میں ہوئے۔ اخلاق اور رحم کا آپ مجسمہ تھے۔ اس زمانہ میں ریاستی اشغال کے علاوہ آپ کثرت سے اللہ تعالے کا ذکر کرتے تھے۔ آپ جیسا عابد بھی دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ آپ راتوں کو لگاتار اپنے خالق کے حضور کھڑے رہتے اور اسی حالت میں پاؤں متورم ہو جاتے لیکن آپ کے زہد میں فرق نہ آتا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں رات کو جاگی۔ تو آنحضرتؐ کو بستر پر نہ دیکھا۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن آپ دکھائی نہ دیئے۔ میں باہر گئی تو آپ قبرستان میں اللہ تعالے کا ذکر کر رہے تھے۔ غرض آپ عابد اور زاہد ہونے کی حیثیت میں بھی کامل نمونہ تھے۔

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات کی خانگی زندگی بھی ایک کامل نمونہ تھی۔ آپ نے متعدد نکاح کئے۔ جو کسی نفسانی جذبہ کے ماتحت نہیں تھے۔ بلکہ محض اللہ تعالے کی رضاجوئی کے لئے۔ اور ہر نکاح میں خلقِ خدا کے لئے فائدہ مضمر تھا۔ آپ کی تمام بیویاں سوائے حضرت عائشہؓ کے بیوہ یا مطلقہ تھیں جن سے نکاح کر کے آپ نے ان کی دستگیری فرمائی۔ بیویوں سے آپ کا حسن سلوک نہایت ہی اعلیٰ تھا۔ آپ نے اپنے پیروؤں سے بھی کہا خیرکم خیرکم لاھلہ تم میں سے وہی اچھا ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے گھر کا کام کرنے میں اہل خانہ کی امداد کرتے۔ آپ کی سخاوت کی وجہ سے گھر میں کئی کئی دن کا فاقہ ہوتا۔ کھجور اور جو کی روٹی سب سے بڑی خوراک تھی جتنی الوسع غریب رشتہ داروں اور ہمسایوں کی امداد کرتے۔ لونڈی غلاموں پر آپ نے جو احسان کیا ہے۔ اس کی کوئی مثال نہیں۔ آپ نے اپنے وصال کے وقت بھی لونڈیوں اور غلاموں کے حقوق کے متعلق خاص تاکید فرمائی۔ یتیموں مسکینوں اور مظلوموں کی حمایت اور امداد کے لئے آپ ہر وقت کوشاں رہتے الغرض آپ کی خانگی زندگی بھی ایک بے مثال نمونہ ہے۔ کفار سے آنحضرتؐ کے جنگ ہوتے رہے۔ اس کے بعد صلح کا زمانہ آیا۔ آپ نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ کو فتح کیا۔ وہ شخص جسے اس کے وطن والوں نے بے وطن کر دیا تھا۔ اب فاتح کی حیثیت میں آ رہا تھا۔ جن لوگوں نے اس کو دردناک تکالیف پہنچائی تھیں۔ بارگاہ نبوی میں کھڑے کانپ رہے تھے اگر اس وقت ان کے قتل کا بھی حکم دے دیا جاتا۔ تو قابل اعتراض نہ تھا کیونکہ وہ لوگ اسی قابل تھے لیکن نہیں رحم و عفو کے اس پیکر نے فرمایا۔ لا تثریب علیکم الیوم جاؤ آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ وہ سب جس کو بھی چاہتے ہے جس سے یہ الفاظ نکلے۔ کیا کوئی ایسے عفو و رحم کی مثال پیش کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اس اعلان کا ہونا تھا۔ کہ فتح مکہ کے ساتھ اہل مکہ کے دل بھی فتح ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے ایک عادل اور رعایا پرور بادشاہ کی طرح حکومت کی۔ لوگ جوق در جوق اسلام میں آئے کسی پر سختی نہیں کی گئی۔ صرف اسلام کی صداقت اور حضور کی ذات مبارک تھی۔ جو ان کے

# رسولِ کریمؐ کا سلوک غلاموں سے

از سیدہ امۃ السلام صاحبہ بیگم جناب مرزا رشید احمد صاحب قادیان

## غلامی کا رواج کس طرح ہوا

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کہ غلامی کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آیا ہے۔ شروع شروع میں غلام بنانے کا طریق اس طرح رائج ہوا کہ جب دو قبیلوں دو قوموں یا دو ملکوں میں جنگ چھڑتی۔ تو مفتوحہ قوم کے جنگجو لوگ یا بعض اوقات تمام کے تمام مرد قتل کر دیئے جاتے اور عورتوں اور بچوں کو قید کر کے غلام بنا لیا جاتا۔ پھر آہستہ آہستہ جب یہ ظاہر ہوا۔ کہ خدمت لینے کا یہ ایک مفید ذریعہ ہے۔ تو سوائے ان خاص لوگوں کے جن کو واجب القتل سمجھا جاتا۔ باقی سب مردوں کو بھی بجائے قتل کرنے کے غلام بنا لیا جاتا۔ اور اس طرح پر تعداد غلاموں کی تعداد بہت بڑھتی گئی۔ اور آخر میں تو لوگوں نے جنگی قیدیوں کے علاوہ غلام بنانے کے اور بہت سے ظالمانہ طریق بھی اختیار کرلئے۔ مثلاً اگر کسی قبیلہ یا قوم کو کمزور دیکھا۔ تو اس پر حملہ کر کے لوگوں کو قید کر لیا۔ اور پھر غلام بنا لیا۔ وغیرہ وغیرہ ذالک۔ یہ غلام بنانے کا طریق ایسا وسیع ہو گیا۔ کہ آہستہ آہستہ دنیا کے تمدن کا ایک ضروری حصہ سمجھا جانے لگا۔ چنانچہ غلامی کا رواج کم و بیش تمام ممالک میں جاری تھا۔ ہزاروں غلام دکھ اور مصیبت کی زندگی گذار رہے تھے اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔

## غلاموں کے متعلق رسول کریمؐ کی تعلیم

جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر نبوت کا دعوے کیا۔ تو آپ نے علاوہ اپنی دیگر تعلیمات کے غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی بھی تعلیم دی۔ اور خود اپنے نمونہ سے اس تعلیم کو پختہ کر دیا چنانچہ آپ کی تعلیم کا عرب کے غلاموں پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ اور وہ آپ کو اپنا نجات دہندہ تصور کرنے لگے یہی وجہ تھی۔ کہ عرب کے غلاموں میں اسلام نہایت سرعت کیساتھ پھیل گیا۔ اور غلاموں کی حالت بدلنی شروع ہو گئی۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ جوں جوں اسلام نے ترقی کی غلاموں کی حالت سدھرتی گئی۔ اور سوائے ایک تنظیمی فرق کے جو ایک افسر اور ماتحت میں ہوتا ہے۔ آقا اور غلام میں کوئی امتیاز نہ رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف غلاموں کی حالت کو بہتر بنایا بلکہ آئندہ کے لئے بھی غلامی کے ظالمانہ طریق کو منسوخ فرما دیا

اگر آپ کسی کو کسی غلام پر سختی کرتے دیکھتے۔ تو اسے سختی سے روکتے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ابو مسعودؓ کی روایت آئی ہے کہ میں نے ایک دفعہ اپنے ایک خادم کو مارا۔ اس وقت میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی۔ کہ "ابو مسعود کیا کر رہے ہو؟" میں نے اس وقت غصہ میں اس آواز کو نہ پہچانا۔ اور برابر مارتا رہا۔ پھر آواز آئی۔ "ابو مسعود کیا کر رہے ہو؟" میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری طرف بڑھے چلے آتے تھے۔ آپکو دیکھ کر میری چھڑی ہاتھ سے گر گئی۔ اور میں خوفزدہ ہو کر آپ کی طرف دیکھنے لگا۔ آپ نے میری طرف غصہ کی نظر سے دیکھا۔ اور فرمایا "ابو مسعود تمہارے سر پر خدا ہے۔ جو کہ تمہارے متعلق اس سے بہت زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ جو تم اس غلام پر رکھتے ہو" میں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ میں خدا کی خاطر اس غلام کو آزاد کرتا ہوں" آپ نے فرمایا۔ "اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ سے نہ بچ سکتے"۔

## غلاموں کو آزاد کرنا

اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ غلاموں کی حالت بدل گئی۔ اور وہ غلام جو جانوروں سے بھی بدتر خیال کئے جاتے تھے۔ پھر انسانوں کی صف میں شمار ہونے لگے۔ آپ غلاموں کو آزاد کرنے کی بہت کوشش فرماتے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تعلیم اور عملی نمونہ سے اس بات پر خاص زور دیا ہے اور اس میں آپ کو نمایاں اور عظیم الشان کامیابی بھی ہوئی۔ آپ کا عملی نمونہ تو یہ تھا۔ کہ آپ جو غلام بھی خریدتے۔ اسے آزاد کر دیتے۔ اور صحابہؓ جو آپ کی صحبت میں رہتے تھے وہ آپ کے عملی نمونہ سے سبق سیکھتے۔ اور ویسا ہی کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ من اعتق رقبۃ مسلمۃ اعتق اللہ بکل عضو منہ عضوا من النار یعنے جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا۔ اللہ تعالے اس کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرے گا۔

## غلامی کی روح کو مٹانے کی کوشش

آپ نے غلامی کی روح کو مٹانے کی تدابیر اختیار فرمائیں گو یہ تدابیر جب ہی کامیاب ہو سکتی تھیں۔ کہ آقا و غلام دونوں کی ذہنیت کو بدل دیا جاتا۔ آقا غلاموں کو مدت تک غلامی کی حالت میں رکھنے کی وجہ سے انسانیت سے گرا ہوا خیال کرنے لگے تھے اور غلام یہ سمجھنے لگے تھے کہ گویا خدا نے ان کو اسی غرض کے لئے پیدا

کیا ہے۔ اس صورت میں گو محض آزادی دے دینے کا کوئی حقیقی فائدہ نہ ہوتا۔ کیونکہ آقا اپنے آپکو ہمیشہ ایک اعلےٰ ہستی اور غلام اپنے آپ کو ایک ادنےٰ ترین ہستی تصور کرتے رہتے۔ اور اس طرح آزاد ہونے کے بعد بھی غلام ذلت کی زندگی ہی بسر کرتے پس اس مقصد کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مساوات کو قائم کیا۔ اور غلام و آقا کے لئے ایک ہی عبادت گاہ بنائی۔ اور ایک سے حقوق مقرر کئے چنانچہ ایک موقعہ پر آپ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام زید بن حارث کو جنگی مہم میں دوسروں پر امیر مقرر فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ غلام بھی اگر قابل ہو۔ تو دوسروں پر اعزاز حاصل کر سکتا ہے غرضیکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عملی نمونہ سے غلام و آقا کا امتیاز مٹا دیا۔ اور وہ غلام جو آپ کی بعثت سے پہلے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور زندگی سے بیزار تھے۔ آپ کے طفیل آزادی کا لطف اٹھانے لگے۔ الغرض اگر کوئی ان حالات پر نظر ڈالے جو کہ آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے غلاموں کے تھے۔ اور پھر ان مخالف حالات کو سوچے جن میں رسول کریمؐ نے ان کی اعانت کا بیڑہ اٹھایا۔ اور پھر اس حالت کو دیکھے جس تک آپؐ نے غلاموں کو پہنچا دیا۔ تو بے اختیار اس کا دل اس محسن پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے لئے بے تاب ہو جائے گا جس نے بغیر کسی ذاتی مفاد کے اپنے آپ کو تکالیف میں ڈال کر بیکس لوگوں کی مدد کی۔ اور ان کو مظالم سے نجات دلا کر دنیا میں حقیقی مساوات کی بنیاد قائم کی ؛

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک و سلم

---

# رسول کریمؐ ایک ماہر معاشیات کی حیثیت میں

از قاضی عبد الرحیم صاحب بھٹی بی کام فائنل

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو روحانیات کا جو اعلیٰ مرتبہ خدا تعالےٰ نے عطا کیا۔ وہ اس بات کا متقاضی نہیں ہے۔ کہ آپکو دنیوی معاملات میں بھی ماہر ثابت کیا جائے لیکن آج کل کے ماہرین معاشیات چونکہ دعوے کرتے ہیں کہ دنیا کا آئندہ مذہب اکونامکس کی تھیوریوں پر ترتیب دیا جائے گا۔ اور وہ دن دور نہیں۔ جب عالمگیر اخوت و اتحاد کی بنیاد بجائے مذہب کے معاشی نظریے ہی قرار پائیں گے۔ اس لئے میں اس مضمون میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ماہرین مذکور کا خیال بالکل غلط ہے۔ اصل اتحاد اسلام ہی کے بتائے ہوئے اصول پر قائم ہو سکتا ہے۔ اور جن نظریوں پر ان کو اتنا ناز ہے۔ وہ صحیح شکل میں اسلام میں موجود ہیں۔ اکونامکس کے چار حصے ہیں۔ حصول دولت۔ صرف دولت۔ تبادلۂ دولت۔ تقسیم دولت

## حصول دولت

دولت کے پیدا کرنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ زمین۔ محنت اور سرمایہ کی۔ زمین سے مراد اکونامکس کی اصطلاح میں قدرت کے ذرائع اور ذخائر ہیں۔ خواہ وہ زمینی ہوں۔ یا آسمانی۔ مثلاً بارش بجلی۔ معدنیات اور پانی یہ سب زمین کہلاتے ہیں۔ قرآن شریف میں آیا ہے دنیا میں جو کچھ ہے سب خدا نے انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور دنیا کی ہر چیز پر تصرف حاصل کرنے کے لئے جس قدر زور اسلام نے دیا ہے۔ اور کسی مذہب نے نہیں دیا مزدور اور سرمایہ دار کے جھگڑوں کو جس حکمت عملی سے آنحضرتؐ نے مٹایا۔ وہ آج مغربی ماہرین معاشیات کو میسر نہیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے کام کر کے مزدور کو جس اعلےٰ حیثیت پر کھڑا کر دیا۔ اس کی نظیر نہیں ملتی مزدوروں کو آج کل پرانے زمانہ کے غلاموں سے بھی بدتر سمجھا جاتا ہے۔ اور سرمایہ داروں کی ریشہ دوانیاں اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ قوانین کے ذریعہ ان کی حالت بہتر بنانے کی تجاویز کی گئیں۔ مثلاً یہ کہ کام کرنے کے گھنٹے کم کر دیئے جائیں۔ یا عورتوں مردوں کو ایک جگہ کام نہ کرنے دیا جائے یا بچوں کو مزدور نہ رکھا جائے۔ لیکن جب تک سرمایہ داروں کے دلوں میں ہمدردی اور رحم کا جذبہ پیدا نہ ہو مزدوروں کی حالت بہتر نہیں ہو سکتی۔ اور یہ جذبہ اسی طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اسلام کے بتائے ہوئے اصول پر چلیں جیسے اسلام کی پیشکردہ مسلک حرمت میں منسلک ہو جائیں۔

## صرف دولت

مسئلہ صرف دولت کا لب لباب یہ ہے۔ کہ اگر انسان میں کوئی خواہش موجود نہ ہو۔ تو مادی ترقی ہونی بالکل محال ہے۔ کیونکہ یہ خواہش ہی ہے جو انسان کو کاروبار کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے کیا ہی اچھا فرمایا۔ کہ دنیا کے لئے تو اس طرح کام کرو۔ گویا کہ تم نے ہمیشہ ہمیش اس میں رہنا ہے لیکن آخرت کے لئے اس طرح سامان مہیا کرو۔ کہ گویا کل مرنا ہے پھر فرمایا مجھے رہبانیت پسند نہیں ہے۔ اس طرح سے آپ نے انسان کی قدرتی خواہش کو برقرار رکھا۔ اور اسے دنیا سے بالکل علیحدہ اور غافل نہیں کر دیا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ضروریات زندگی اور آسائش کا استعمال تو جائز قرار دیا۔ کیونکہ ان سے حسن کارکردگی بڑھتا ہے۔ لیکن تعیش کو منع فرمایا۔ کیونکہ اس سے ملک کا بہت سا روپیہ غیر منفعت بخش راہوں سے ضائع ہو جاتا ہے

## تبادلۂ دولت

آپس میں اشیاء کا تبادلہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ زر ہو اس زر کے ذریعہ سے ناجائز فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔ مثلاً جاپان نے اپنا زر یعنے ین کی قیمت گھٹا دی۔ جس سے اس کی تجارت کو گرانقدر فائدہ پہنچا۔ اور وہ ہندوستان کی منڈی کا پر قابض ہونے کے اہل ہو گیا وہ اس طرح کہ اگر پہلے ایک ین کے بدلے ہمیں تین روپے دینے پڑتے تھے۔ تو اب ایک روپیہ دینا پڑتا ہے۔ لازمی طور پر جاپان کی چیزیں سستی ہو گئیں۔ اور ہم ہندوستانی ان کو ترجیح دے رہے ہیں جس سے ہماری ملکی مصنوعات کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس طرح گویا زر کا اتار چڑھاؤ بین الاقوامی تجارت پر ایک ناخوشگوار اثر ڈالتا ہے۔ اسی لئے تجویز کی گئی تھی۔ کہ تمام دنیا کے لئے ایک مشترکہ زر رائج کیا جائے اور یہ مسئلہ حال ہی میں عالمگیر معاشی کانفرنس ۱۹۳۳ء کے سامنے آیا تھا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بعض قوموں نے اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر کوئی خاطر خواہ تصفیہ نہ ہونے دیا۔ اگر بین الاقوامی اتحاد کے لئے اسلام کی پیشکردہ تجاویز سامنے رکھی جائیں۔ تو مشترکہ زر کے متعلق مفید فیصلہ پر پہنچنے کے لئے کوئی دقت پیش نہ آئی ؛

پھر ماہرین نے یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ سونے یا چاندی کا سکہ مہنگا پڑتا ہے۔ اس کی جگہ کاغذی سکہ مروج کرنا چاہیئے۔ جو کم خرچ اور بالانشین ہو گا لیکن اس کے لئے بھی اعتماد اور باہمی اعتبار کی ضرورت ہے۔ جو حقیقی ایمان کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ چیز اسلام ہی میں مل سکتی ہے

## تقسیم دولت

موجودہ عالمگیر کساد بازاری کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ پیداوار کی مناسب طور پر تقسیم نہیں ہوتی۔ سرمایہ داروں کو جب امید کے مطابق نفع حاصل نہیں ہوتا۔ تو وہ یہ برداشت کر لیتے ہیں کہ سامان کو بالکل ضائع کر دیں۔ بہ نسبت اس کے کہ اس کو مناسب طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ “چنانچہ ہم اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ کہ آج آسٹریلیا میں اتنے من گیہوں نذر آتش کر دی گئی۔ یا فلاں ملک میں اتنی کھالیں پانی میں غرق کر دی گئیں۔ پس ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ مناسب تقسیم عمل میں لائی جائے۔ اور ایسا ہو نہیں سکتا جب تک سرمایہ داروں اور مزدوروں میں رابطہ اتحاد قائم نہ کیا جائے۔ اور یہ اتحاد سوائے اسلام کے کوئی اور پیدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسلام نے ہی انما المومنون اخوۃ کہہ کر سب ملی اور وطنی امتیازات یک لخت موقوف کر دیئے ہیں

## کیا دنیا اتحاد کی طرف آ رہی ہے

ماہرین معاشیات کہتے ہیں۔ کہ ہم اس اتحاد کی طرف آہستہ آہستہ آ رہے ہیں لیکن یہ محض ان کی حسن ظنی ہے۔ موجودہ حالات میں بین الاقوامی اتحاد کا قیام ایک خواب ہے۔ یہ آنحضرتؐ کی ہی پاکیزہ تعلیم ہے جس نے تنگ نظری اور کم ظرفی کی بجائے لوگوں میں بین الاقوامی نقطہ نظر پیدا کیا۔ اور ایسے اصول وضع فرمائے۔ کہ جن پر عمل کرنے سے باہمی اعتماد اور رابطہ اتحاد پیدا ہو سکتا ہے

## واحد حل

حیرت ہے۔ کہ ایک طرف تو ماہرین معاشیات کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ آئندہ مذہب کی بنیاد معاشی نظریوں پر رکھی جائے گی۔ اور دوسری طرف وہ باہمی اتحاد پیدا کرنے میں بالکل بے بس نظر آ رہے ہیں۔ یہی وقت ہے کہ وہ اسلام قبول نہیں کرتے۔ جہاں انکو معاشی ترقی کے بھی سارے سامان مل سکتے ہیں جن کے ماہرین ابھی متلاشی ہیں

# فلسفۂ سیاست اور حضور سرورِ کائنات

(از چودھری عبدالرشید صاحب مبتہم متعلم بی۔اے۔آنرز گورنمنٹ کالج لاہور)

## سیاست کی ضرورت

جب نوعِ انسان نے محسوس کیا۔ کہ ہر فرد بشر اپنی تمام ضروریات انفرادی طور پر پوری کرنے سے قاصر ہے۔ تو "تقسیم کار" عمل میں آئی۔ اہمیت کے لحاظ سے مختلف نوعیت کی خدمات مختلف گروہوں کے سپرد ہوئیں۔ چونکہ ہر شخص اتنا عقلمند نہیں ہوتا۔ کہ وہ تمام نشیب و فراز کو سمجھ سکے۔ اس لئے تقسیم کار اور اشتراکِ عمل کو نباہنے کے لئے ایک خاص ضابطہ کی ناگزیر ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اب سوال پیدا ہوا۔ کہ اس نظام کو کن ضوابط و قوانین کے ماتحت لایا جائے۔ کہ انسان شاہراہِ ترقی پر گامزن ہو سکے۔ متعدد حکماء و مدبرین نے اپنے اپنے خیالات کے مطابق اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ افراط و تفریط کے شکار ہو گئے۔

## حضور سرورِ کائنات

جب تمام فلسفی اور سیاسی مدبرین کوئی قطعی نظامِ حکومت تجویز کرنے سے عاجز آ گئے۔ زمین میں امن قائم ہونے کی بجائے اور بھی الجھنیں پیدا ہو گئیں۔ تو خداوند تعالےٰ نے سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ فرمایا۔ آؤ۔ اب ہم تمہیں سیاست کے صحیح اصول بتاتے ہیں۔ اور دیکھو۔ ہم ایک امی پر اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔ تاکہ تمہیں یقین آ جائے۔ کہ یہ کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں۔ تم نے اپنے نظریات کو یونان و روم جیسے متمدن ترین ممالک پر آزمایا۔ اور وہ ناکام ثابت ہوئے۔ ہم عرب جیسے وحشی۔ اور غیر مہذب ملک پر اپنے نظریات کا تجربہ کرائیں گے۔ اور وہ وہاں کامیاب ثابت ہونگے۔ تم میرے مامور کی عملی زندگی کا مطالعہ کرو۔ تم پر حقیقت کھل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

## عدمِ تشدد

حضور سرورِ کائنات نے بحکم ایزدی دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا دنیا نے بمتفقہ طور پر اپنی پوری طاقت سے آپ کی مخالفت کی اور تشدد سے کام لیا۔ لیکن حضور ان کو ہدایت کر ان کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ آپ نے کسی وقت تشدد سے کام نہ لیا۔ حتیٰ کہ جب فاتح کی حیثیت سے آپ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت بجائے تشدد کرنا تو رہا۔ ایک طرف لاتثریب علیکم الیوم کہہ کر تمام دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ عدمِ تشدد کی انتہا یہ تھی۔ کہ حضور مکہ معظمہ سے ہجرت کر گئے۔ موجودہ زمانہ میں گاندھی جی نے اس زریں اصول سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ خلوص کہاں۔ یہاں تو جذبۂ انتقام کار فرما تھا۔ اس لئے ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

## تالیفِ قلوب

دشمن پر قابو پانے کے لئے یورپ ہمیشہ تالیفِ قلوب سے کام لیتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں جو عملی ثبوت حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔ وہ تاریخِ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ آپ نے ہر موقعہ پر بڑے سے بڑے دشمنوں کو ہر قسم کا آرام اور سہولت پہنچانے کی کوشش کی۔ ان میں جو معزز ہوتے۔ ان کا احترام قائم رکھا جاتا۔ ان کے جذبات و احساسات کو مجروح ہونے سے بچایا جاتا۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقعہ پر جب ایک معزز اور مخلص صحابی کے منہ سے اہل مکہ کی تزلزل انداز ہیوں۔ اور ستم رانیوں کے پیش نظر یہ الفاظ بے ساختہ نکل گئے کہ آج مکہ والوں کی ذلت کا دن ہے۔ اور ابوسفیان نے اس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا جس نے یہ کہا۔ غلط کہا۔ اس کے سپرد سرداری کا جھنڈا تھا۔ فرمایا۔ اس سے جھنڈا لے کر اس کے بیٹے کے سپرد کر دیا جائے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ دشمنوں کے احساسات کا بھی آپ کس قدر خیال رکھتے تھے۔

## ضبط و نظم

سیاست کا اصل مقصد عوام کا انضباط و تنظیم ہے۔ کوئی سیاسی جماعت تنظیم کے اعتبار سے وہ نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ جو نماز پیش کرتی ہے۔ نماز باجماعت کی ادائیگی اسلام کا ایک بہت بڑا رکن ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس قدر اہمیت دی ہے کہ عشاء اور صبح کی نمازیں جن کا باجماعت ادا کرنا زیادہ اہتمام چاہتا ہے ان کے متعلق فرمایا۔ کہ جو لوگ ان میں شامل نہ ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی اور کو نماز پڑھانے کے لئے کھڑا کر جاؤں۔ اور کڑیوں کے گٹھے لے جا کر ان کو ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نماز باجماعت ادا کرنا کس قدر ضروری ہے۔

## انجمن بین الاقوام

آج سے چند سال پہلے سیاسی مصلحت کی بناء پر یورپین اقوام نے لیگ آف نیشنز قائم کی۔ دنیا نے خراجِ تحسین ادا کیا۔ اور کہا کہ اب ممالک کی باہمی کشیدگی مٹ جائے گی۔ لیکن آج جو اس کا حشر ہو رہا ہے۔ وہ محتاجِ بیان نہیں۔ میرے آقا حضور سرورِ کائنات نے اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے حج کی صورت میں لیگ آف نیشنز کا انعقاد فرمایا۔ اس الٰہی لیگ آف نیشنز آج تک کامیاب ہے اور ہمیشہ کامیاب رہے گی۔

## اقتصادی نظام

اس وقت سرمایہ داری دنیا پر حکومت کر رہی ہے۔ اور ہر ملک اقتصادی کساد بازاری کا شکار ہو رہا ہے۔ مزدور کو ہر لمحہ اپنا آخری وقت معلوم ہوتا ہے۔ انگریز "عالمگیر اقتصادی کانفرنس" منعقد کرتا ہے۔ لیکن ہوتا کیا ہے۔ ع

نشستند و گفتند و برخاستند

حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرمایہ داری جیسی لعنت دور کرنے کے لئے جو تجویز فرمائی۔ صرف اسی پر عمل کرنے میں دنیا کی عافیت ہے۔ آخر سب کو اسی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ حضور نے فرمایا۔ ہر وہ شخص جس کے پاس چالیس روپیہ تک سرمایہ ہو۔ وہ اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دے۔ اور اس طرح جو کچھ وصول ہو۔ اسے غریبوں میں تقسیم کیا جائے۔ اسی طرح صاحبِ توفیق حج کے لئے نکلیں۔ انہیں روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ اس طرح روپیہ ہاتھوں ہاتھ چلتا رہے گا۔ آج ماہرینِ اقتصادیات کہہ رہے ہیں۔ کہ روپیہ کے جمع نہ ہونے بلکہ ہاتھوں ہاتھ چلنے میں اقتصادی کساد بازاری کا علاج ہے۔ میرے آقا نے روپیہ کو متحرک کرنے کا بہترین طریق بتا دیا۔ اور اس طرح ہر ملک کا اقتصادی توازن برقرار رہ سکتا ہے۔

## سیاست اور مذہب

نظریاتِ سیاست مرتب کرتے وقت حکمائے یونان نے ایک بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا۔ اور ان کی یہی غلطی ان کی ناکامی کا سب سے بڑا باعث ثابت ہوئی۔ انہوں نے مذہب اور سیاست کو دو علیحدہ علیحدہ چیزیں تصور کر کے مذہب کو سیاست کے ماتحت کر دیا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مذہب اور سیاست میں تصادم ہونے لگا۔ اس کے برعکس اسلام اور سیاستِ اسلامیہ ایک ہی چیز ہیں۔ باقی رہا نظامِ حکومت۔ سو اس کی نوعیت کے متعلق بھی ہمیشہ جھگڑا رہا۔ کسی نے کوئی ہیئت تجویز کی۔ کسی نے کوئی۔ اسلام نے اس کشمکش کو ہی یکسر مٹا دیا۔ تمام سیاسی امور مذہبی راہنما کے ہاتھ میں دے کر امرھم شوریٰ بینھم کی ہدایت فرما دی۔ اس طرح شخصی آزادی بھی قائم رہی۔ اور اجتماعی نظام بھی مضبوط ہو گیا۔ اور یہی حکمرانی کا سب سے بہتر اور عمدہ طریق ہے۔

# رسولِ کریمؐ کے حالاتِ زندگی

از محترمہ امۃ الرحمن صاحبہ بنت حضرت مولوی شیر علی صاحب قادیان

مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر کرنا چاہیئے۔ جس نے اپنے فضل و رحم سے ہمیں ایک ایسا نبی بخشا۔ جو دنیا کے لئے کیا بلحاظ اخلاقِ کریمہ اور کیا بلحاظ رحمۃ للعالمین ہونے کے ایک دُرِ یکتا و لعل بے بہا ہے۔ خدا تعالےٰ کی یہ سنت قدیم سے چلی آتی ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گی۔ کہ وہ انسانوں کی جسمانی پرورش کے ساتھ روحانی نشوونما کا سلسلہ بھی جاری رکھتا۔ اور اسی قانون کے مطابق وہ اپنی مخلوق کی روحانی ترقی اور راہ نمائی کے لئے دنیا میں ایسی ہستیوں کو بھیجتا رہا ہے۔ جو اس کی بھولی بھٹکی مخلوق کو صراطِ مستقیم پر چلائے۔ یہ ایک الٰہی قانون ہے۔ جو ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آتا ہے۔ اور یہ کہ رات کا اندھیرا رفع نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہماری بینائی ہی کچھ کام کر سکتی ہے جب تک کہ خدا تعالےٰ کے حکم سے سورج طالع نہ ہو۔ چنانچہ ہمارے رحیم و کریم خدا نے اپنی مخلوق کے لئے جس کی پیدائش کی غرض و غایت ہی اللہ تعالےٰ نے روحانیت کا حصول بتائی ہے۔ یہ قانون بنایا ہے کہ وہ روحانی تاریکی سے نجات پا کر ہرگز روشنی میں نہیں آ سکتی۔ جب تک اللہ تعالےٰ ہی اپنی رحمت سے روحانی آفتاب چڑھا کر جو اس کے لئے موجبِ روشنی اور ہدایت ہو اپنی مخلوق کو صراطِ مستقیم پر گامزن نہ کرے۔ اس قانون کا اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب میں مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ اللہ تعالےٰ نے ہر قوم کی طرف ایک نہ ایک ڈرانے والا ضرور بھیجا۔ جو ان کے لئے روحانی آفتاب ہوتا رہا۔ وہ روحانی آفتاب جو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور جس کی وجہ سے تمام عالم میں روشنی پھیلی۔ اگر نہ ہوتا۔ تو کیا ہم دیکھ سکتے۔ اور کیا ہماری بینائی کچھ کام کر سکتی۔ پس یہ اس رحیم و کریم خدا کا ایک گراں قدر احسان ہے۔ کہ اس نے ایسا عظیم الشان روحانی راہ نما مبعوث فرما کر ہمیں چاہِ ضلالت سے نکالا۔ اور ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول ابتدائی چالیس سالہ زندگی۔ دوم زمانہ نبوت

---

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل ہی آپ کے والد عبد اللہ غریب الوطنی کی حالت میں وفات پا گئے تھے۔ اور ان کی ناگہانی وفات آپ کی والدہ آمنہ کے لئے سخت صدمہ کا باعث ہوئی لیکن اللہ تعالےٰ نے انہیں جلد ہی تسلی دی۔ انہی دنوں خواب میں دیکھا۔ کہ ان کے اندر سے ایک چمکتا ہوا نور نکلا ہے۔ اور دور دراز ملکوں میں پھیل گیا ہے چنانچہ خدا تعالےٰ کے وعدہ کے مطابق اس نور کا ظہور ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن بوقت صبح ہوا۔ عرب کے دستور کے موافق آپ کو قبیلہ ہوازن کی ایک عورت حلیمہ نامی بغرض رضاعت اپنے ساتھ لے گئی۔ جب آپ پانچ سال کے ہوئے۔ تو حلیمہ آپ کو واپس لائی۔ اور آپ کی والدہ کے سپرد کیا۔ لیکن بہت عرصہ نہ گزرا تھا۔ کہ آپ کی والدہ بھی قضاء الٰہی کے ماتحت اس عالمِ فانی سے رحلت فرما گئیں۔ اب آپ کے دادا آپ کے کفیل بنے۔ لیکن وہ بھی جلدی ہی فوت ہو گئے۔ اس لئے آپ کے چچا نے آپ کو اپنی کفالت میں لیا۔ حتی کہ آپ اپنی عمر کے تیرھویں سال کو پہنچے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ طفولیت کے اخلاق و اطوار سے ہی پتہ چلتا۔ کہ آپ غیر معمولی انسان ہیں۔ آپ کے چچا ابوطالب آپ کے بچپن کے اخلاق کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ میں شہادت دیتے ہیں۔ لم ار منہ کذبۃ ولا ضحکا ولا جاھلیۃ ولا وقفا مع الصبیان یلعبون میں نے کبھی محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو جھوٹ بولتے نہیں سنا۔ نہ کبھی ہنسی مذاق کرتے دیکھا۔ نہ کبھی آپ سے کوئی جاہلانہ بات سرزد ہوئی۔ اور نہ کبھی آپ نے بازاری آوارہ لڑکوں کے ساتھ تعلقات رکھے۔ اصحابِ عقل و فہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ایسی اعلیٰ اور بلند پایہ صفات کا ایک کم سن بچہ میں پایا جانا اس کی پاکیزگی فطرت کی کتنی بڑی دلیل ہے۔ اور یہ بات بھی پایہ ثبوت تک پہنچی ہے۔ کہ آپ ایک نورانی فطرت کے انسان تھے جو کہ ظلمت و تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہوئے

---

پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جوان ہو کر کاروباری زندگی میں مشغول ہوئے۔ اس زمانہ کے واقعات بھی آپ کے اعلیٰ اخلاق پر روشنی ڈالتے ہیں۔ عبد اللہ بن ابی الحمساء سے روایت ہے۔ کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی معاملہ کیا مگر بات ابھی ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ مجھے ایک ضروری کام کے لئے جانا پڑا اور میں نے جاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ کہ آپ ذرا ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔ مگر مجھے واپس آنا بھول گیا۔ اور تین دن گزر گئے۔ تیسرے دن جب میں وہاں آیا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہیں پایا۔ اور آپ نے مجھے صرف یہ فرمایا۔ تم نے مجھے تکلیف میں ڈالا۔ میں یہاں تین دن سے تمہارے انتظار میں ہوں"۔

---

آپ فطرۃً عربوں کی جاہلانہ رسوم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ اور لوگوں کی باطل پرستی دیکھ کر کڑھتے تھے۔ اور انہیں بچاتے تھے۔ ابتدا سے ہی آپ خلوت پسند تھے لیکن جوں جوں آپ کا زمانہ بعثت نزدیک آتا گیا۔ آپ لوگوں کی نظروں سے غائب رہنے لگے۔ اور علیحدگی میں اپنے معبودِ حقیقی کی یاد میں مشغول رہے۔ حتی کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا۔ اور خدا تعالےٰ کا پیغام پہنچایا۔

---

ابتدا میں جو لوگ آپ پر ایمان لائے۔ وہ نہایت ہی غریب طبقہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اور یہ سنت اللہ ہے۔ کہ شروع شروع میں اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے والے کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔ قریش نے جن کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے رشتہ کا تعلق تھا۔ آپ کی سخت مخالفت کی۔ اور اس نے اشاعتِ اسلام کو بزور روکنا چاہا۔ مگر آپ نے کسی تکلیف کی پرواہ نہ کی۔ اور ہر قسم کی مشکلات برداشت کرتے ہوئے دعوتِ حق دیتے رہے۔ آخر خدا تعالےٰ نے آپ کو کامل غلبہ و اقتدار عطا فرمایا۔ اس وقت آپ نے جو سلوک اپنے خون کے پیاسوں اور اشد ترین دشمنوں سے کیا۔ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

---

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بالخصوص عورتوں کے لئے ایک عظیم الشان رحمت ثابت ہوئے۔ آپ نے اس صنفِ نازک پر بیحد احسان کئے۔ اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اس کمزور و ناتواں مخلوق کا زندہ رہنا ہی آپ کے فضل اور احسان سے ہے۔ کیونکہ سلسلہ دختر کشی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا آپ نے ہی مسدود کیا۔ اور آج جبکہ حقوقِ انسانی اور حقوقِ نسوانی سے یہ بے کس طبقہ بہرہ ور ہے۔ وہ سب ہمارے اس محسنِ اعظم کی برکت سے ہی حاصل ہوئے۔ آپ کی بعثت سے قبل عورت کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ عورت کسی جائداد کی مالک نہ سمجھی جاتی تھی۔ وہ اپنے خاوند کی جائداد میں کوئی حصہ نہ رکھتی تھی۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لئے حقِ وراثت قائم کیا۔ اور مردوں کو حکم فرمایا۔ اِنْ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا کہ اگر تم ان کو ڈھیروں ڈھیر مال دو۔ تو پھر ان سے واپس نہ لو۔ یہ نقطہ دینِ اسلام کی خوبی ہے۔ کہ خاوند اپنی بیوی کے مال پر حق تصرف نہیں رکھتا۔ اور بیوی اپنی جائداد کی خود مالک ہے۔ اور اسے اپنی مرضی کے موافق خرچ کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کا حکم دیا اور فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہ اس کے ساتھ ہی آپ نے دنیا کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ پیش کیا۔ فرمایا حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ کہ تیرے مرصاحب شعور اندازہ لگا سکے۔

# خالصہ کتب میں نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر

(از گیانی واحد حسین صاحب مبلغ جماعت احمدیہ)

آنحضرت سردار دو عالم محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے متعلق جس طرح حضورؐ کے مبعوث ہونے سے پہلے تقریباً تمام مذاہب کی کتب مقدسہ میں ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے بعد تقریباً تمام مذاہب کے لیڈروں نے آپؐ کی صداقت کی تصدیق کی ہے اس وقت میرا روئے سخن صرف خالصہ دھرم کے متعلق ہے جس کے بانی بقول سکھوں کے سری گورو نانک صاحبؒ ہیں اگر ہم اس بات کو اس وقت نظر انداز بھی کر دیں۔ کہ حضور گورو نانک صاحب نے جو کچھ فیض حاصل کیا۔ وہ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی مقدس تعلیم سے حاصل کیا۔ تو بھی خالصہ بھائی اس امر سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ ان کی کتابوں میں حضورؐ کی صداقت کا ذکر وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ چنانچہ گورو نانک صاحب فرماتے ہیں:-

پیر پیغمبر سالک۔ صادق شہدے اور شہید
شیخ مشائخ۔ قاضی۔ ملاں۔ در درویش رشید
برکت تن کو اگلی۔ پڑھدے رہن درود
(گرنتھ صاحب آدسری راگ محلہ پہلا صفحہ ۱۹)

بابا نانک صاحب فرماتے ہیں۔ جس قدر پیر اور پیغمبر۔ سالک اور صادق۔ شہید۔ رشید اور شیخ۔ مشائخ۔ قاضی۔ ملاں۔ درویش گزر چکے ہیں۔ ان کو اگلے جہان میں اس لئے برکت حاصل ہوگی۔ کہ وہ درود پڑھتے رہتے ہیں۔ بے شک خدا کی درگاہ میں ہدایت یافتہ ہیں۔ وہ درود یہ ہے:-

اللھم صل علےٰ محمد وعلےٰ اٰل محمد کما صلیت علےٰ ابراھیم وعلےٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید:

ناظرین غور فرمائیں۔ کہ حضرت باوا صاحب نے درود شریف کا پڑھنا کس قدر بابرکت قرار دیا ہے:

بعد سری گورو ارجن صاحب فرماتے ہیں:-

اٹھے پہر بھوندا پھرے کھاون سندڑے سول
دوزخ پوندا کیوں رہے جاں چیت نہ ہوئے رسول
(گرنتھ صاحب صفحہ ۲۹)

یعنی لوگ ہر وقت تکلیفوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور بہت دکھ اٹھاتے ہیں۔ اے دوزخ میں گرنے والے اگر تجھ کو رسول پر یقین ہوتا۔ تو تو دوزخ میں کیوں گرتا:

پھر جنم ساکھی بھائی بالا میں لکھا ہے:-

"تاں پھر پیغمبر نوں جبرائیل لے گیا۔ اور وہاں پر پردے وچ پیغمبر نال گلاں ہوئیاں۔ جیسے پیغمبر باہر گڑی بانہدا سی۔ اوہ پردے وچ خدائے دی شبیہہ دسدی سی۔ تاں آواز ہوئی۔ اے پیغمبر میں تیری شبیہہ نہیں۔ توں میری شبیہہ ہیں۔ تاں ستے اپنے روپ دی صورت سب جگہ ہے تے صاف شیشے وچ نظر آوندی ہے۔ ایسے طرح میں سب جگہ ہاں۔ تیرا آئینہ صاف ہے۔ اوہ تیرے وچ میری شبیہہ نظر آوندی ہے۔" (صفحہ ۵۶۱)

بابا نانک صاحب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور پاکیزگی کا خوبی سے ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات جبرائیل لے گئے۔ اور حضورؐ کی پردے میں جناب الٰہی سے باتیں ہوئیں۔ پردہ میں خدا تعالےٰ کی صورت نظر آرہی تھی۔ پھر آواز آئی۔ اے پیغمبر میں تیری صورت نہیں۔ پر تو میری صورت ہے۔ میری صفات کی شکل سب جگہ ہے۔ اور صاف شیشے میں نظر آتی ہے۔ تیرا آئینہ دل چونکہ صاف ہے۔ اس لئے تیرے ذریعہ میری شبیہہ نظر آتی ہے:

پھر بھائی منی سنگھ جی فرماتے ہیں:-

"تاں اگے قادری درگاہ وچ گئے۔ تاں چادر دے باہر جواب سوال ہوندا سی۔ تے پیغمبر نے چادر اٹھا دتی۔ تاں کیا دیکھے جو میں جیسا ہر گڑی باندھتا تھا۔ ویسا ہی اندر میرے وچ خداوند شبیہہ ہے۔ تب خدا کا فرمان ہوا۔ کہ میں تیری شبیہہ نہیں توں میرا شبیہہ ہیں۔ میری صورت سب جگہ ہے۔ پر صاف شیشے وچہ نظر آوندی ہے۔ تیسے میں تجھناں وچ ہوں۔ پر تیرا صاف آئینہ ہے۔ تو تیرے وچ میری شبیہہ ظاہر ہے۔" (جنم ساکھی منی سنگھ صفحہ ۳۲۳)

مطلب یہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی درگاہ میں گئے۔ وہ باتیں کیں۔ تو جناب باری نے فرمایا۔ اے پیغمبر تیرا آئینہ صاف ہے۔ اور اس میں میری صورت نظر آتی ہے:

پھر بھائی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"پیغمبر نے مکے وچ تپ کیا تھا۔ تو آکاش بانی ہوئی کچھ در منگ تو پیغمبر نے کہا۔ کہ ایسا مذہب چلے جو سب اس میں شریک ہوں۔ وہ قبول ہوا۔" (جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صفحہ ۵۵ سطر ۱۸)

یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں عبادت کی تو الہام ہوا۔ کہ اے پیغمبر مانگ۔ کیا مانگتا ہے۔ اس پر آپؐ نے عرض کیا۔ کہ اے مولا ایسا مذہب چلا۔ جس میں سب لوگ شریک ہوں۔ یہ بات قبول ہوگئی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام خدا تعالےٰ کا قائم کردہ مذہب ہے:

پھر بھائی صاحب لکھتے ہیں:-

"گورو نانک صاحب غار حرا پر مردانہ کو بتلاتے ہیں۔ یہاں پر فرشتہ پیغمبر کو پیغمبری کی آیتیں لے آیا سی۔ سو اک آیت ایہہ ہے:-

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

اے پیغمبر جے میں تینوں نہ پیدا کراں۔ تاں آسمان زمین بھی پیدا نہ کراں۔" (جنم ساکھی منی سنگھ صفحہ ۱۴۸)

پھر لکھا ہے:-

"کلجگ میں بھرم کر سارا جگت بھول گیا۔ تاں مہاراج نے اپنی شکتی کر محمدؐ میں پا کر عرب دیش کا پیغمبر اتپت کیا۔ جاں بہت پنتھ کلجگ میں ورت گئے۔ تاں محمد پیغمبر کو پاپ کے مٹاون واسطے۔ اور نام دے جپاون واسطے۔ اللہ پاسنا دے ورڈ کرن واسطے اتپت کیا۔ اور اگیانیاں جیاں نے تیں دا اپدیش نہ مانیا۔" (جنم ساکھی منی سنگھ صفحہ ۳۳)

یعنی بھائی منی سنگھ بھائی گورو داس کی وار پہلی پوڑی ۱۹-۲۰ ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ جب کلجگ کی وجہ سے تمام لوگ بھول گئے۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنی طاقت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈال کر آپؐ کو عرب میں پیدا کیا۔ اور جب ست پنتھ (مذہب) دنیا میں رائج ہوگئے۔ تو حضرت محمدؐ کو نام جپانے اور پاپوں کے مٹانے کے لئے پیدا کیا۔ لیکن اگیانیوں نے یعنی نادانوں نے آپؐ کا حکم نہ مانا:

## سید کونینؐ کی نعت

(از سردار گوربخش سنگھ صاحب لعہ ہائی سکول ننکانہ)

| | |
|---|---|
| برابر ہو نہیں سکتا محمدؐ کے نبی کوئی | مرا رہبر ہوئے تن دنیا بھی ہر م شہادت سے |
| شادی بت پرستی حضرتؐ نے دنیا سے | سنائی دے اسلم کے گھر سے شور وحدت سے |
| تمیز نسل و رنگ قوم سب نے شادی ہے | تیرے افراد امت میں محبت اخوت سے |
| سبھی ہیں مسلماں ان کو اک کیل دنیا میں | دلوں میں پھونک دی حضرتؐ نے روح شجاعت سے |

# مذہبی آزادی کا دیوتا

از جناب شیخ محمد عمر صاحب مولوی فاضل سابق پنڈت یوگندر پال شرما

آج ہر طرف مذہبی آزادی کا شور برپا ہے۔ ہر ایک مذہب والے اپنے مذہب کے متعلق آزادی کا دعوے کر رہے ہیں۔ یورپ کوشش کر رہا ہے۔ کہ علاوہ جسمانی اور اقتصادی و ذہنی غلامی کے مذہبی غلامی کو بھی دور کر دے۔ مجھے اس وقت اس دوش پر کچھ لکھنا نہیں۔ کہ آیا کسی جاتی یا دوش کا یہ دعوے کہاں تک ستیہ پر مبنی ہے اور کیا کوئی مذہب اس میں کامیاب ہوا ہے یا نہیں۔ کہ اس نے دنیا سے مذہبی جبر و تشدد اور مذہبی غلامی کو مٹا دیا ہو۔ بلکہ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ آج تمام قومیں جو کہ بلحاظ تمدن و اخلاق کے مختلف ہیں۔ یہ کوشش کر رہی ہیں۔ کہ وہ اپنے اصول مذاہب اور عقائد حقہ میں جبر و اکراہ کی برائی کا اعتراف کر کے آزادی کے جس نقطہ پر پہنچنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اس کی طرف آج سے ۱۳۵۰ برس پہلے عرب کے ریگستان میں پیدا ہونے والے اسیروں کے نجات دہندہ اور صحیح آزادی کے داتا نے جنم سے کر پرماتما کے حکم سے لوگوں کو توجہ دلائی تھی

## لا اکراہ فی الدین کا سنہری اصل

آپ نے خدا تعالیٰ کے اس پاک حکم کے ماتحت مذہبی غلامی کے خلاف اس وقت آواز بلند کی۔ جبکہ دنیا اپنے مذہبی عقائد اور خیالات کو زبردستی پھیلانا عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ یہ حالت عرب ہی کی نہیں۔ بلکہ سارے سنسار میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً زوروں پر تھی۔ بودھ دھرم کے خلاف سوامی شنکر اچاریہ کا جبر و ستم اس کی بین شہادت ہے۔ اس وقت محض مذہب کے اختلافات کی وجہ سے لاکھوں بودھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور لاکھوں کو ہندوستان سے باہر نکال دیا

## ایک اہم واقعہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جبر فی الدین کے خلاف صرف وعظ اور نصیحت ہی نہیں کیا بلکہ اپنے عمل سے بھی ثابت کر دیا۔ کہ دین کے پھیلانے اور عقائد کے پرچار میں جبر کرنا خدا کی مخلوق پر ظلم ہے۔ چنانچہ آپ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ پیش کرتا ہوں۔ آپ نے جب مکہ فتح کیا۔ اور آپ فاتحانہ صورت میں داخل ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ آپ کے سامنے لائے گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کیا تم وہی ہو جنہوں نے مسلمانوں پر وہ ظلم کئے جن کی کوئی حد نہیں اب بتاؤ تمہاری کیا سزا ہے اور تمہارے مظالم کا آج تمہیں کیا بدلہ دیا جائے۔ اس کے جواب میں کفار مکہ نے کہا اے خدا کے برگزیدہ ہم آپ سے بہتری کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس سلوک کی امید رکھتے ہیں۔ جو کہ یوسف نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اذهبوا انتم الطلقاء جاؤ تم کو آزاد کیا جاتا ہے یہ کہہ کر سب کو چھوڑ دیا گیا۔

## دوسرا واقعہ

ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ وفد نجران جو کہ عیسائیوں کا ایک وفد تھا۔ آپ کے پاس آیا۔ جب ان کی عبادت کا وقت آیا۔ تو انہوں نے کہا۔ اے محمد بن عبد اللہ ہم اپنا گرجا کرنا چاہتے ہیں یعنی ہم اپنے مذہب کے رو سے عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم آزادی سے میری مسجد میں اپنے خدا کی عبادت اپنے مذہبی طریق سے کر سکتے ہو۔ چنانچہ انہوں نے مسجد میں اپنے عقائد کے مطابق عبادت کی۔ یہ دونوں واقعات ہر صاحب بصیرت کے لئے مذہبی آزادی کے بین نشان ہیں جیسے۔ دو خبر ہیں اگر آپ کفار مکہ کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے کہتے۔ تو وہ ضرور اسے مان لیتے۔ لیکن آپ نے ان کی جان بخشی کے لئے اسلام قبول کرنا شرط نہ قرار دیا اور انہیں مذہب کے بارے میں پوری آزادی دی۔ اسی طرح دوسرے واقعہ میں آپ نے عیسائیوں کو عبادت کرنے سے نہ روکا۔ بلکہ خوشی سے اپنی مسجد میں عبادت کی اجازت دی۔

## غیر مسلموں کی شہادت

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مذہبی رواداری کے متعلق سمجھدار اور باعلم غیر مسلم اصحاب کو بھی اعتراف ہے۔ اور انہوں نے نہایت صفائی سے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ آپ نے ہی دنیا میں اپنے خیالات کو پھیلانے کی آزادی قائم کی۔ اور دین کے معاملہ میں جبر اور سختی سے روکا۔ چنانچہ مشہور آریہ پروفیسر رام دیو جی لکھتے ہیں۔ حضرت محمد صاحب کے صرف تین معاون و مددگار تھے۔ ان کی جاتی قریش نے ان کو سخت تکلیف دی یہاں تک کہ انہیں مکہ سے بھاگنا پڑا۔ اور مدینہ جا کر ڈیرہ لگانا پڑا۔ محمد صاحب نے اپنے اپدیشوں سے ان میں وہ جادو کی بجلی پھونکی جو کہ انسانوں کو دیوتا بنا دیتی ہے مانپنے یہ بجلی راجوں مہاراجوں میں نہیں بھری۔ بلکہ عام لوگوں میں۔ اور یہ غلط ہے۔ کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے کبھی تلوار نہیں اٹھائی گئی۔ اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے۔ تو آج کوئی پھیلا کر دکھلائے۔ (پرکاش) پنڈت سری رام جی لکھتے ہیں۔ آپ نے مدعا شتو سے یہ چاہیں تو

موآزادی اور سوتنترتا کی سلام نے آگیا دی۔ اگر آج سارا سنسار اس پر اپنا عمل شروع کر دے۔ تو آج سنسار میں امن اور پریم کی دھارا بہتی ہوئی نظر آئے گی۔ (ہندو مسلم اتحاد) اس قسم کی بے شمار شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں

# نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

از محمد ممتاز علی خان صاحب قصبہ پورہ

اللہ نے بخشی ہے عجب نور کی تنویر
اخلاق محمد میں ہے قرآن کی تفسیر

دنیا کے علائق سے تعلق نہ تھا بالکل
ہاں عشق الہٰی نے کیا بستہ زنجیر

آرام سے اک شب بھی نہ سوتے میں بسر کی
دکھلا یا کہ یار سے ملنے کی ہے تدبیر

وہ کون ارادتی جو دلوں پہ ہوئی قابض
دنیا پہ تو کسی کے نہیں چل سکی شمشیر

پروانے تھے اس شمع رسالت پہ صحابہ
یہ رنگ الٰہی تھا اسی کی تھی یہ تاثیر

وہ ابر کرم بن کے زمیں ہیں برستا
پاتا ہے معلوم جسے دیکھتا دلگیر

دنیا میں غلامی کا جو جھگڑا تھا مٹایا
الفت کی جو بنیاد تھی اس کی ہوئی تعمیر

ہر ایک بدی اس نے زمانے سے مٹائی
سب کچھ تو کیا جسکی صحیفوں میں تھی تحریر

دشمن سے کبھی بھی وہی رحمت کی صدا تھی
اللہ سے علم و کرم و رحم کی تصویر

قرآن سے کیا فیض محمد ہے جہاں میں
ہاں آنکھ نہ تم کھولو تو کیا شمس کی تقصیر

# عشق محمد صلے اللہ علیہ وسلم

از مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر مولوی فاضل اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل

قلب حزیں ہے یاد محمد میں بے قرار
سینہ ہے شعلہ محبت سے لالہ زار

ذوق طلب میں ہے یوں داغ خوار عشق
آنکھیں ہیں اشکبار ہیں ان سے تار تار

سوز والم سے آہ بھی نکلی تو بن کے لو
آنسو بہے جو آنکھ سے بنتے گئے شرار

تیر نگاہ یار نے جب سے کیا شہید
سینہ بنا ہے حسرت و ارمان کا مزار

نار فراق یار نے مجھ کو جھلس دیا
باد صبا! اڑا کے چلی جا مرا غبار

آنکھوں پہ ہے اسکی تجلی کی منتظر
وہ چشم شوق جس میں تمنائیں صد ہزار

ہے آرزو کہ اب قفس جسد ٹوٹ کر
پرواز جاں شہ خوباں پہ ہو نثار

اے مرسل و شفیع و حبیب خدا تجھے
کہدوں میں حال دل نہیں کہنے پہ جسکے قرار

تیرے فراق میں دل طاہر ہے مضطرب
آنکھوں میں اسے بھی پہلو میں قرار

زیبا نہیں یہ عشق و محبت کے باب میں
دامان شوق میں پڑیں گل کی بجائے خار

آ آ کے اپنا جلوہ دیدار دکھا مجھے
جام مئے محبت مولے پلا مجھے

# محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

(از جناب عبدالمجید صاحب ادیب عالم ۔ گوجرانوالہ)

## زمانہ بعثت رسول اکرمؐ

آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا پر ایک ایسا زمانہ تھا۔ کہ اس کے متعلق اپنے اور بیگانے۔ دوست و دشمن مسلم اور غیرمسلم سب اقرار کرتے ہیں۔ کہ اس سے بڑھ کر تاریک و تار زمانہ کا پتہ تواریخ کی کتب سے نہیں لگ سکتا۔ وہ زمانہ جہالت۔ بے دینی اور اللہ تعالےٰ سے دوری کے اعتبار سے تمام گزشتہ زمانوں سے بڑھا ہوا تھا۔ اگر عرب میں بیٹی کو زندہ درگور کرنا۔ شرافت کہلاتا تھا۔ تو ہندوستان میں زندہ عورتوں کو بھڑکتی ہوئی چتاؤں میں جلاکر راکھ کر دینا۔ عین دھرم خیال کیا جاتا تھا۔ القصہ خداتعالےٰ اور بندے کا رشتہ منقطع ہو چکا تھا۔ شیطان کی حکومت کا زور دورہ تھا چونکہ وہ زمانہ تاریکی و ظلمت۔ جہالت اور بے دینی میں تمام گزشتہ زمانوں سے بڑھا ہوا تھا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے دنیا کی ہدایت اور راہنمائی کے واسطے نبی امی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھیجا جو گزشتہ تمام پیغمبروں۔ اوتاروں۔ ریفارمروں اور نبیوں سے نیکی اور تقوےٰ۔ پاکیزگی۔ اور طہارت میں بڑھے ہوئے تھے ؛

## خطاب رحمۃ للعالمین

اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرماتا ہے۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ یعنی ہم نے تجھے عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سردار انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قبل ہزاروں نبی گزرے۔ لیکن ان میں سے ایک بھی رحمۃ للعالمین کا خطاب نہ پا سکا۔ یہ خطاب صرف آپ کو اور آپؐ کی غلامی میں مبعوث ہونے والے انبیاء اور رسل کو ہی زیب دیتا ہے۔ آپؐ سے پہلے انبیاء و رسل تو کسی خاص بستی کسی خاص علاقہ کی درستی اور اصلاح کے واسطے تشریف لاتے رہے۔ لیکن سرور کائنات۔ فخر موجودات محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفعت شان اور علو مرتبت کے کیا کہنے! آپؐ کسی خاص مقام کسی خاص جگہ۔ کسی خاص علاقہ۔ کسی خاص ملک کی اصلاح کے واسطے مبعوث نہیں ہوئے۔ بلکہ شرق و غرب۔ کالے اور گورے۔ اور شاہ و گدا سب کے لئے آپؐ کی بعثت تھی۔ دنیا کے ہر فرد کے واسطے آپؐ رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپؐ اس وجہ سے بھی رحمۃ للعالمین کے خطاب کے مورد ہیں۔ کہ آپؐ نے سب سے اول ساری دنیا کو امن اور صلح کا پیغام دیا۔ آپؐ ہی کی تعلیمات میں جملہ مرسلین الٰہی کی تعظیم و تکریم کا سبق دیا گیا ہے۔ آپؐ ہی یہ اعلان فرماتے ہیں۔ کہ وہی شخص خدا کا مقرب کہلا سکتا ہے۔ جو نہ صرف قرآن کو۔ بلکہ ہر آسمانی کتاب کو اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے یقین کرے ؛

## خطاب خاتم النبیینؐ

اسی طرح اللہ تعالےٰ اپنے پاک اور مطہر رسول کے متعلق فرماتا ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں۔ لیکن خدا کا رسول ہے۔ اور نبیوں کی مہر۔ مطلب یہ کہ آپؐ تمام نبیوں سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور کل انبیاء کے کمالات اور اوصاف کے جامع ہیں ؛

سبحان اللہ! سرورِ عالی تبار کی کتنی بڑی شان ہے۔ کہ خداتعالےٰ نے نبوت کے تمام کمالات آپؐ پر ختم کر دیئے۔ اور صریح بتلا دیا ہے کہ جس طرح بحیثیت رسول اللہ ہونے کے آپؐ کی قوت قدسیہ سے مومن بن سکتے ہیں۔ اسی طرح بحیثیت خاتم النبیین ہونے کے آپؐ کی اطاعت اور پیروی سے نبوت کی رداء حاصل ہو سکتی ہے۔ برخلاف اس کے آپؐ سے پہلے انبیاء کی اطاعت اور پیروی سے لوگ صدیقیت اور صالحیت وغیرہ مراتب حاصل کر سکتے تھے ؛

## خطاب سراج منیر

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ رسول برحقؐ کی فضیلت کا اعلان اس طرح فرماتا ہے:۔ وداعیًا الی اللّٰہ باذنہ وسراجًا منیرا۔ یعنی اے نبی تو اللہ کی طرف پکارنے والا ہے۔ اور روشنی دینے والا سورج ہے۔

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے جس قدر ہادی اور مرسلین گزرے۔ ان کی مثال بجلی کے لیمپوں کی سی ہے۔ جو محدود وقت تک محدود جگہ کو روشن کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایک ہی جگہ کو منور کرنے کے واسطے کئی لیمپوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مثال سورج اگلے کی سی ہے۔ جو ساری دنیا کو روشن کرتا ہے ؛

دیکھو مادی سورج دنیا کو ۱۲ گھنٹے روشنی دیتا ہے۔ دن کے وقت خود دنیا پر ضیاپاشی کرتا ہے۔ پھر جب زمین کی گردش کے باعث ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت اپنی روشنی چاند اور ستاروں کے ذریعہ پہونچاتا ہے۔ اور اس طرح متواتر دنیا کو روشن رکھتا ہے۔ یہی مرتبہ افضل البشر صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ آپؐ نے روحانی دنیا پر ضیاپاشی۔ اور نورافشانی کی۔ آپؐ کے بعد امت کے چاند اور ستاروں نے آپ سے روشنی حاصل کر کے پہنچانی شروع کر دی۔ آپ کی امت کے ستارے وہ آئمہ دین اور مجدد دین ہیں۔ جو ہر زمانہ میں اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ اور آپؐ کی امت کا پورا چاند وہ ہے۔ جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل میں تاباں ہوا ؛

## خلق عظیم

نبی محترم رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قبل جس قدر انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ وہ اخلاق حمیدہ و خصائل حسنہ کے حامل تھے۔ لیکن تمام صفات حسنہ کامل طور پر سرور دو عالمؐ میں پائی جاتی تھیں۔ آپؐ کے اخلاق کی تمحید اور توصیف میں کوئی عاجز انسان کیا بیان کر سکتا ہے۔ جب خود باری تعالےٰ فرماتا ہے۔ وانک لعلٰی خلق عظیم۔ یعنی تو بہت بڑے خلق پر قائم ہے۔ سادگی۔ خوش خلقی۔ حلم و بردباری۔ عفو و رواداری۔ فراخ حوصلگی۔ زہد اور تقوٰی۔ قومی ہمدردی اور خیرخواہی دشمنوں سے حسن سلوک۔ غلاموں سے محبت اور شفقت۔ عورتوں کی دلجوئی وغیرہ سب باتوں میں آپ ممتاز تھے ؛

# دُنیا کے مختلف مذاہب میں عورت کا درجہ

(از محترمہ سکینۃ النساء صاحبہ قادیان)

دُنیا کے مختلف مذاہب میں عورت کو جو درجہ دیا گیا۔ اور اس سے جو سلوک کیا گیا ہے۔ وُہ نہایت ہی افسوسناک ہے۔ اس وقت میں صرف دُنیا کے چار بڑے مذاہب کو لیتی ہوں۔ اور یہ بتانا چاہتی ہوں۔ کہ اسلام نے عورت کے حقوق۔ اس کا وقار اور درجہ جو قائم کیا ہے۔ وُہ کسی اور مذہب نے قرار نہیں دیا۔

## بُدھ ازم اور عورت

بُدھ ازم ہندوستان کا ایک مشہور مذہب ہے۔ لیکن اس میں عورت کو کوئی خاص درجہ نصیب نہیں۔ خود گوتم بُدھ نے جب نجات کے لئے جدوجہد شروع کی۔ تو سب سے پہلے اپنی رفیق زندگی۔ اور صادق خدمتگار بیوی سے علیحدگی اختیار کی۔ اگر وُہ ازدواجی زندگی کو خدا کا قرب حاصل کرنے میں روک نہ سمجھتے۔ تو ایسا نہ کرتے۔ انہوں نے مجردانہ زندگی بسر کرنا روحانیت کے حصول کے لئے ضروری سمجھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور ہوا۔ کہ عورت کو روحانیت میں روک سمجھا جانے لگا۔ اور اسے ایک حقیر چیز قرار دے دیا گیا بُدھ ازم کی مشہور کتابوں میں عورت کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ آتا ہے:۔

"پھر بھکشو نے پوچھا۔ اے مقدس انسان (بُدھ) اب بتا۔ عورت کے متعلق کیا حکم ہے۔ اس مرد کے لئے جو نیک بندہ ہونا چاہے۔ تو حضرت گوتم بُدھ نے فرمایا۔ عورت کو دیکھنا ہی گناہ عظیم اور ہلاکت کا موجب ہے۔ اور کہ تو اس طرح اجتناب کر جس طرح پوست کا سفید پھول ارد گرد کے کیچڑ سے مبرا۔ اور صاف رہتا ہے ......... عورت کی خوبصورتی مرد کے شہوانی خیالات کو ابھارتی ہے۔ اور دل پراگندہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ بہتر ہے کہ تو اپنی دونوں آنکھوں میں سُرخ لوہا پھیرے۔ اس سے کہ تو عورت کو دیکھے۔ اور بہتر ہے کہ تو بھوکے شیر کے مُنہ میں چلا جائے۔ بہ نسبت اس کے کہ تو عورت کے ساتھ زندگی بسر کرے ...... اس دُنیا کی عورت کھڑے۔ بیٹھے۔ سوتے۔ جاگتے ہر وقت مرد کے قوی دل کو کمزور کرتی رہتی ہے۔ اس کے آنسو۔ اور تبسم دونوں زہر قاتل ہیں۔ پس اپنے نفس کو لگام دے کر رکھ"

بظاہر تو یہ ایسی تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ کہ انسان کو نفس کشی سکھاتی ہے۔ لیکن دراصل یہ اس پیشگوئی ازدواجی زندگی پر ایک کاری ضرب ہے جس کے بغیر انسانیت کا قیام ناممکن ہے۔ بُدھ ازم کے نزدیک عورت ایک خوفناک اور قابلِ نفرت چیز ہے۔ اور روحانیت حاصل کرنے کے لئے اس سے کلیتہً علیحدگی ضروری ہے۔

## یہودیت اور عورت

دُوسرا قدیمی اور مشہور مذہب یہودیت ہے۔ اس میں عورت کو جس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کا پتہ یہودیوں کی اس دعا سے لگ سکتا ہے۔ کہ

"پاک ہے تو اے رب العالمین جس نے مجھے عورت نہیں بنایا"

پھر پُرانے عہدنامے میں حضرت آدم کو گناہ میں مبتلا کرنے کا موجب عورت کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ پھر یہودیوں کے مذہب میں عورت کو مذہبی تمدنی۔ سیاسی کوئی حقوق حاصل نہیں۔

## عیسائیت اور عورت

عیسائیت میں بھی حضرت حوا پر حضرت آدم علیہ السلام کو بہکانے کا الزام درست قرار دیا گیا ہے۔ پھر یسُوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کی ہے۔ کہ عورت سے کسی قسم کی رازداری کی بات ہرگز نہ کہیں عیسائیت کے رُو سے عورت کسی جائداد کی مالک نہیں بن سکتی۔ کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی۔ عورت خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتی۔ اسے طلاق لینے کا حق حاصل نہیں۔ جب تک زنا ایسے قبیح فعل کا ثبوت بہم نہ پہنچائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ عیسائیت اس بات کی تو دعویدار ہے کہ یسوع مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ اور ان کی ماں نہایت پاکیزہ تھیں۔ لیکن ان کی ماں کی ہم جنس عورتوں کی کوئی خاص توقیر اور عزت ان کے بڑے بڑے روحانیت کے دعویداروں کے دلوں میں بھی نہ تھی۔

## اسلام اور عورت

اب دیکھو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے متعلق کیا تعلیم دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کی زندگی کا کوئی پہلو نظر انداز نہیں کیا۔ آپ نے عورت کے مذہبی تمدنی معاشرتی سیاسی حقوق کے متعلق تفصیل سے احکام جاری فرمائے۔ آپ نے نہ تو عورت کو اتنی آزادی دی۔ کہ وُہ اپنی پیدائش کی غرض وغایت ہی بھول جائے۔ اور نہ اتنی حد بندی کی۔ کہ وُہ ظلم وستم کی حد تک پہونچ سکے۔ آپ نے حضرت حوا علیہا السلام کی بریت کر کے عورتوں کو اس الزام سے پاک قرار دیا۔ جو یہودیت اور عیسائیت لگاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۔ شیطان نے آدم اور حوا دونوں کو دھوکہ دیا۔ نہ کہ صرف حوا کو۔

پس اسلام نے عورت کی ذلت کو ابتداء سے ہی دُور کیا۔ پھر اسلام نے روحانیت میں مرد و عورت کی جنس کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کیا۔ بلکہ اعمال کے لحاظ سے جزا سزا رکھی ہے۔ چنانچہ علم و حکمت کے سمندر قرآن کریم میں آتا ہے۔ جو کوئی بھی نیک عمل کرے خواہ مرد یا عورت۔ وُہ جنت کا وارث ہوگا۔ اور بھی کئی مقامات پر عورتوں اور مردوں کو اپنے نیک اعمال کے ثمرات ملنے کا ذکر ہے۔ اور ہمارے ہادی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رحمۃ للعالمین شہنشاہ دین عظم نے جا بجا عورتوں کی نسبت ایسے دلکش الفاظ ارشاد فرمائے ہیں کہ بے اختیار آپ پر درود بھیجنے کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا۔ مجھے پسندیدہ چیزوں میں سب سے زیادہ نماز۔ عورت اور خوشبو پسند ہے۔ پھر فرمایا۔ نصف دین۔ عائشہ سے سیکھو۔

لڑکی کے پیدا ہونے پر خدا کی خاص رحمت ملنے کی خوشخبری دی۔ اس طرح اسلام کے قوانین نے جو آزادی عورت ذات کو دی ہے۔ اس کی مثال کسی مذہب میں نہیں۔ اسلام نے عورت کو جہاں خود کا وارث بنایا ناموافق حالات میں عورت کو علیحدگی کا حق دیا۔

# عبدِ حقیقی اور انسانِ کامل

(از سید ابو الحسن صاحب قدسی خلف حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید کابل)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عبودیت اور محبت الٰہی کا جو درجہ حاصل ہے۔ وہ کسی اور نبی و رسول کو حاصل نہیں ... چونکہ بسبب خدا کے زیادہ قریب ہونے اور صفات الٰہی کا مظہر اتم بننے کے آپ کا مخلوق سے تعلق بحیثیت متخلق باخلاق اللہ کے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے تمام دنیا کی ہدایت کا کام آپکے سپرد کر دیا۔ اور آپ کو ایسی مکمل شریعت عطا فرمائی۔ جو دنیا کی تمام قوموں کے لئے اور تمام ضروریات انسانی کے عین مطابق ہے۔

## عبودیت اور خدا سے عشق

دعویٰ نبوت سے پہلے آپ دنیا کے تمام علائق سے الگ ہو کر دن رات اللہ تعالےٰ کے ذکر اور عبادت میں اس قدر مصروف اور محو رہتے۔ کہ مخالف بھی آپ کے متعلق کہتے تھے۔ عشق محمد ربہ۔ محمدؐ خدا کے عاشق ہو گئے۔ نیز آپ کے حالات پر نظر ڈالنے سے آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ ہمیں ایسا نظر نہیں آتا۔ جو خدا کی یاد اور اس کی عبادت سے خالی ہو۔ اٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے ہر وقت اللہ تعالےٰ کا نام زبان مبارک پر جاری رہتا۔ اور ہر عمل خدا کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔

## مخلوقِ خدا پر رحم

آپ ہمیشہ غریبوں سے ہمدردی اور کمزوروں کی مدد کرتے کسی جاندار پر سختی روا نہ رکھتے۔ حتےٰ کہ آپ نے ان ظالموں اور سنگدل دشمنوں سے بھی عفو اور رحم کا سلوک کیا۔ جو ہر وقت آپ کو ایذا اور تکلیف دینے میں مصروف رہتے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہؐ سے کسی نے کہا۔ آپ ان ظالموں کے لئے بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمة۔ میں تو رحمۃ للعالمین ہوں۔ لوگوں پر لعن کرنے کیلئے میں نہیں بھیجا گیا۔ آپ کو اپنے منکرین کی گمراہی اور تباہی کا انتہائی رنج اور صدمہ رہتا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی حالت کے متعلق فرمایا۔ لعلك باخع نفسك الا یکونوا مومنین۔ شائد تو ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لے۔ آپ نے انسانوں اور تمام حیوانات پر رحم کرنا ضروری قرار دے کر فرمایا۔ من لا یرحم لا یُرحم۔ جو شخص مخلوق خدا پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ بھی اس پر رحم نہیں کرے گا۔ فتح مکہ کے وقت جب کہ آپ کو اپنے جانی دشمنوں پر ہر قسم کی قدرت حاصل تھی۔ ان کے ظلموں سے درگزر کرتے ہوئے فرمایا۔ لاتثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء۔ تم آج اپنے تمام گزشتہ جرائم کی سرزنش سے آزاد ہو۔ کیا دنیا عفو حوصلہ اور وسعت خلق کی ایسی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں

اللہ تعالےٰ نے آپ کے اخلاق کے متعلق فرماتا ہے۔ انك لعلیٰ خلق عظیم۔ تیرا خلق بہت بڑا ہے۔ واقعہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی عبد حقیقی اور انسان کامل کہلانے کے مستحق ہیں۔ آپ نے انسانی مدارج کے تمام مقامات طے کر لئے۔ اور ہر صفت میں آپ نے کمال دکھایا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کا لقب خاتم النبیین رکھا۔ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ آپ پر سلسلہ کمالات نبوت ختم ہو چکا۔ کیونکہ آپ مستجمع جمیع کمالات نبوت ہیں۔ کسی بھی ایسے انسانی کمال کا احتمال باقی نہیں۔ جو آپ کی ذات بابرکات میں نہ پایا جاتا ہو۔

اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو انسانی ارتقاء کے آخری نقطہ پر پہونچا دیا۔ اور فرمایا۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یعنے روحانی۔ اخلاقی۔ تمدنی جس رنگ کی بھی تم ترقی حاصل کرنا چاہو۔ اس رسول کی پیروی اور برکت سے ملے گی۔

## تاثیرِ روحانی

آپ کی کشش اور تاثیر روحانی نے دنیا سے ظلمہ و وحشت کی کایاپلٹ دی۔ اور ان نفوس میں جو گمراہی اور ظلمت میں پڑے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ سے سخت غافل ہو چکے تھے۔ ایک پاک انقلاب پیدا کر دیا۔ وحشیوں سے انسان۔ انسانوں سے بااخلاق۔ بااخلاق سے باخدا انسان بنا دیئے۔ صحابہؓ کو دیکھئے۔ آپ سے تعلق پیدا کرنے سے پہلے ان کی کیا حالت تھی۔ کن کن گناہوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ مگر آپ کی صحبت میں آ کر ان کی حالت یکدم بدل گئی۔ اور آپ کی تربیت سے وہ ان سفلی آلائشوں سے پاک ہو کر روحانیت اور ہدایت کے آسمان پر ستارے ہو کے چمکنے لگے اور اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کی سند حاصل کر لی۔

## سادہ زندگی

آپ باوجود بادشاہ دوجہان ہونے کے ظاہری نمائش اور نمود سے بالکل پاک تھے۔ سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کیا کرتے۔ کھانے پینے میں کوئی تکلف نہ ہوتا۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے زیب تن فرما لیتے۔ چلنے پھرنے بیٹھنے۔ اور ہر حرکت و سکون میں وقار ہوتا۔ مگر وہ وقار نہیں جو تصنع سے ہو۔ بلکہ وہ جس پر خاکساری اور سادگی کا رنگ چڑھا ہوا ہو۔ آپ سے گلی کوچے۔ ہر جگہ لوگ مل کر اپنی ضرورت پیش کر سکتے تھے پراگندہ بالوں۔ اور غبار آلودہ برہنہ پاؤں والا آدمی آپ کی مجلس میں آپکے قریب بیٹھ کر بے تکلف آپ سے گفتگو کر سکتا تھا۔ قومی۔ اور تمدنی اور باہم میل ملاپ میں آپ اپنے لئے کوئی خصوصیت پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کان رسول اللہ یخصف نعله ویخیط ثوبه ویعمل فی بیته۔ رسول اللہ اپنے جوتوں کی خود مرمت کر لیتے۔ اپنے کپڑے سی لیتے۔ اور گھر میں کام کاج کر لیا کرتے۔

## ماتحتوں سے سلوک

اپنے خادموں اور ماتحتوں سے نہایت نرمی شفقت اور چشم پوشی سے پیش آتے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ خدمت رسول اللہ عشر سنین فما قال لی اف ولا لما صنعت ولا الا صنعت۔ میں نے رسول اللہ کی دس سال خدمت کی۔ مگر آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ کہا۔ اور نہ یہ پوچھا۔ کہ تم نے ایسا کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔

## جاہلیت کے خیالات اور رسُوم کا مٹانا

آپ نے جاہلیت کی جن رسوم پر خط نسخ کھینچا۔ ان میں سے ایک نسب کا بے جا گھمنڈ بھی تھا۔ اس کے متعلق فرمایا۔ ان اللہ قد اذھب عنکم عبیة الجاھلیة وفخرھا بالاباء انما ھو مومن تقی وفاجر شقی الناس کلھم بنو ادم وادم من تراب۔ یعنے جاہلیت کی باتیں اب جاتی رہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اسلام کی وجہ سے جاہلیت کا تکبر اور باپ دادوں پر فخر کرنا دور کر دیا۔ انسانی فضیلت اور شرافت کا دارومدار تقوےٰ اور اپنی ذاتی قابلیت کی بنا پر ہے جو مومن متقی ہے۔ وہ افضل اور شریف ہے۔ اور جو فاجر ہے وہ ادنےٰ اور ......

ARQ NOOR
QADIAN
ARQ NOOR
قوی الاثر جڑی بوٹیوں کا مرکب ہونیکی وجہ سے
عرق نور (رجسٹرڈ)
ڈاکٹر نور بخش اینڈ سنز کا تیار کردہ
اعضاء رئیسہ کی کھوئی ہوئی قوتوں کو بحال کرنے یا بیکار پٹھوں میں اور نحیف جسموں میں بجلی پیدا کرنے اور نیم جانوں میں نئی روح پھونکنے کیوجہ سے بےنظیر ثابت ہوچکا ہے
اسکے استعمال سے زرد چہرے سرخ ہوجاتے ہیں
اگر آپکو یا آپکے عزیزوں کو بڑھی ہوئی تلی ضعف جگر و معدہ۔ یرقان۔ کمی بھوک۔ کمزوری مثانہ۔ دائمی قبض۔ پرانا بخار یا کھانسی۔ پٹھوں اور جوڑوں کے درد جیسے منحوس امراض سے تکلیف ہے۔ تو عرق نور استعمال کیلئے منگوا کر فائدہ اٹھائیں!
عورتوں کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے
اس کا استعمال ایام ماہواری کی بے قاعدگی اور درد کو دور کر کے بچہ دانی کو قابل تولید بناتا ہے۔ بانجھ پن اور اٹھرا کیلئے لاجواب دوا ہے۔ قیمت پوری خوراک معہ شافہ صہ
عرق نور صرف بیماروں کیلئے ہی نہیں بلکہ تندرستوں کو بھی آئندہ جملہ امراض سے محفوظ رکھنے کا علی الاعلان مدعی ہے۔ قیمت فی بکس ۱ تین بکس کیلئے ۳
نور ہیئر آئل (رجسٹرڈ)
خالص تلی کے تیل میں
بادو اثر جڑی بوٹیوں سے کیمیائی طریق پر کشید کر کے تیار کیا گیا ہے۔ اس کے لگانے سے بالوں کا جھڑنا موقوف ہو کر نئے بال اگنے شروع ہوجاتے ہیں۔ سر درد اور نزلہ کو دور کرتا ہے بصارت کو بڑھاتا ہے۔ سر کی خشکی و سکری کو دور کر کے بالوں کو لمبا کرتا ہے۔
دماغی محنت کرنے والوں کیلئے
بہترین تحفہ ہے!
قیمت بڑی شیشی ۱ (ایک روپیہ چار آنہ۔ چھوٹی نو آنے
امرت نور (رجسٹرڈ)
ہزار دکھ کا واحد درمان ہے
جسم کے جملہ جراثیم کو دور کر کے زہریلے مادہ کو خارج کرتا ہے
سر درد۔ پیٹ درد۔ ہر قسم کی چوٹ۔ پھوڑے پھنسی وغیرہ تکالیف کیلئے
تیر بہدف علاج ہے
ہر گھر میں اسکی شیشی رکھنی دوراندیشی ہے۔ قیمت
نور بال شربت (رجسٹرڈ)
بچوں کی صحت کو محفوظ کیجئے
اور اسکا بہترین طریقہ نور بال شربت کا استعمال ہے جو کہ بچوں کے بخار۔ کھانسی۔ قے۔ دست بدہضمی پیچش کو فوراً قلع قمع کر کے انکو موٹا تازہ وجیہہ اور ہنس مکھ بنا دیتا ہے!
کمزور۔ لاغر اور چڑچڑے مزاج کے بچوں کیلئے بہترین شربت ہے۔ میٹھا ہونیکے سبب بچے خوش ہو کر پیتے ہیں
قیمت ۱۰ فی شیشی
المشتہر
اس کے علاوہ دیگر امراض کیلئے ادویات تیار ملتی ہیں فہرست طلب کریں
ڈاکٹر نور بخش اینڈ سنز قادیان

# Muhammad—the Guide to Mankind's Ultimate Goal

(BY MR. OSCAR BRUNLER FREIHERR VON ALSEN, LONDON)

**Mr. Brunler is a German, but he has lived in England for many years. He belongs to a most respectable family and is himself a highly educated and able person.**

Many roads lead to Rome and many religions and philosophies show us the path to our ultimate goal—namely perfection, peace and happiness Which religion or philosophy, then, is the the right path to mankind's ultimate goal.?

On analysing many of the philosophical teachings, as well as studying the fundamental teachings of religions; who find that all the main points of both are to be found in Islam. Besides the aforementioned, we find many most valuable and important laws showing humanwelfare to be incorporated in Islam and a part of the teachings of the Holy Prophet.

Let us consider a few of the main points of the philosophical teachings and see wether we can find reference to such teachings in the Holy Quran.

Aristotle, the ancient Greek Philosopher and one of the greatest savants of all time said "Philosophy is the Sciencewhich considers truth." This being the case, then the following teaching of all philosophies under the sun hold good and must be considered as axioms and guiding stars in our life on earth. All philosophies stress the value and the great importance of the following mental qualities, namely: "Faith, Patience, Meditation, Charity & above all love." These being the most important lines on which the philosophers of the ages have taught mankind. We find also that all these human qualities are taught in Islam and many most beautiful sayings and teachings of the Holy Prophet can be found in the "Suras" of the Holy Quran.

The Holy Prophet said: "Those who believe in Allah and in His Apostles and make no distinction between any of them to these in the end will he give them their reward. Patience, one of the greatest virtues of mankind, is greatly taught in Islam and in the Holy Quran we find many reference to this virtue, as far instance: "Verily those who are patient in adversity and forgive wrongs are the doers of excellence." If we follow this advice we make this world a better place to live in. We are not here in this world to judge our fellowmen but we are here onearth to do our best & to follow the wisdom and the teachings given to mankind by God's Prophet. Let us follow his advice and do god deeds, and adhere to his teachings and let us remember His words: "Every good act is charity." The famous Roman "Cicero" said, "To study philosophy is nothing but to prepare ourself to die, so that we may find greater happiness." No man needs to study philosophy in order to find greater happiness. By following the teachingsof the Holy Quran we can find all happiness we wish, and as the Holy Prophet said: "The abode of the Hereafter is better for those who fear Allah and who follow His law."

The teachings of the Holy Quran do not only embrace all philosophical doctrines of the ages but we find many other valuoble advice in it, as for instance: The value of prayer and alms; the lawful and unlawful things: "Eat of the good things which we have provided you, but without excess."

Further the Holy Quran tells us what we may expect if we repent our wrong doings; of life and death and of the Divine help which will be givento us when we pray. To all who have not read the Holy Quran I would like to say: "Read it and benefit from the wisdom and knowledge which you find in the Holy Quran."

To all who have read the Holy Quran I would like to say: "Read it again, and follow the teachings—follow them in all your actions and deeds and let your thoughts and actions be guided by the teachings of the Holy Prophet. If we follow and live up to his teachings we help to make this world a better and a happier place to live in.

# کامل روحانی راہنما

(از مسٹر آسکر برونلر فرائی ہیر فان آلسن لنڈن)

ایک مقصد کے حصول کے کئی راستے ہوتے ہیں اور کئی مذاہب اور فلسفے ہمیں ہماری آخری منزل یعنی تکمیل امن و آسائش اور حقیقی مسرت کا رستہ دکھانے کے دعویدار ہیں لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ کونسا مذہب یا فلسفہ انسانیت کی آخری منزل تک پہنچنے کا صحیح رستہ ہے۔

کئی ایک فلسفیانہ تعلیمات کو بغور دیکھنے اور مختلف مذاہب کے بنیادی اصول کا مطالعہ کرنیکے بعد ہم پر حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ سب کی اہم باتیں اسلام میں موجود ہیں۔ اسکے علاوہ اسلام میں ہمیں نہایت بیش قیمت اور اہم قوانین ملتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں انسانی بہبودی مضمر ہے۔ ہم فلسفیانہ تعلیمات میں سے بعض اہم نکات کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم میں موجود ہیں یا نہیں۔

ارسطو جو کہ ایک بہت پرانا یونانی فلاسفر اور ہر زمانہ میں عالم سمجھا جاتا رہا ہے کہتا ہے کہ فلسفہ ایک ایسی سائنس ہے جس سے صداقت کو جانچا جاتا ہے۔ اس اصل کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیا کے تمام فلاسفروں کی تعلیمات کو مسلمہ حقائق تسلیم کرنا چاہئے اور اپنی زندگی کے لئے انہیں راہنمائی کرنیوالے ستاروں کی حیثیت میں دیکھنا چاہئے۔ دنیا کے تمام فلاسفر ایمان، صبر، غور و فکر، خیرات اور سب سے بڑھ کر محبت کی اہمیت پر زور دیتے ہیں اور انکی ہیئت تسلیم کرتے ہیں اور یہی وہ بہت اہم امور ہیں جنکے متعلق مختلف زمانوں کے فلاسفر نوع کو تعلیم دیتے آئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان تمام انسانی خوبیوں کے متعلق اسلام میں بھی تعلیم دی گئی ہے بلکہ ان کے علاوہ قرآن پاک اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اور بھی بہت سے خوبصورت اور دلکش اصول بیان کئے گئے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور انمیں کوئی تفریق نہیں کرتے وہی آخر کار اجر کے مستحق ہونگے۔ صبر جو انسانیت کی خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی ہے اس پر اسلام میں بہت زور دیا گیا ہے اور قرآن پاک میں اسکی بہت تاکید ہے۔ مثلاً لکھا ہے کہ جو لوگ مشکلات میں صبر کرتے اور خطاؤں کو معاف کرتے ہیں وہی دراصل نیک اعمال کرنیوالے ہیں۔ اگر ہم اس تعلیم پر عمل کریں تو یہ دنیا ہمارے لئے بہت زیادہ دلکش ہو سکتی ہے۔ ہم اس دنیا میں اپنے بھائیوں کے اعمال کی جانچ پڑتال کیلئے نہیں آئے بلکہ اس لئے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقدس رسول کی حکمت و تعلیم پر عمل کرنیکی مقدور بھر کوشش کریں۔ ہمیں چاہئے کہ آپ کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ آپ کی تعلیم کی پوری پوری اتباع کریں۔ نیک اعمال بجا لائیں اور آپ کے الفاظ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ ہر نیک کام صدقہ ہے۔

مشہور رومن "Cicero" کہتا ہے کہ فلسفہ کا مطالعہ کے معنے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم مرنے کیلئے تیار ہوں تا کہ اس دنیا سے زیادہ مسرت حاصل کر سکیں۔ لیکن زیادہ مسرت حاصل کرنیکے خیال سے کسی انسان کو فلسفہ کے مطالعہ کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم کی تعلیمات پر چلنے سے ہم ہر قسم کی خوشی حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ رسول کریم نے فرمایا ہے آخرت کی زندگی بہت بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو خدا سے ڈرتے اور اس کے قوانین پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیمات میں صرف تمام فلسفیانہ اصول ہی موجود نہیں بلکہ ہمیں اور بھی بہت سی بیش قیمت نصائح ملتی ہیں مثلاً نماز اور زکوٰۃ کی اہمیت بیان کی گئی ہے جائز و ناجائز کی تمیز بتائی گئی ہے اور بتایا ہے کہ جو اچھی چیزیں ہم نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں انہیں کھاؤ لیکن اسراف نہ کرو۔ پھر قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اگر ہم اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں تو کیا ہوگا زندگی اور موت کا فلسفہ بتاتا ہے اور یہ کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو اسکی مدد ہمارے شامل حال ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے قرآن کریم نہیں پڑھا میں ان سے کہونگا کہ اسکا مطالعہ کرو اور اسکے علوم اور دانائی کی باتوں سے فائدہ حاصل کرو۔ اور جن لوگوں نے قرآن کریم پڑھا ہے انہیں [illegible]

عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار الفضل قادیان سے شائع کیا - ایڈیٹر غلام نبی